بابک خرمی
عبدالحلیم شرر لکھنوی

بابک خرمی

ایک دلچسپ اور نتیجہ خیز تاریخی ناول

مصنفہ

مولانا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر

ناشر

نیو تاج آفس، دہلی

بار اوّل | تعداد | ایک ہزار

اکتوبر سنہ ۱۹۵۶ء

قیمت ... ... چار روپے آٹھ آنے

ملنے کا پتہ

نیو تاج آفس، پوسٹ بکس نمبر ۱۷۴۹ دہلی

مطبوعہ
محبوب المطابع برقی پریس دہلی

پہلا باب

متعصم! او متعصم! کہاں ہے؟

جن آل ہاشم کے بزرگوں نے ۲۲۰ سال پہلے بڑی ناکامی اور انتہا درجے کی شکستہ حالی کے ساتھ مکہ چھوڑا تھا آج نہایت شان و شوکت سے دار السلام بغداد میں بیٹھے ریاست امارت کا لطف اٹھا رہے ہیں اور ساری دنیا ان کی تابع فرمان ہے، اس دار الخلافت کی رونق و آبادی حیرت انگیز درجے تک ترقی کر گئی ہے اور بابل کی رونق و شوکت کی کہانیاں امرائے عرب کے ہاتھوں سے از سر نو زندہ ہوئی ہیں۔ آل عباس کے ساتھ مسند آرایان خلافت دشمنوں سے میدان صاف کر کے جو سامان عظمت و جبروت جمع کر گئے ہیں اس سے ان کا آٹھواں تاجدار معتصم باللہ فائدہ اٹھا رہا ہے اور سوا دو سو برس کی حیرت انگیز فتحوں اور ملک گیریوں کا ذخیرہ اور اندوختہ اس کے نتیجہ قدرت میں ہے۔

پہر دن چڑھے کا وقت ہے، دجلے کے کنارے قصر خلافت تک بیرونی پھاٹک کے سامنے والے میدان میں ایک کونے پر چند علمائے دین جو دُور دُور سے پکڑ کر لائے گئے ہیں زنجیروں میں جکڑے اور قوی ہیکل ترکی سپاہیوں کے چوڑے چوڑے تیغوں کے سائے میں خائف و خاموش کھڑے ہیں۔ یہ لوگ متین و ذی وقار، بڑے بڑے عمامے باندھے اور کرتوں پر قبائیں پہنے ہیں، ان کی سفید داڑھیوں پر نور برس رہا ہے جس کا عوام پر اثر پڑتا ہے اور ان کی اسیری سے گرد و پیش کے تمام لوگ متاثر ہیں۔

مقید علما کے مقابل دوسری طرف علاقۂ رام ہرمز کا ایک بردہ فروش عجمی عبا و قبا پہنے کھڑا ہے جو پانچ ہزار ترکی غلاموں اور لونڈیوں کو لایا ہے۔ غلاموں میں اچھے اچھے تنومند اور توانا و تندرست نوعمر و خوش رو لڑکے اور لونڈیوں میں علاقۂ غزنہ و ترکستان کی حسین و نوخیز لڑکیاں ہیں۔ یہ لونڈی غلام نفیس اور زرق برق کپڑے پہنے ہیں۔ اور جدا جدا صفیں باندھے مودب کھڑے ہیں اور ان کے پیچھے بردہ فروش ابن جلمود قصر خلافت کے دو ایک حاجیوں اور دربانوں سے کھڑا باتیں کر رہا ہے۔

قصر کے پھاٹک پر بہت سے امرا و سرداران فوج اور انہیں میں ملے ہوئے بعض علمائے دربار کھڑے ہیں جو پر تکلف درباری لباس اور فوجی اسلحہ سے آراستہ ہیں۔

یکایک ایک باوقار شخص جو زرنگار عمامہ باندھے اور سونے کا عصا ہاتھ میں لئے تھا یہ کہتا ہوا محل کے اندر سے نکلا کہ "ہوشیار اور ادب سے ، ہاشم آل عباس امیر المومنین المعتصم باللہ رونق افروز ہوتے ہیں۔" یہ صدا سنتے ہی تمام حاضرین دربار دولت مودب ہو گئے۔ فوراً اہل دربار نے اپنی صفیں باندھیں، جو لوگ پابہ زنجیر علما کو اپنی حراست میں لائے ہیں ان کے افسر تلواریں کھینچ کھینچ کے اپنے گروہ کے آگے ہو گئے، لونڈی غلاموں کی صفیں بھی از سرنو درست اور مرتب کر دی گئیں، اور ابن جلمودان کے آگے آگے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔

اب جلوس شاہی برآمد ہونا شروع ہوا، سب کے آگے ایک ترکی غلام کے ہاتھ میں دولت عباسیہ کا سیاہ علم تھا، اس کے پیچھے دس خوش رو و کمان ابرو رومی غلاموں کے ہاتھ میں منقش سونے چاندی کی انگیٹھیاں تھیں جن میں عود ولوبان سلگ رہا تھا جن کے دھوئیں کی خوشبو سے یک بیک سارا میدان مہک اٹھا، ان لوگوں کے بعد پانچ سو نو عمر ترکی غلاموں کا غول آیا۔ یہ سب حریر سرخ کے کرتے اور دیبائے زرد کے پائجامے پہنے تھے، کمروں میں سونے کے جواہر نگار پٹکے پڑے تھے اور سروں پر نیلے اطلس کی دستاریں، کانوں میں موتیوں کے گوشوارے تھے اور ہاتھوں میں چھوٹی چھوٹی آبدار تلواریں۔

انہیں غلاموں کے بیچ میں المعتصم مرصع وزرنگار عمامے

میں کلغی لگائے ایک نہایت خوب صورت سبز گھوڑے پر سوار اور گرد و پیش کے مجمع پر نظر ڈالتا ہوا آہستہ آہستہ آ رہا تھا۔ چہرہ گورا گورا اور نہایت سرخ و سفید تھا اور سرخی مائل بھوری اور لمبی داڑھی نے بڑی بڑی شربتی آنکھوں اور ایسے مغرق و مرصع عمامے پر کبھی ایسی رونق نہ دی ہوگی جیسی کہ معتصم کے رعب دار چہرے پر سے رہی تھی۔ اس کی صورت دیکھتے ہی سارے مجمع سے "اسلام علیک یا امیرالمومنین" کا غلغلہ بلند ہوا، اور اسی شور و غل کے درمیان وہ بڑھ کے میدان کے بیچ میں پہنچگیا۔ گھوڑا روک کے پہلے علمائے دربار کی طرف توجہ کی اور اور ایک متین و مقطع عالم کی طرف جو اپنے طبقے کے تمام لوگوں کے آگے تھا کہا: "مولانا ابن داؤد! یہ پابہ زنجیر علما کون ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟"

ابن ابی داؤد۔ امیرالمومنین یہ علمائے حدیث مختلف شہروں سے لائے گئے ہیں، ان کو ہزار سمجھایا اور دلائل معقول گیا مگر قرآن مخلوق ہونے کو کسی طرح قبول نہیں کرتے۔

معتصم۔ (طیش سے) آپ سے بھی ان کی بحث ہوئی یا نہیں"؟

ابن ابی داؤد۔ مجھ سے تو گفتگو نہیں ہوئی۔ مگر ہمارے اکابر علما جو تمام شہروں میں توحید[۱] کی تبلیغ کر رہے ہیں ان سے ان لوگوں کی

[۱] یہ آفت مامون کے زمانے سے شروع اور معتصم کے زمانے میں بڑھ گئی کہ معتزلہ کا زور تھا جن کا گروہ دربار خلافت میں احمد بن ابی داؤد تھا اور صرف اس ایک مسئلہ پر کہ قرآن قدیم ہے یا حادث، صدہا علمائے کبار پکڑ پکڑ کے پیٹے گئے اور قید کئے گئے جن میں امام احمد بن جنبل کی مصیبت تمام مسلمانوں پر ناگوار گزری عدہ معتزلہ اپنے آپ کو موحد اور سارے مسلمانوں کو مشرک کہتے تھے۔

ہفتوں بحث رہی اور سمجھانے اور قائل کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا گیا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ قائل ہوتے ہیں مگر قبول نہیں کرتے اور جب ایسی ہی ضد ہے تو میرے سمجھانے کا بھی کیا نتیجہ ہو گا۔

معتصم۔ نتیجہ ہو یا نہ ہو مگر آخری مرتبہ آپ کو ان کا بیان لے لینا ضروری ہے۔ حتی المقدور سمجھانے اور نشیب و فراز بجھانے میں آپ کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں، اس کے بعد بھی نہ مانیں تو اپنی سزا کو پہنچیں گے۔

ابن ابی داؤد۔ خود امیر المومنین کے سامنے ان کا اظہار لیا جائے تو مناسب ہو گا۔

معتصم۔ میرے سامنے بحث کرنے سے کیا فائدہ، والد کے دفور محبت نے مجھے جاہل اور امی رکھا۔ اتنا کہہ کے معتصم مسکرایا اور کہا "مکتب میں میرے ساتھ ایک ہم سن غلام بھی پڑھتا تھا جس سے مجھے بڑی محبت تھی اتفاقاً وہ مر گیا، والد مرحوم نے یہ خیال کر کے کہ اس کے مرنے کا صدمہ مجھے ہوا ہو گا۔ مجھ سے بلا کے کہا۔ محمدؐ تمہارا دوست مر گیا؟ میری زبان سے بے ساختہ نکلا۔ جی ہاں مر گیا اور کتاب سے اس کا پیچھا چھوٹا، یہ سن کے والد ہنسے اور کہا۔ تمہیں پڑھنا ایسا ہی ناگوار ہے تو میں مجبور نہ کروں گا۔ بس اسی دن سے پڑھنا چھوٹا اور میں جاہل رہ گیا، بہر حال جس بحث کو میں سمجھ ہی نہیں سکتا اس میں میری شرکت کی ضرورت نہیں۔

ملہ المعتصم باللہ کا اصلی نام و نسب محمد ابو اسحٰق ابن ہارون رشید تھا۔

یہ کہتے ہی معتصم نے دوسری طرف توجہ کی اور غلاموں اور لونڈیوں کی صفوں کو دیکھ کر خوش ہوا، سب پر ایک اجمالی نظر ڈالی اور عجمی بردہ فروش کی طرف متوجہ ہو کے کچھ کہنے کو تھا کہ چند اہل بغداد جوش و خروش سے دوڑ کے اس کے قریب آئے۔ ایک نے بڑھ کے اس کے گھوڑے کا دہانہ پکڑ لیا اور نہایت ہی طیش کے لہجے میں کہا: "او معتصم! ہمارے شہر سے یہ ترکی غلام نہ نکلے تو ہم تجھ سے لڑیں گے۔" یہ سنتے ہی متوکل کا گورا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے مگر اپنے جوش کو دل میں دبا کے نہایت ہی ضبط و متانت کے لہجے میں اس شخص سے پوچھا: "مجھ سے لڑو گے، اچھا لڑنا ہو گا کیونکر لڑو گے؟"

شخص۔ سہام سحر گہی سے ہماری دعائے نیم شبی کے تیروں کو کمزور نہ سمجھو۔

اس جواب نے کسی طلسمی عمل کی طرح معتصم کی برہمی دور کر دی

؏ المعتصم باللہ کو ترکی غلاموں کا بڑا شوق تھا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربی النسل امیر زادوں کی سرکشانہ بے پروائی اور دولت مندانہ کاہلی نے اسے مجبور کیا کہ ایک نئی معتمد فوج اور نئے چالاک و جفاکش اہل کار فراہم کرے اس غرض کیلئے اس نے ترکی غلاموں کو منتخب کیا ان کے لئے خاص قسم کی زیبا و حریر کی زرق برق وردیاں ایجاد کیں اور ان کو دور سے منگوا منگوا کے اپنے گرد جمع کرنا شروع کیا جب ان ترکی غلاموں کی کثرت حد سے زیادہ بڑھی تو بغداد والے پناہ مانگنے لگے اور انہیں کے بسانے کی حیثیت سے اس نے شہر "سرمن رائی" آباد کیا جو اب سامرہ کہلاتا ہے۔

مسکرایا، چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور قائل ہونے کی شان سے جواب دیا" ان تیروں سے بے شک لڑو گے اور تمہارے ان ہی تیروں سے میں ڈرتا ہوں، اچھا تو پریشان نہ ہو عنقریب اس کا انتظام ہو جائے گا اور وعدہ کرتا ہوں کہ میرے یہ ترکی غلام تمہارے شہر سے چلے جائیں گے"

یہ کہہ کے معتصم پھر بردہ فروش کی طرف متوجہ ہو گیا اور کہا" ابن جلمود! اب کے تو معلوم ہوتا ہے کہ تم اچھے اچھے غلام لائے ہو مگر یہ سب ترک ہیں نا؟ ان میں کسی اور قوم کا کوئی غلام تو نہیں ہے"؟

ابن جلمود۔ امیر المومنین کی قدر دانی سے ترکی غلاموں کی قدر و قیمت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ جو لوگ غلاموں کو لاتے ہیں اکثر اوقات دوسری قوموں کے لڑکوں کو بھی ترکی غلاموں میں ملا کے بیچ جاتے ہیں میں ایسے تمام لڑکوں کو چھانٹ کے نکال دیتا ہوں مگر پھر بھی کبھی کبھی دھوکا ہو جاتا ہے لیکن اب کے میں نے پوری احتیاط کی ہے اور ان لونڈی غلاموں میں سوا ترکوں کے اور کسی قوم کا انسان نہیں ہے۔

معتصم۔ (پھر ان غلاموں کو غور سے دیکھ کر) مگر اب کے واقعی تم اچھے غلام لائے ہو، لڑکے سب قوی ہیکل خوش رو اور تندرست ہیں اور لڑکیاں بھی سب پری جمال و نازک اندام ہیں، اب کے میں تم کو قیمت کے علاوہ انعام بھی دوں گا۔

ابن جلود۔ خدا امیرالمومنین کا اقبال بلند کرے یہ قدردانی ہی اس غلام کو غلاموں کی تلاش میں دشت و در کی خاک چھانتے اور کوہ و بیاباں کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کرتی ہے۔

معتصم۔ (اپنے نصرانی طبیب سے) آپ تکلیف کر کے ان سب لونڈی غلاموں کا معائنہ کر لیں جو کمزور و ناتواں یا کمرو یا حقیر نظر آئیں ان کو نکال ڈالئے اور جن کو آپ پسند کریں ان کی داروغہ قصر سے قیمت تشخیص کرائیں پھر لونڈیوں کو حرم میں اور غلاموں کو ترکی لشکرگاہ میں بھجوا دیں اور خزانچی کو حکم دیں کہ فوراً قیمت ادا کرے مگر پہلے میں خود ہی ان سب سے ایک بات پوچھوں گا۔ یہ کہہ کے اس نے گھوڑا بڑھا کے لونڈیوں اور غلاموں کی صفوں کے آگے ایک چکر لگایا اور بیچ میں ٹھہر کے کہا "تم خود بتاؤ کہ تم میں کوئی ترکستان کے علاوہ کسی اور ملک کا باشندہ تو نہیں ہے"؟

سب صفوں سے پیہم یہ ہی صدائیں آرہی تھیں کہ "ہم ترک ہیں"؛ کہ ناگہاں ایک سانولی جوان عورت جس کے چہرے سے حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے، لونڈیوں کی صفوں سے نکل کے خلیفہ کے قریب آئی اور ترکی نژاد لونڈیوں کے لہجے کے خلاف نہایت ہی فصیح عربی میں بہ آواز بلند بولی "امیرالمومنین یہ لونڈی ترکیہ نہیں عربی نژاد عورت ہے"!

معتصم۔ (حیرت سے) عربی نژاد! عربیہ خاتون اور لونڈی!

ایک شریف عربیہ عورت کو لونڈیوں میں سے نکلتے دیکھ

کے تمام لوگ متحیر ہوگئے، اور ابن جلمود کا تو خون ہی خشک ہو گیا جو خوب جانتا تھا کہ کسی عربی نژاد مرد یا عورت کو زبردستی غلام بنا لینا سخت جرم ہے۔

اب اس عورت نے معتصم کے کلمات سن کر حیرت سے جواب میں کہا "ہاں عربیہ اور لونڈی اور عربیہ ہی نہیں ہاشمیہ"!

بے اختیار طیش کے لہجے میں معتصم کی زبان سے بھی یہی الفاظ نکلے کہ عربیہ نہیں ہاشمیہ! مگر اس عجیب و غریب عورت نے اور ترقی کی، اور چلا کے کہا ہاشمیہ ہی نہیں عباسیہ! یہ الفاظ نہ تھے ایک خرمن سوز بجلی تھی جس نے سارے دربار کو دہلا دیا معتصم نے غضب آلودہ مشتعل ہو کے بے اختیار تلوار کھینچ لی اور حکم دیا کہ شقی و بے ادب بد معاش ابن جلمود کا سر اڑا دیا جائے۔ خلافت کا سیاف قاتل یا جلاد خلیفہ کی زبان سے یہ الفاظ سنتے ہی اپنا چوڑا تیغہ کھینچ کے ابن جلمود پر جھپٹا مگر ساتھ ہی عورت بھی جھپٹی اور سیاف اور ابن جلمود کے درمیان میں آ کے دونوں ہاتھ فریادیوں کی طرح اٹھا دیئے اور زور و شور سے چلائی: "امیر المومنین تعجیل کے خطرے سے بچیں، یہ تلوار جو امیر المومنین نے کھینچی اس کا صحیح نشانہ ابن جلمود نہیں اور شخص ہے۔"

معتصم۔ وہ کون ہے؟ مگر کوئی ہو اپنے ابن عم رسول خدا صلعم کی حرمت و نبوت کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ جو کوئی ہو گا اسے زندہ نہ چھوڑوں گا۔

عورت۔ ہاں عہد ہے! اور (آسمان کی طرف نظر اٹھا کے)

خداوند کریم اس عہد کو پورا کرے"۔

معتصم۔ (ابن جلمود سے) اے بے ادب عجمی! تیری گستاخی اور سرکشی اس درجے کو پہنچ گئی! تم عجمیوں نے بنی امیہ کے مقابلے میں بنی ہاشم کا ساتھ دیا تھا اور ہم مستحقین خلافت تک خلافت کے پہنچنے کا ذریعہ ہوئے تھے۔ اس خیال سے ہم لوگوں نے بھی تمہاری مدد کی، تم پر اعتماد کیا اور تمہارا مرتبہ بڑھایا۔ پھر اس کے بعد جب میرے بڑے بھائی امین الرشید نے ماموں کی عداوت میں والد کے اس معاہدے کو پس پشت ڈال دیا جو خاص خانہ کعبہ کے پاس مرتب ومکمل کر کے در کعبہ میں لٹکا دیا گیا تھا تو تم نے ماموں مرحوم کا ساتھ دیا، ماموں مرحوم نے اس کے معاوضے میں تم لوگوں کو اپنی ماں کا رشتہ دار اور اپنا ماموں تسلیم کر کے تمہاری عزت افزائی کی اور اعزائے خلافت میں شامل کر لیا۔ تم لوگوں کے حال پر یہ ہماری مہربانی اور رحمت تھی جس کا معاوضہ آج تمہارے ہاتھوں سے یہ ملتا ہے کہ ایک عباسیہ خاتون اور ایک عالی خاندان شاہزادی کو گرفتار کر کے اور لونڈی بنا کے ہمارے سامنے لائے ہو"۔

عورت۔ امیرالمومنین اس کا جواب ابن جلمود سے نہیں مجھ سے لیں۔ پہلے میرا بیان سن لیں پھر جو چاہیں فیصلہ کریں۔ میں حالیہ بنت جعفر بن احمد ہوں اور قثیم بن عباس کی نسل سے ہوں، میرے بھائی فضل بن جعفر نے والی خراسان سے سنا کہ ترکستان میں ہمارے دادا قثم بن عباس

ع‌ہ خلفائے بنی عباس حضرت رسول مقبول صلعم کو "ابن عم" یعنی چچا زاد بھائی ہی کہا کرتے تھے۔

کی قبر نہایت ہی خراب اور شکستہ حالت میں پڑی ہے، یہ سن کے وہ بہت رنجیدہ ہوئے، ارادہ کیا کہ خود وہاں جا کے قثم کی تربت پر فاتحہ پڑھیں اور ایک اچھا مقبرہ تعمیر کرا دیں پھر وہاں کوئی منتظم اور دو ایک قرآن خواں مقرر کر کے گھر واپس آئیں، انہیں آمادہ دیکھ کے میں نے بھی ان کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا۔ خصوصاً اس لئے کہ میں نے عجمی زبان سیکھی تھی اور اس زبان کے بولنے والوں سے ملنے کی مشتاق تھی، غرض دو سال ہوئے ہم اپنے پورے خاندان کے ساتھ سمر قند گئے، ہمارے ہمراہ بھائی فضل کے دو فرزند علی اور محمد تھے۔ میرے ابن عم شوہر عباس بن احمد تھے اور میری ناز پرورده بیٹی ریحانہ تھی، وہاں ہم ڈیڑھ سال رہے اپنے شہید جد امجد قثم کی قبر پر عالیشان مقبرہ بنوایا، اور واپس چلے کہ یہاں آکر ریحانہ کی شادی علی بن فضل کے ساتھ کر دیں۔ ہم قافلۂ حجاج کے ساتھ جس میں بہت سے تاجر تھے بحر قزوین (کیسپین سی) کے کنارے کنارے آرہے تھے اور جبال طالقان کا بہت سا حصہ طے کر کے ولایت طبرستان میں داخل ہوئے تھے کہ یکایک ہمارے قافلہ پر خرمیوں کا ایک گروہ آپڑا۔ ہمراہیوں میں زیادہ تعداد غریب حاجیوں تاجروں اور بنجاروں کی تھی، ان سب کے حواس جاتے رہے اور تھوڑے عجمی سپاہی جو قزوین سے ہمارے ساتھ ہو گئے تھے وہ بھی ہمت ہار کے بھاگے۔ ہمارے عباسی خاندان والوں کو یہ گوارا نہ ہو سکا کہ بغیر مقابلہ کئے ہاتھ پاؤں ڈال دیں سب

پہلے میرے بھائی فضل ابن جعفر جو گھوڑے پر سوار تھے تلوار کھینچ کے کھڑے ہو گئے اور کہا کسی ڈاکو نے اِدھر کا رُخ کیا تو زمین پر پڑا پھڑکتا ہو گا، ساتھ ہی میرے شوہر عباس بن محمد اونٹ کی پیٹھ پر سے کود پڑے اور "یا آل عباس" کا نعرہ لگایا۔ ان کے بعد میرے دونوں بھتیجے علی اور محمد بھی نیچے تول تول کے کھڑے ہو گئے کہ لٹیروں کو ہماری محملوں تک نہ پہنچنے دیں۔

اب دشمن دبے دین خرمیوں نے یہ دیکھ کے کہ ایک گروہ ان کے مقابلے پر آمادہ ہے۔ ہماری طرف رخ کیا۔ کئی سو آدمی نیزے لے کے چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے، اس وقت ہمارے لوگوں کا یہی شعار تھا کہ "یا آلِ عباس"۔ اور ہر شخص کی زبان پر یہی کلمہ جاری تھا جس کو دو چار دفعہ سن کے میرے دل میں بھی کچھ ایسا جوش پیدا ہوا کہ ریحانہ کو سمجھایا تم خبردار اپنی اسی محمل پر بیٹھی رہنا اور اپنے شوہر کا نیزہ لے کے یا آل عباس؛ کا نعرہ لگاتی ہوئی اونٹ سے کود پڑی اور دل میں ٹھان لی کہ جو دشمن سامنے آئے گا اسے نیزے سے مار کے گرا دوں گی۔

لیکن تھوڑی ہی دیر میں ہمارے مردوں کا خاتمہ ہو گیا۔ دشمنوں کی اس قدر کثرت تھی کہ کسی کے بنائے کچھ نہ بنی، پہلے میرے شوہر عباس جنت کو سدھارے، ان کے بعد بھائی نے جام شہادت پیا، میرا بھتیجا محمد بھی ایک کافر کے نیزے میں چھد کے رہ گیا، صرف علی باقی تھا کہ اس پر بھی ایک خرمی نے تلوار ماری مگر تلوار مارنے سے پہلے ہی میں دوڑ کر اس سے لپٹ گئی اور دشمن

کا وار ہم دونوں پر پڑا، ہم دونوں زخمی ہو کر گرے اور ساتھ ہی میں بے ہوش ہو گئی مگر بے ہوش ہونے سے پہلے میں نے ریحانہ کو کہتے سنا کہ وہ اپنی مہین آواز میں کہہ رہی ہے "معتصم! او معتصم کہاں ہے؟ آ اور ہماری مدد کر"۔

معتصم۔ (بیتابی اور بے اختیاری کے جوش سے) "لبیک لبیک میں آیا"۔

عالیہ۔ اس کے یہ کلمات سنتی ہوئی میں بے ہوش ہو گئی تھی، اور دوسرے دن جب ہوش آیا تو اس وقت بھی یہی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ مگر افسوس کہ آنکھ کھول کے دیکھا تو اس کا پتہ نہ تھا اور اس پر کیا موقوف ہے اپنے لوگوں میں سے کوئی دکھائی نہ دیا۔ اس وقت میں خرمیوں کے شہر بذ میں تھی جہاں ان لوگوں کا کافر سردار بابک رہتا ہے اور ہر وقت شراب کے نشے میں مخمور رہا کرتا ہے، میں ایسے لوگوں میں گھری ہوئی تھی جو میری زبان سے ناآشنا تھے مگر میں ان کی بولی سمجھتی تھی، اب معلوم ہوا کہ میں ایک خرمی کی لونڈی ہوں۔ میرا زخم کاری نہ تھا، موت سے ناامیدی تھی اور اس کمبخت زندگی سے پیچھا چھوٹنا دشوار نظر آتا تھا جو عورتیں اور مرد میرے آس پاس تھے ان سے پوچھتی تھی کہ میرا بھتیجا علی کیسا ہے؟ اور میری بیٹی ریحانہ کہاں ہے؟ مگر کسی نے کچھ نہ بتایا، میری صورت دیکھ کے سب ہنستے اور مضحکہ اڑاتے تھے"۔

دو چار روز میں جب میرا زخم اچھا ہو گیا تو وہ خرمی شخص جو

میری قسمت کا مالک تھا مجھ سے کہنے لگا "تم رات دن رویا کرتی ہو اور ایسی ہر وقت دکھڑا رونے والی لونڈی کو میں نہیں چاہتا بہتر یہ ہو کہ تم اپنے گھر پہنچ جاؤ لیکن تمہارے گھر پہنچنے تک سب سے اچھی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ تم ترکن بن جاؤ میں تمہیں ترکی کہہ کے ابن جلمود کے ہاتھ بیچ ڈالوں گا جو تمہارے بادشاہ المعتصم باللہ کے لئے ترکی قوم کے لونڈی غلام ڈھونڈتا پھرتا ہے، تم فارسی بول لیتی ہو، ترکستان میں رہ کے تھوڑی بہت ترکی بھی سیکھ گئی ہو، اس لئے میں اس سے یہ کہوں گا کہ لونڈی اگرچہ ترکن ہے مگر عربی خوب بول لیتی ہے۔ مجھے تو امیر المومنین تک پہنچکر ریحانہ کا پیام پہنچانا تھا فوراً راضی ہو گئی۔ اس نے آذربائجان میں لے جا کے مجھے ابن جلمود کے ایک ملازم کے ہاتھ ترکن کرکے اچھے داموں پر فروخت کیا اور میں اس تدبیر سے یہاں آئی اور اور خلیفہ تیرے سامنے کھڑی ہوں۔ مگر معتصم! اپنے خاندان کی ایک مظلوم لڑکی کی فریاد سن! اس کی مدد کو پہنچ! تو نہیں سنتا مگر میں ریحانہ کی وہ آواز اس گھڑی تک سن رہی ہوں اور صرف اس لئے زندہ ہوں کہ تجھے انتقام لیتے اور تیرا یہ عہد پورا ہوتے دیکھوں۔"

معتصم۔ میرا عہد اسی وقت پورا ہوگا، میں اپنی عباسیہ بھتیجی کی مدد کو خود جاتا لیکن اس وقت ایسی زبردست مہمیں پیش ہیں جن کی وجہ سے میرا بغداد سے نکلنا مناسب نہیں ہے خیر اس کام کے لئے میں ایک ایسے شخص کو منتخب کرتا ہوں جو مجھ سے

زیادہ خوبی و سرگرمی سے اس خدمت کو انجام دے گا۔" یہ کہتے ہی اُس نے اپنے ایک حاجب کو حکم دیا کہ۔"حیدر افشین کو بلاؤ۔"

معتصم کے حکم ساتھ ہی وہ حاجب اور اُس کے ساتھ بہت سے ہرکارے دوڑے اور معتصم نے ابن علبود کو قریب بلا کے کہا۔"میں نے تمہارا قصور معاف کیا۔ مگر یہ نہ سمجھنا کہ تم بے گناہ ہو تم ایک عباسیہ خاتون کو لونڈیوں کی طرح میرے سامنے لائے۔ تم شاید یہ کہو کہ مجھے دھوکا دیا گیا اور مجھے اس کی خبر نہ تھی۔ مگر تمہیں خبر کیوں نہ ہوئی؟ اتنے دنوں سے بردہ فروشی کررہے ہو اور آج تک اتنی تمیز نہ آئی کہ" ایک عربیہ خاتون کو عجمیہ عورتوں سے تمیز کرو! مگر اسی شریف عربیہ کے طفیل میں اور اسی کے کہنے سے تم کو آزادی دی جاتی ہے۔ مگر سخت تاکید کے ساتھ پھر ایسا قصور نہ ہو۔"

ابن علبود اس مرحمت جاں بخشی پر اظہار شکر گذاری کررہا تھا کہ ایک قوی ہیکل زبردست تن و توش اور چوڑے چہرے کا ترکی سردار جو براق زرہ پہنے اور سر سے پاؤں تک دریائے آہن میں غرق تھا۔ معتصم کے سامنے آیا۔ سینے پر ہاتھ رکھ کے رکوع کے درجہ تک جھکا اور ادب سے دست بستہ کھڑا ہوگیا۔

معتصم "۔ افشین میں جانتا تھا کہ میرے سپہ سالار اسحٰق بن ابراہیم نے اپنی دو سال پیشتر کی مہم میں بابک خرمی کا فتنہ مٹادیا۔

جب اُس نے ایک لاکھ جاویدانی مار ڈالے۔ اور اُن کے ہزاروں
لڑکے اور عورتیں پکڑ کر لایا تھا جس سے مجھے یقین ہو گیا تھا۔ کہ
بابک سے پھر کوئی گستاخی نہ ہو گی۔ مگر نہیں اس کی شرارتیں اب
تک جاری ہیں اور ضرورت ہے کہ اس کا بالکل استیصال کر دیا
جائے۔ اب اس خدمت کو میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ خوب
یاد رکھو کہ یہی تمہاری وفاداری و جاں نثاری کا امتحان ہے۔ تم
نومسلم ہو۔ مجوس کے عقائد و خیالات سے آشنا ہو۔ اُس سرزمین کے
چپے چپے سے اور وہاں کی ہر ہر گھاٹی سے واقف ہو۔ لہذا اس
خدمت کو جس خوبی سے تم انجام دے سکتے ہو کوئی نہیں انجام
دے سکتا۔ تمہاری نسبت بعض لوگوں کو گمان ہے کہ دل سے
ایمان نہیں لائے ہو فقط دکھانے کے لئے مسلمان ہو۔ اور قوم عرب
سے تم کو عناد ہے۔ اپنے دامن سے اس بدنامی کا دھبہ مٹانے
کے لئے تم کو اس سے بہتر موقع نہ مل سکے گا۔ ایک عباسیہ لڑکی
ریحانہ بدکار و سفاک بابک کے ہاتھ میں اسیر ہے اور بیکسی
میں مجھے پکار رہی ہے۔ میں نے اس کی صدائے فریاد سُنی۔ اور
بے اختیار لبیک کہہ دی۔ اس لئے تم اِس مہم پہ میری طرف
سے میری جگہ جا رہے ہو۔ فوراً زبردست لشکر لے کے جاؤ۔ اُس
عباسیہ شاہزادی کو عزت و حرمت سے اور بابک خرمی کو پاؤ
تو زنجیر اور طوق و سلاسل میں جکڑ کے میرے سامنے حاضر کرو۔
فوج اور خزانے سے تم کو برابر مدد پہونچتی رہے گی۔ مگر تم بھی اپنی
روز روز کی کارگذاری کی خبر میرے پاس بھیجتے رہنا۔

افشین نے اپنے صاحب تاج آقا کا حکم سنتے ہی قبول کیا کہ "امیر المومنین کے تمام نصائح و احکام ہر وقت غلام کے پیشِ نظر رہیں گے!"

معتصم:- "تمہارا نام افشین ہے اور تمہارے باپ کا نام کاؤس تھا۔ یہ دونوں کفر کے نام ہیں۔ جن کی وجہ سے تم شرفا و معززین کی نظر میں ذلیل ہو۔ مگر تمہارے اسلامی نام "حیدر" سے میں امید کرتا ہوں کہ بجائے ایک ترکی غلام کے شیر بیشۂ عرب بنا کے دکھا دے گا!"

افشین:- "میں اپنی کارگزاری و جان نثاری سے امیر المومنین کی اس اُمید کو پورا کر دوں گا!"

معتصم:- "بہتر تو اب قصر میں چل کے سپہ سالاری کا پروانہ لو۔ اسی ہفتے میں روانہ ہو جاؤ اور بہت جلد واپس آ کے فتح مندی کی خلعت حاصل کرو!" یہ کہہ کر معتصم نے اُس عباسیہ خاتون عالیہ کی طرف دیکھ کے کہا:- "تم میرے ساتھ چل کے محل میں رہو۔ اور اُمید رکھو کہ بہت جلد تمہاری ریحانہ تم سے آملے گی!"

عالیہ:- "مگر امیر المومنین مجھ سے یہاں خاموش نہ بیٹھا جائے گا۔ میں ایک کے لئے نہیں بلکہ اپنے سارے خاندان کے لئے رو رہی ہوں۔ اور اگر کہیں بیکار ہو کر بیٹھی تو یہ آہ و زاری مجھے زندہ نہ چھوڑے گی۔ حالانکہ میں انتقام پورا ہونے تک زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ امیر المومنین مجھے اجازت دیں گے کہ سپہ سالار حیدر افشین کے ساتھ میں بھی میدان جنگ میں جاؤں۔

انتقام گیر اسلحہ کی آب و تاب اپنی شوق بھری آنکھوں سے دیکھوں، اور جہاں تک مجھ سے بنے امیر المومنین کی فوج کو اپنی کارگزاریوں سے مدد دوں۔ وہاں میں بیکار نہ بیٹھونگی۔ امیرالمومنین کی خدمت بجا لاؤں گی اور یہی مشغولیت میری زندگی کا سہارا ہو گی"۔

معتصم "تمہیں وہاں جانے کا ایسا ہی شوق ہے تو میں تم کو افشین کے سپرد کئے دیتا ہوں"۔

(افشین سے) دیکھو اس محترم خاتون کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور ہمیشہ عزت و حرمت سے رکھنا اور جب کبھی یہ کسی قسم کی مدد مانگے تو اُس میں تامل اور کوتاہی نہ کرنا"۔

اس کے بعد معتصم قصر میں جا کے سریر خلافت پہ جلوہ افروز ہوا۔ اور اُس کے وزیر محمد بن عبدالملک الزیات نے اپنے ہاتھ سے افشین کو خلعت سرفرازی پہنایا۔ پھر اُس عباسیہ عورت کو بھی انعام دینے کا قصد کیا گیا۔ مگر اس نے قطعاً انکار کیا۔ اور کہا "میں اُسی وقت انعام لوں گی۔ جب انتقام پورا ہو چکے گا اور اپنی بیٹی ریحانہ کو لے کے حاضر ہوں گی۔ اس وقت بس اتنی ہی مدد کافی ہے کہ سردار افشین میری خبر لیتے رہیں۔ اور میری ضرورتیں پوری کر دیا کریں"۔ معتصم نے افشین کو اس کی بھی ہدایت کی۔ اور اس کے بعد دربار برخاست ہو گیا۔
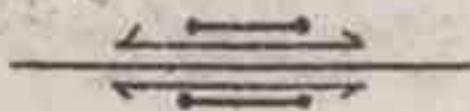
دوسرا باب

بابک خرمی

صحابۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبردست تلواروں نے جب مملکت عجم کی طرف رُخ کیا تو چند ہی روز میں دولت ساسانی ہوا ہو گئی۔ اور پتہ بھی نہ لگا کہ کہاں تھی اور کہاں گئی۔ ایران کو فتح کرتے ہی مسلمانوں نے بلاد عجم میں تعلیم قرآن کے مدارس جاری کر دیئے اور اُن کے ساتھ ہی تبلیغ دین ہونے لگی۔ جس کی برکت سے چند روز میں رعایا کا زیادہ حصہ مسلمان ہو گیا۔ اور اگرچہ مجوس (آتش پرستوں) کو ذمی بن کے اپنے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی حاصل تھی۔ مگر عربوں کی مستعدی و سرگرمی، اور اُن کی امارت و شجاعت کا ایسا اثر پڑ رہا تھا کہ تمام ایرانی خود ہی ذوق و شوق اور جوش و خروش سے دین اسلام قبول کرتے چلے جاتے تھے۔

مگر اس عام ہدایت نے جہاں عجمیوں میں سے بہت بڑے بڑے ائمہ

دین اور امام محمدؒ بن اسمٰعیل بخاری اور امام ابو حنیفہ کوفی کے ایسے
مقتدیان امت پیدا کئے۔ وہاں بہت سے ایسے منافق بھی پیدا
کر دیئے جو بہ ظاہر تو دربار خلافت سے فائدہ اٹھانے کے لئے
مسلمان تھے۔ مگر دل میں کافر عربوں کے دشمن فارسیوں کے ہواخواہ
اسلام سے بیزار۔ اور مجوسیت کے نشۂ تعصب میں سرشار۔ ان منافق
عجمیوں نے اپنی دشمنی پوری کرنے کے لئے دو وضعیں اختیار کیں۔ بعض
نے تو مسلمان بن کے مسلمانوں کے عقائد میں تفرقہ ڈالا۔ اور اُس
وقت کے اہل علم میں شریک ہو کے عربوں میں باہمی اختلافات پیدا
کئے۔ اُن مخالفتوں کو بڑھایا۔ اور ذرا ذرا سے مسائل کو طول دے
دے کے بیسیوں فرقے پیدا کر دیئے اور بعض نے یہ شان اختیار
کی کہ جب موقع ملتا، ایرانیوں میں عربوں کے مذہب اور دولت
خلافت کے خلاف وعظ کہتے اور جہاں اُن کے گرد کوئی گروہ جمع
ہو جاتا علم بغاوت بلند کر دیتے۔

یہ دونوں گروہ خطرناک تھے مگر خوں ریزی اور ملکی برہمی
و بدنظمی کا باعث زیادہ تر آخر الذکر گروہ ہی ہوا کرتا تھا۔ اس لئے
کہ وہ خلیفہ کی سطوت و حکومت میں خلل انداز ہوتے۔ اور نتیجہ
میں اپنے ساتھ ہزارہا خلقت کو قتل کرا دیا کرتے۔

مگر فاتحان عرب نے ابتداءً اُنھیں اپنی شجاعت کا ایسا اچھا
سبق دے دیا تھا کہ ان ایرانی فتنہ جویوں کو سر اٹھانے کی جرأت
نہ ہو سکتی تھی۔ عربی سطوت سے دبے ہوئے تھے۔ اور سرکشی کا
حوصلہ پست تھا۔ اس پہ بھی بعہد ہشام بن عبد الملک خاقان

نام اطراف خراساں و عجم کا ایک باغی اُٹھ کھڑا ہوا. جس کو ایرانیت کی محبت میں اس قدر غلو تھا کہ عربوں سے دشمنی رکھتا اور اُن کے ساتھ اُن کے مذہب حق سے بھی بیزار تھا..... آخر سنہ ۱۹۹ھ میں وہ بہت سی فتنہ انگیزیوں کے بعد قتل ہوا۔ اور اُس کا فتنہ دور ہونے پہ معلوم ہوا کہ اب میدان صاف ہے۔

اسی زمانے میں بنی امیہ کے خلاف بنی عباس دعوائے خلافت کی تحریک شروع ہوئی تو اُن عجمیوں نے جو خلافتِ عرب کے خلاف تھے۔ اس موقع کو غنیمت سمجھ کے آلِ عباس کے نقیبوں کا ساتھ دیا۔ اور ابو مسلم خراسانی کے ساتھ سیاہ عباسی جھنڈا بلند کیا۔ اس شرکت میں ان لوگوں کی صرف یہ غرض تھی کہ باہمی جنگ و پیکار سے عربوں کی قوت کمزور ہو۔ اور عجمیوں کی اس عام شورش کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۳۲ھ میں خلافت بنی امیہ کا دفتر اُلٹ گیا، اور خلافت عباسی شروع ہوئی۔

لیکن یہ نئی عربی دولت جب قوت کے ساتھ قائم ہوگئی تو ان عجمی دشمنان عرب کو نظر آیا کہ اس انقلاب سے ہمارا مطلب نہ نکلا۔ حکومت و فرمانروائی عربوں ہی کے ہاتھ میں رہی، اور ہم اب بھی ویسے ہی عربوں کے غلام ہیں۔ جیسے کہ پہلے تھے۔ اب بہ نسبت سابق کے اُن لوگوں کا حوصلہ کسی قدر بڑھ گیا تھا۔ اس لئے کہ اُن کے دماغوں میں بسی ہوئی تھی کہ خلافت بنی امیہ کا تخت ہمیں نے اُلٹا ہے۔ اور بنی عباس کو ہمیں نے خلافت دلوائی ہے۔ لہذا اب اُن کی جوش سرکشی میں بقیہ ادبی و بیتابی بہت

بڑھی ہوئی تھی۔ جس کا ظہور پہلے تو خود ابو مسلم خراسانی کے عقائد اور طرز عمل سے ہوا۔ اور جب وہ خلیفہ، ابو جعفر منصور کے ہاتھ سے قتل ہو گیا تو خراسان کے عجمی شورش پسندوں کو ایک بہانہ ہاتھ آگیا۔

اس موقعہ پر سنباذ نام ایک شخص جو مجوسی العقیدہ اور پارسی الاصل تھا۔ ابو مسلم کے انتقام کا دعویدار ہوا۔ بہت سے پارسی، اور نو مسلم جاں نثاران ابو مسلم اُس کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے اور سارے ایران میں ایک ہنگامہ عظیم بپا ہو گیا۔ آخر عساکر خلافت نے ۱۳۷ھ میں جا کے اس کا قلع قمع کیا اور وہ بھاگتا ہوا مارا گیا۔

اُس کے چار ہی سال بعد ۱۴۱ھ میں ابو مسلم اور سنباد کے پیرووں نے ایک عجیب عنوان سے خاص بغداد میں ہنگامہ پیدا کر دیا۔ اب یہ لوگ "راوندی" کہلاتے تھے۔ تناسخ کے قائل تھے۔ اور دعویٰ کرتے تھے کہ جو روح حضرت آدم کے جسد میں تھی۔ وہ عثمان بن نہیک نام اُن کے ایک مقتدا کے جسم میں ظاہر ہوئی ہے۔ ان کا پروردگار اور رزاق مطلق خلیفہ منصور ہے اور فرشتہ جبرئیل ہیثم بن معاویہ کی صورت میں آشکارا ہوا ہے۔ ان لوگوں کا جم غفیر جس میں ہزارہا خراسانی و عجمی تھے۔ بڑے جوش عقیدت کے ساتھ خراسان سے چل کے بغداد میں پہونچا! جیسے ہی منصور کا قصر نظر آیا۔ سب نے غل مچایا۔ "یہ ہمارے پروردگار کا محل ہے"! یہ کہہ کے گردش کے منصور

کو بڑا غصہ آیا۔ اُن کے دو سو سرغنا گرفتار کر کے قید خانے میں بھیج دیئے۔ منصور کا یہ رنگ دیکھ کے یہ راوندی لوگ بگڑ کھڑے ہوئے۔ شہر میں ہنگامہ مچا دیا۔ اور اپنے اُس خدا سے لڑنے کو تیار ہو گئے۔ جسے یہ پروردگار اور رزّاق مطلق بتاتے تھے۔ مشکلوں سے یہ فتنہ دور کیا گیا۔ مگر اس قدر خطرناک تھا کہ منصور کی جان کا اندیشہ تھا۔

اس کے نو برس بعد منصور ہی کے زمانے اور ۱۵۰ھ میں مشرقی قلمرو خلافت میں اُستاذسیس نام ایک شخص تین لاکھ اہل ہرآت، بادغیس اور سیستان کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا۔ نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور اُس کے پیروؤں نے مسلمانوں کو لوٹنا مارنا شروع کیا۔ اور مسلمان رعایا کی بے آبروئی و بے حرمتی ہونے لگی۔ جو پہلا اسلامی لشکر اس کے مقابلے کو گیا۔ اسے شکست دی۔ سپہ سالار کو مار ڈالا۔ بہت سے نامور سردارانِ عرب اُس کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ صدہا پاک دامن خاتونیں اُس کے تصرف میں جا کے بے عزت ہوئیں، اور سارے خراسان پر اُس کا فتنہ ہو گیا۔ آخر ولی عہد خلافت مہدی منتخب فوج لے کے اُس کے مقابلے کو گیا۔ اُسے شکست دی۔ اُسکے ستر ہزار پیرو اسیر ہوئے۔ اور وہ خود مع اپنے خاندان والوں کے گرفتار کر کے بغداد میں پابہ زنجیر لایا گیا۔ اور اس کا فتنہ دور ہوا۔ بعض اہل تاریخ کہتے ہیں کہ یہی اُستاذسیس خلیفہ مامون کا نانا تھا۔ اس کی بیٹی مراجل جب گرفتار ہو کے گئی تو ہارون رشید کے

حرموں میں شامل ہوئی، اور اُسی کے بطن سے مامون پیدا ہوا۔

اس ہنگامے کو بھی تھوڑے ہی سال گزرے تھے کہ ۱۶۵ھ میں خراسان ہی کے اندر ابن مقنع ظاہر ہوا۔ یہ ایک کانا، اور پستہ قد شخص تھا۔ اور مختلف علوم میں دستگاہ رکھنے کی وجہ سے حکیم کہلاتا تھا۔ اپنی بدصورتی دور کرنے کے لئے منہ پر ایک سونے کا خوبصورت چہرہ بنا کے لگا لیا تھا۔ ہمیشہ اسی سنہرے چہرے میں نظر آتا۔ اور کبھی اپنی صورت نہ دکھاتا۔

دعویٰ یہ تھا کہ میں خود خدا ہوں۔ خدا نے آدم کا پتلا بنایا اور اُس میں خود حلول کر کے نمودار ہوا۔ پھر وہی انبیائے سلف کی صورتوں میں آشکارا ہوتے ہوتے آخرکار ابو مسلم خراسانی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور اُس کے بعد وہی ہاشم کی صورت میں نمایاں تھا۔ اور کہتا کہ وہ ہاشم میں خود ہوں۔ بہرحال اُس کے مذہب میں انبیا اور یہ سب لوگ ہندوؤں کے مذاق کے مطابق اوتار تھے۔ تناسخ کا قائل تھا اور اسی عقیدے نے یہ سب کرشمے پیدا کئے تھے۔

اُس پر مشرق ایران و خراسان کے ہزاروں جہال ایمان لے آئے۔ جو اُس کے آگے ہر طرف سے آ کے سجدے کرتے۔ اور لڑائی میں اُسی کا نام لے لے کے مدد مانگتے۔ وہ کہتا تھا کہ ابو مسلم خراسانی جناب رسول خدا صلعم سے افضل و اعلیٰ تھا۔ آخر ۱۶۱ھ میں جب وہ محصور ہو کے بے دست و پا اور مایوس ہو گیا تو اپنے

قلعے میں آگ لگوائی پہلے اپنے گھوڑے مویشی اور اپنا سارا مال و اسباب اور کل سرمایہ اُس میں ڈال کے جلا دیا۔ پھر سب سے کہا۔ "جو میرے ساتھ آسمان پہ چلنا چاہتا ہو اس آگ میں پھاند پڑے"۔ یہ کہہ کر خود مع اہل وعیال کے آگ میں پھاند کے جل مرا۔ اور بہت سے اُس کے رفقا نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ اس واقعے کے بعد اُس کا ہنگامہ فرو ہو گیا۔ مگر پھر بھی عربوں سے تعصب رکھنے اور عجمیت کو اہل عرب کی غلامی سے آزاد کرانے کا جوش مٹا نہ تھا صرف دب گیا تھا۔

اسی زمانے میں یوسف برم نام ایک خارجی نے خراسان میں بہونچ کے لوگوں کو اپنی طرف بلایا۔ اور خلافت سے اختلاف ظاہر کیا۔ ہزارہا آدمی اُس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ لیکن بعساکر خلافت نے اُسے بھی گرفتار کر کے بغداد میں اس شان سے داخل کیا کہ اونٹ پہ اُلٹا، یعنی دم کی طرف منہ کئے بیٹھا تھا۔ اس کے بعد اُس کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ اور پھر مصلوب کر کے مارا گیا۔

اب عجمی بے دینی کا یہ جوش اس قدر دب گیا تھا کہ مدت تک کسی کو سر اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ ہارون رشید کی سطوت نے سب کو دبائے رکھا۔ اور جب خاندان برامکہ کا خاتمہ ایک آن کی آن میں خلیفہ کے ایک ادنے اشارے پہ ہو گیا۔ تو سب کو یقین آ گیا کہ اب عربی قوت کو یہ شمشیر مغلوب کرنا امکان سے باہر ہے۔
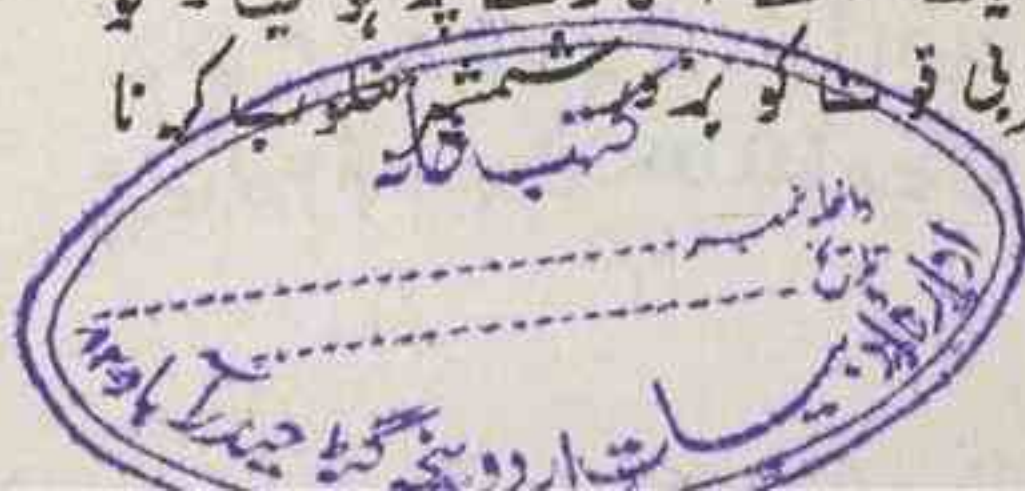
رشید کے بعد جب امین اور مامون میں جھگڑا ہوا تو مامون خراسان میں تھا۔ اُس نے اہل عجم کو اپنا ننہالی رشتہ دار تسلیم کر کے اُن کی استمالت شروع کی۔ اور انھوں نے بھی یہ دیکھ کے اک خاندان خلافت ہی کا ایک شاہزادہ اپنا ہوا جاتا ہے۔ ہر طرح سے اُس کا ساتھ دیا۔ اور اُس کی طرفداری میں جوش و خروش سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور جب مامون کو فتح ہوئی امین مارا گیا اور ساری قلمرو خلافت مامون کے قبضہ میں آ گئی تو عجمیوں کا حوصلہ پھر بڑھ گیا۔ اور یہ سمجھنے لگے کہ مامون ہمارا ہے اور ہم نے جس طرح اپنی تلوار سے بنی اُمیہ کا دفتر اُلٹا تھا۔ اُسی طرح اب اپنے بھانجے مامون کو فرماں روائے اسلام بنا دیا۔ بہرحال مامون رشید کے زمانۂ خلافت میں اُن لوگوں کو یہ اطمینان رہا کہ موجودہ فرماں روا اگرچہ ہمارا ہم عقیدہ نہیں۔ مگر اُس کے جسم میں ہمارا خون موجود ہے۔ اور مامون جو کہ صاحب علم و ذی فہم تھا۔ اُن لوگوں کو بدعقیدگی و الحاد سے روکے رہا۔

لیکن مامون ہی کے زمانے میں سنہ ہجری کی دو صدیاں پوری ہونے کے بعد جیسے ہی تیسری صدی شروع ہوئی۔ اُس باسی کڑھی میں پھر اُبال آ گیا۔ مامون نے اسی سال جناب امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا، اور اپنی بیٹی آپ کے عقد میں دے دی تھی۔ غالباً مامون کی یہی کارروائی عجمی مخالفان عرب کو ناگوار ہوئی۔ اور اُن کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مامون کی اس

حرکت سے پھر خلافت و حکومت اہل عرب میں جاتی ہے اور عجمیہ عورت کے فرزند کے تخت نشین ہونے سے ہمیں جو حق مل گیا تھا۔ وہ پھر ہم سے چھینا جاتا ہے۔ بس اس خیال نے ایرانیوں میں پھر ایک سخت شورش پیدا کر دی۔ ۲۰۱ھ میں یعنی عین اسی سال جس میں جناب امام رضا ولی عہد قرار پائے تھے۔ بابک نام ایک عجیب و غریب شخص اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور سخت ہنگامہ مچا دیا۔

ان دنوں شمالی فارس میں بہت سے مجوس رہتے تھے۔ اور اُن میں ایک خاص فرقہ جاویدانی کے لقب سے مشہور تھا۔ جاوید کے معنی "ازلی" اور "غیر فانی" کے ہیں۔ مگر اس فرقے کو یہ نام اس لئے ملا کہ اُس کا بانی میسانی جاویدان نام ایک شخص تھا جو "بذ" نام ایک شہر میں رہتا، اور گرد و پیش کے آتش پرستوں پر حاکم تھا۔ اُس کا شہر بذ پہاڑوں کے اندر ایک نہایت ہی محفوظ مقام میں واقع تھا۔ اور ایسی دشوار گذار گھاٹیوں اور پیچ در پیچ دروں میں سے ہو کے راستہ گیا تھا، کہ جبال طالقان کے اندر وہ بالکل ہی ناقابلِ گذر خیال کیا جاتا تھا۔ جاویدان یہاں اطمینان سے بیٹھ کے اپنے مذہب کی تعلیم دیتا اور اپنے پیروؤں کو عربوں کی مخالفت کا جوش دلاتا۔ وہ تناسخ کا قائل تھا۔ محرمات ابدیہ کے ساتھ نکاح کرنا جائز سمجھتا۔ اور شراب کو شیر مادر خیال کرتا۔

جاویدان کے بعد اُس کا جانشین اور شہر بذ کا حاکم

بابک خرمی ہو گیا۔

جو بوجہ اس کے معتقدوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔جس سے فائدہ اُٹھانے کو ایک مسرت خیال کرتا۔ اپنے آپ کو خرمی کے لقب سے مشہور کرتا۔ ۔۔۔۔۔۔بابک خرمی نے جب چند روز تک اندر ہی اندر اپنی طاقت بڑھا لی تو ۲۰۱ھ میں بغاوت اور سرکشی کا اعلان کر دیا۔ اور مسلمان قافلوں کو جو خراسان اور عراق کے درمیان میں برابر آتے جاتے رہتے تھے۔ لوٹنا مارنا شروع کیا۔ قرب و جوار کے شہروں پر جس میں مسلمان آباد تھے۔ اچانک جا پڑتا۔ جو مزاحم ہوتا اُسے قتل کر ڈالتا۔ اور مسلمان عورتوں اور لڑکوں کو لونڈی غلام بنانے کے لئے پکڑ لے جاتا۔ ہوتے ہوتے اُس نے آذربائیجان سے مازندران تک سارے علاقے کو زیر اثر کر لیا۔ اور اُس کے استیصال کی جو کوشش کی جاتی اُس میں قطعی ناکامی ہوتی۔ اس لئے کہ چاہے کتنا ہی بڑا زبردست لشکر اور کیسا ہی ہیلتن پہلوان کیوں نہ ہو، اُس کے مقابلے پر جاتا اور شکست کھا کے ناکام و نامراد واپس آتا۔ بابک بلائے ناگہانی کی طرف یکایک حملہ کر کے اُسے پریشان کر دیتا۔ اور اگر یہ دیکھتا کہ حریف زبردست ہے تو فوراً بھاگ کے پہاڑوں میں چھپ رہتا۔ اور پھر کسی کو اُس تک پہونچنا غیر ممکن ہوتا۔

مامون ہی کے زمانے میں یہ فتنہ بہت طول کھینچ چکا تھا۔ یہاں تک کہ ۲۰۵ھ میں اُس نے اپنے ایک نامور سپہ سالار عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو حاکم آذربائجان مقرر کر کے حکم دیا۔

کہ بابک خرمی کا فتنہ دور کرے۔ لیکن اُسے جاتے ہی شکست ہو گئی اور جو لشکر اُس کے ساتھ گیا تھا تباہ ہو گیا۔ دو سال بعد.... جب مامونؔ نے دیکھا کہ دشمن اسلام خرمیوں کی شورش بڑھتی ہی جاتی ہے تو ایک اور سردار جس کا نام علی بن صدقہ تھا۔ اور زُریق کے لقب سے مشہور تھا، روانہ کیا۔ اُس نے اپنی طرف سے احمدؔ بن جنید اسکافی کو بابکؔ کے مقابلے پر بھیجا۔ اُسے بابکؔ نے اپنے پہاڑی درّوں میں گھیر کے گرفتار کر لیا۔ اور لطف یہ ہوا کہ بابک کی سرکشی کو بار آور دیکھ کے زریق بھی باغی ہو گیا۔ اب ابراہیم بن لیث والی آذربائجان بنا کے بھیجا گیا۔ اور اس ہنگامے کے دبانے کا کام اُس کے سپُرد ہوا۔ مگر اُس کے بنانے سے بھی کچھ نہ بنی۔

آخر مامونؔ نے جوش میں آ کے ۲۱۱ھ میں محمدؐ بن حمید طوسی کو روانہ کیا کہ زریق اور بابکؔ دونوں کو سرتابی و سرکشی کی سزا دے اُس نے زریق کا تو کام تمام کر دیا۔ مگر بابک کے مقابلے پر اُس نے کوہستانی علاقے میں جا کے خرمیوں سے شکست کھائی اور بابک کے ہاتھ سے مارا گیا۔ یہ نہایت ہی نامور فیاؔض اور ہر دلعزیز شخص تھا۔ جس کی شہادت کا حال معلوم ہوتے ہی شعرائے عرب نے اُس کے مرثیے کہے۔ اور مامونؔ کو اُس کے مارے جانے کا بڑا ملال اور صدمہ ہوا۔

اس واقعہ نے خرمیوں کا زور سارے فارس میں بڑھا دیا۔ بہت سے لوگ ڈر کے اور بہت سے اُن میں کوئی معجزہ یا کرشمہ تصور کر کے اُن کے دین پر ایمان لے آئے اور سارے علاقہ جات جبل، ہمدان،

اصفہان۔ اور مازندران کی ہزارہا خلقت بابک کا کلمہ پڑھ کے خرمیوں کے مذہب میں داخل ہو گئی۔ ان لوگوں نے علاقۂ ہمدان میں بڑا بھاری لشکر جمع کیا۔ اور کوشش کرنے لگے کہ ساری مملکت فارس وعجم کو عربوں کے قبضے سے چھین لیں۔

اسی سال اتفاقاً مامون رشید نے سفر آخرت کیا۔ اور اُس کے جانشین المعتصم نے تخت خلافت پہ قدم رکھتے ہی یہ خوفناک ہنگامہ نظر کے سامنے پایا۔ اور اُس کا تدارک سب کاموں سے زیادہ مقدم نظر آیا۔ چنانچہ اس نے ایک زبردست لشکر جمع کر کے اسحٰق بن ابراہیم بن معصب کو اُس کا سپہ سالار مقرر کیا اور اسے ۲۱۹ھ میں روانہ کیا کہ اپنے حسن تدبیر سے اس فتنے کو دور کرے۔ اسحٰق ایک طوفان عظیم کی طرح گرجتا کڑکتا اور بجلیاں گراتا ہوا ہمدان میں پہونچا۔ خرمیوں کا زور اب اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بجائے پہاڑوں میں چھپ کر لڑنے کے وہ میدان میں صف آرا ہو گئے۔ اور بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ جس میں بابک کو بڑی بھاری شکست ہوئی۔ وہ تو بھاگ کے اپنے پہاڑوں میں ہو رہا۔ مگر اسحٰق کے سپہ گروں نے خرمیوں کے چن چن کے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کے قتل کرنا شروع کیا۔ کہتے ہیں کہ اس فتح کے موقع پر اُس نے ایک لاکھ سے اونچے خرمی قتل کیے۔ اُن کے بے انتہا لڑکوں اور عورتوں کو اسیر کر لیا۔ اور ہزاروں لونڈی غلاموں کے ساتھ بغداد میں واپس آیا۔ جہاں بڑی دھوم دھام سے اُس کا استقبال کیا گیا۔

اس فتح نے مسلمان سرداران کو بے پرواہ اور بابک کی کاروائیوں سے غافل کر دیا۔ مگر وہ اب تک اسی جوش وخروش سے اپنے دین کی تبلیغ اور قتل و غارت کا میدان گرم کئے ہوئے تھا۔ یہ ملک اس قدر پیچیدہ تھا کہ اس کی گھاٹیاں اس درجہ تنگ اور پیچ وخم سے بھری ہوئی تھیں۔ اور تمام راستے اس قدر الجھاؤ کے تھے کہ بابک کے دارالسلطنت شہر "بذ" تک تو پہنچنا بڑی بات تھی۔ ان پہاڑوں کے اندر داخل ہوتے ہی انسان کی زندگی بالکل بابک کے اختیار میں ہو جاتی اور یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے آزمودہ افسر اور نامی گرامی سپہ سالار اس کے مقابلے میں زک اٹھا گئے۔

بدقسمتی سے خراسان کے قافلوں کا راستہ انہیں پہاڑیوں میں سے ہوکر گذرتا تھا۔ جن پر بابک کو پورا دست برد حاصل تھا۔ اور اب چوں کہ اس کے لاکھوں پیرو قتل ہو چکے تھے۔ اس لئے جو مسلمان اس کے ہاتھوں پڑ جاتا عام اس سے کہ ساری ہو یا تاجر زندہ نہ بچتا۔ اس نے مے کشی کو حلال وطیب ہی نہیں ثواب کا کام بنا دیا تھا۔ لہٰذا جس طرح وہ خود ہر وقت مخمور رہتا اسی طرح اس کے پیرو بھی جب دیکھیے نشہ میں جھومتے ہوتے۔ اور سرشار نظر آتے اس عام بدمستی نے ان لوگوں کی اخلاقی حالت بہت ہی خراب کر رکھی تھی۔ جو بستیاں ان کے قبضے میں تھیں۔ ان میں کوئی عورت بھی بے آبروئی سے نہ بچ سکی تھی۔

اسی اثنا میں وہ قافلہ بھی گذرا جس میں عباسی خاندان کی معزز محترمہ خاتون عالیہ اور اس کے اعزہ تھے۔ جو ترکستان و

وخراسان کے صدہا حجاج کے ساتھ سمرقند سے بغداد کو آرہے تھے سارا قافلہ لٹ گیا۔ اس کے مرد قریب قریب سب قتل ہوئے اور عورتیں بے آبرو کرنے کے لئے پکڑلی گئیں۔ عربی نژاد عورتوں نے بے کسی اور بے دست وپائی کی حالت میں اور اپنی جان وعزت کے دشمنوں کے ہاتھ میں پڑتے وقت آہ وزاری شروع کی۔ انھیں میں ربحانہ نے کمال وحسرت ویاس کے ساتھ المعتصم کو پکارا۔ جس کی مسند نشینی خلافت کا آوازہ نیا نیا بلند ہوا تھا۔ اس کی وہ صدائے فریاد اس کی ماں عمالیہ کے ذریعہ سے المعتصم کے کانوں تک پہنچی جو اپنی گذشتہ فتح کے غرور میں بابک خرمی کے فتنے کو بھول گیا تھا۔

تیسرا باب

قلعہ شاہی

آفتاب غروب ہو رہا ہے اور علاقہ آذر بائجان کے قلعہ شاہی کے ایک برج کے کلس کے محاذی آسمان پر چھٹی سا تویں شب کے ہلال میں خود بخود روشنی پیدا ہو گئی ہے۔ اس کی ہلکی ہلکی روشنی میں چار شخص تیز دم مگر تھکے ہوئے گھوڑوں پر سوار اس قلعہ کی طرف لپکے چلے جاتے ہیں۔ تاکہ رات ہونے سے پہلے ہی قلعہ کے اندر داخل ہو جائیں۔ یہ قلعہ جو ان دنوں علاقہ آذربائجان کے بڑے زبردست قلعوں میں سے شمار کیا جاتا تھا۔ اگرچہ ان تیز رو سواروں کو بالکل قریب نظر آ رہا تھا۔ مگر پھر بھی تین چار میل سے کم مسافت پر نہیں ہے۔ یہ لوگ قریب کے جنگل اور پہاڑوں سے ابھی نکلے ہیں۔ اور اب چونکہ ان کے سامنے مسطح میدان ایک دلکش مرغزار کی صورت میں نمایاں ہے۔ اس لئے رات ہوتے ہوتے

قلعے میں پہونچ جانے کی امید بندھ گئی ہے۔ اور کوشش کر رہے ہیں کہ جس قدر جلد ہو سکے اس رفیع الشان اور سربفلک پھاٹک کے نیچے جا کھڑے ہوں۔ جو شام کے دھندلکے میں ایک کالی ڈراونی دیو ہیکل شے نظر آ رہا ہے۔

خاموشی سے چلتے چلتے ایک نے اپنے برابر والے رفیق کی طرف دیکھ کے کہا "خورزاد! اب تو یقین ہے کہ ہم پہونچ جائیں گے۔ تم تو یہاں رہو۔ قلعے کا پھاٹک کس وقت بند ہوتا ہے؟"

خورزاد "بس دو گھڑی رات گئے کے بعد قلعہ میں کوئی نہیں داخل ہو سکتا!" مگر جن دنوں کسی قسم کا خطرہ ہوتا ہے۔ چراغ جلتے ہی بند ہو جاتا ہے۔

پہلا "ہم تو سویرے پہونچ جاتے مگر پہاڑوں میں راستہ بھول گئے۔ اور گھنے جنگل میں بے راہ چلنے کی وجہ سے ہر ہر قدم پر بڑے بڑے درخت راستہ روکتے تھے۔ خیر اب ہمیں اس قلعے میں پہونچ کے اپنے سردار عصمت کے آنے کی خبر کر دینا لازمی ہے۔ ورنہ انھیں بڑی تکلیف ہوگی۔ وہ پچھلی رات سے پہلے یہاں نہ پہنچ سکیں گے اور اس وقت شاید پھاٹک نہ کھل سکے۔

خورزاد "فرخ چہر۔ اس وقت کیا معنی اس وقت بھی اگر بند ہوں تو پھر اس کا کھلنا غیر ممکن ہے۔ یہاں کے حاکم محمد بن مغیث کا معمول ہے کہ قلعے کے پھاٹک بند کروا کے کنجیاں خود اپنی جیب میں رکھ لیا کرتا ہے۔ اور شام ہوتے ہی اپنے حرموں میں چلا جاتا ہے۔ جہاں کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اگر ہمارے پہونچنے سے پہلے پھاٹک

بند ہو گیا تو ہمیں بھی رات بھر باہر رہنا پڑے گا۔

فرخ چہر: افسوس ایسے بھٹکے کہ رات گئے پہونچیں گے۔ حالانکہ ہمیں پہر دن پہونچ جانا چاہیئے تھا۔

خورزاد: تمہیں جانو! تم تو کہتے تھے کہ راستے سے خوب واقف ہوں۔ ہم بدو میں کوئی اچھا رہبر ساتھ لے لیتے۔ اگر تمہارے اطمینان دلانے سے اس کی ضرورت نہ معلوم ہوئی"

فرخ چہر: میں فی الحقیقت اس راستے سے کئی بار گذرا ہوں۔ مگر آج اتفاق سے بھول گیا!"

خورزاد: ساری خرابی تمہاری وجہ سے ہوئی۔ اپنے پڑاؤ سے ہم ایسے وقت چلے تھے کہ ہمارے سردار عصمت اور ہم سب بغیر کسی تردد کے دن ہی دن کو پہونچ جاتے۔ مگر تمہارے بھٹک جانے سے اوّل تو یہ ہوا کہ ہمارے سردار اپنے سارے لشکر کے ساتھ اس وقت تک جنگل میں ٹھوکریں کھاتے اور پہاڑوں سے ٹکراتے ہوں گے۔ اور اگر ہم تبریز کے قلعے میں نہ داخل ہو گئے تو ہم اور وہ سب رات بھر پریشان ہوں گے۔ اور خدا جانے کیا کیا واقعات پیش آئیں۔ ہمارے لئے کسی کھلے میدان میں شب بسر کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے"

فرخ چہر: تو پھر گھوڑے بڑھاؤ۔ اگر میں راستہ بھول گیا تو پھر میں اس کی بھی کوشش کروں گا کہ جس طرح ہو سکے ہم اور ہمارے سردار آج کی رات قلعۂ تبریز کے اندر اور یہاں کے حاکم محمد بن بعیث کی مہمانی میں بسر کریں۔ یہ کہتے ہی اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔

ساتھ ہی خورزاد نے بھی گھوڑے کو للکارا۔ اور چاروں سوار اپنے تھکے ہوئے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑانے لگے اور دم بھر میں قلعے کے پھاٹک پر تھے۔

اس وقت دو گھڑی رات جا چکی تھی۔ ناقص چاند کا قرب چھوڑ کے سارے آسمان پر تارے روشن ہو گئے تھے اور اس کی روشنی میں کوہستان آذربائیجان کے صدہا قلعے اپنے سیاہ جسم پر رات کی تیرگی کی قبائیں پہنے کھڑے تھے اور قافلے کے اونٹوں کی طرح ایک قطار میں منسلک ہو کے جنوب سے شمال کی طرف چلے گئے تھے۔ جن کا جواب قلعۂ شاہی کے بلند کنگرے اور اس کا عظیم الشان پھاٹک دے رہا تھا۔ چاروں سواروں نے جو بڑی ہی امید و آرزو سے آئے تھے اور یہاں تک پہنچتے پہنچتے پسینے پسینے ہو گئے تھے۔ پھاٹک کے قریب آ کے دیکھا کہ بند ہو چکا تھا سب کے چہرے اتر گئے۔ اور فرخ چہر نے اپنے رفیقوں کی طرف دیکھ کے کہا۔
اب کیا ہو گا؟"

خورزاد "جو کچھ ہو پھاٹک کھلنا تو اب غیر ممکن"

فرخ چہر "(ایک دوسرے رفیق کی طرف متوجہ ہو کے جو عمر میں ان دونوں سے زیادہ معلوم ہوتا تھا) "بہروز تمھیں بتاؤ کہ اب ہم رات کہاں بسر کریں؟"

بہروز "مایوس نہ ہو! ہم سب دروازے کو کھٹکھٹائیں اور خوب غل مچائیں کوئی تو سُنے گا؟ (چھوٹے رفیق سے) ماہیار تمھاری کیا رائے ہے۔؟"

ماہیار نے " اس کے سوا اور کوئی کیا کر سکتا ہے؟ بلکہ میں کہتا ہوں۔ کہ پہلے تو ہم خوب غل مچائیں اور یوں سماعت نہ ہو بغیر اجازت کے چوروں کی طرح قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کریں۔ میں یہیں نہیں کوہ قاف کے علاقے اور کوہ البرز کے نواح میں مدتوں ڈکیتی اور قزاقی کرتا" ـــــ جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ کسی نے اوپر سے کہا " مگر قلعہ شاہی کوہ البرز سے زیادہ مضبوط ہے۔ اور یہاں چوروں کی وہاں سے زیادہ مرمت ہوتی ہے۔" اس آواز پر سب نے منہ اٹھا کر اوپر دیکھا تو نظر آیا عین پھاٹک کے اوپر زمین سے تیس پینتیس گز بلند ایک جھروکا ہے اور چاندنی کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اس میں سر نکالے ہوئے ہے یہ خیال کر کے کہ اسی شخص نے یہ الفاظ کہے ہوں گے ماہیار نے چلا کے کہا " ہم نہ چور ہیں نہ ڈاکو۔ تمھارے حاکم محمد بن مغیث کے دوست اور اپنے ہادی و مقتدا حضرت بابک کے فدائی ہیں۔ اور اپنے سردار عصمت کے ہمراہ آئے ہیں۔ کہ تمھاری مدد کریں۔" اس کے جواب میں اس شخص نے کہا " اگر عصمت کے سپاہی ہو تو تمھیں معلوم ہو گا کہ مغرب کے بعد اس قلعہ کا پھاٹک بند ہو جاتا ہے تو پھر صبح سے پہلے نہیں کھل سکتا۔"

خورزاد " خوب معلوم ہے اور اسی لئے ارادہ کر کے چلے تھے۔ کہ غروب آفتاب سے پہلے یہاں پہنچ جائیں گے۔ مگر راستہ بھول گئے اور بڑی دیر تک وادیوں میں اور گھاٹیوں میں ٹکراتے پھرے۔ شام کے قریب ایک کوہ پات (پہاڑ کے چوکیدار) کی مدد سے راستہ ملا۔ مگر اس نے بتا دیا کے سارے لشکر اور پیدل سپاہ کے یہاں تک

پہونچنے کا راستہ چکر کا ہے اور اس راہ سے ہم مع اپنے لشکر کے آدھی رات سے پہلے یہاں نہ پہونچ سکیں گے۔ اس نے ایک ایسا راستہ بھی بتایا جو بہت ہی تنگ گھاٹیوں سے گزر کے اور دو بلند چوٹیوں پر چڑھ کے آنے کا ہے اور وہ دو ہی تین گھنٹوں میں قلعۂ شاہی تک پہونچا سکتا ہے۔ لیکن اس راستے سے دو چار سواروں یا پیدل سپاہیوں کے سوا زیادہ آدمی نہیں گزر سکتے۔ یہ سن کے عصمت نے ہم چند سواروں کو اس کے نزدیک کے راستے سے دوڑایا۔ کہ جہاں تک بنے سب سے پہلے پہونچ کے ان کے دوست سردار ابن مغیث کو خبر کر دیں تاکہ وہ آج رات کو ان کے آنے کے وقت تک پھاٹک کھلا رکھیں۔"

شخص "اس کا کیا ثبوت کہ تم بابک خرمی کے مرید اور ان کے سپہ سالار عصمت کی فوج کے سپاہی ہو؟ یا تو ابھی تم اپنی قزاقی اور ڈکیتی کا ذکر کر رہے تھے اور چوروں کی طرح قلعے میں گھسنے کی تدبیریں سوچتے تھے یا اتنی دیر میں عصمت کے سپاہی بن گئے۔"

ماہیار "یہ میں نے اپنی زندگی کا مدت کا واقعہ بیان کیا تھا اور چوروں کی طرح اندر آنے کا ارادہ کیا تھا کہ ہزار دروازہ کھٹکھٹایا کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ کون ہیں؟"

شخص "میں قلعے کا دربان ہوں۔ اور رات کو پھاٹک کے اوپر اسی جھروکے کے پاس سویا کرتا ہوں۔"

خورزاد "مہربانی کر کے اپنے آقا محمد بن مغیث کو ہمارے

آنے کی خبر کر دیجیے۔"

دربان:" اس وقت ان کے پاس کون جا سکتا ہے؟ وہ محل میں پہنچ گئے۔ اپنی حرموں میں آرام فرما ہیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ ان کے عیش میں خلل ڈالے۔"

فرخ چہر:" اور پھاٹک کی کنجیاں کس کے پاس ہیں؟"

دربان۔ پھاٹک اپنے سامنے بند کروائے کنجیاں وہ خود اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔"

فرخ چہر۔ تو رات کو اگر ناگہاں کوئی دشمن قلعے پر آپڑے تو بھی انہیں خبر نہ کی جائے گی؟"

دربان:" (قہقہہ مار کے) دشمن جب آئے گا دیکھا جائے گا۔ تمھارے جیسے چوٹٹوں کے لئے اکیلا میں اور میرے دس پہرے والے سپاہی کافی ہیں۔"

خورزاد۔ (طیش میں آکے اور برہمی کے لہجہ میں) مگر ہم سے بگاڑنا تو تم سمجھ سکتے ہو کہ کسی بڑے سے بڑے دشمن کے حملے سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔ خوب یاد رکھو کہ حضرت اقدس و اعلیٰ بابک کو ناراض کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ان کو ناراض کرنا زندگی سے ہاتھ دھونا ہے۔ یزداں پاک نے فیصلہ کر دیا ہے کہ ان میں تو سوا پہاڑوں میں وہی رہے گا جو آئین بابکی کا پیرو اور حضرت بابک کا مطیع و معتقد ہو گا۔"

دربان:" لیکن ہمیں کیونکر یقین آئے کہ تم عصمت کے ہمراہی ہو؟"

فرخ چہر:" تمھارے یقین کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہم دوست

بن کے آئے ہیں اور اپنے لیے نہیں۔ تمھیں اس عظیم الشان تباہی سے بچانے کو آئے ہیں جو تمھارے سر پر آپہنچی ہے

دربان:۔ (ہنس کے) ایسے فقروں میں قلعہ شاہی کا دربان نہیں آسکتا۔"

فرخ چہر۔ خیر تو اب یہی فیصلہ ہے کہ ہم اور ہمارے سردار عصمت جو اس لئے آئے تھے کہ ابن الرواد کے حملے سے جو بغداد سے ایک زبردست لشکر لیے آرہا ہے تمھیں بچائیں اسی کے ساتھ مل جائیں اور بجائے تمھاری مدد کے تمھاری تباہی اور تمھاری ہلاکت کی کوشش کریں گے۔"

دربان:۔ (اضطراب کے لہجے میں) "کیا یہ صحیح ہے؟ پرسوں پہلے بھی بازاریوں میں ابن الرواد کے آنے کی افواہ مشہور ہوئی تھی مگر کسی نے اس کا یقین نہیں کیا۔"

فرخ چہر:۔ "اب پرسوں جب وہ زبردست لشکر آ کے محاصرہ کر لے گا۔ اُس وقت یقین کرنا۔ بلکہ اس سے پہلے آج ہی آدھی رات سے ہمارا لشکر محاصرہ کرے گا۔ تاکہ قلعے والوں میں سے کوئی زندہ بچ کے نہ نکل سکے۔"

دربان۔ تم تو ایسی باتیں کرتے ہو کہ مجھے ہر طرف سے خطرے ہی خطرے نظر آتے ہیں۔ مگر یقین جانو کہ رات کے وقت مجھے معتصم کی حرم سرا کی ڈیوڑھی میں قدم رکھنے کی بھی اجازت نہیں ہے فقط اس لیے نہیں کہ وہ عیش و عشرت کے وقت کسی فکر کو پاس نہیں آنے دیتے ۔ بلکہ اس سبب سے بھی کہ وہ نہایت ہی مجبور واقع

ہوئے ہیں۔ اور اس کے روادار نہیں کہ ان کی حرموں کے پاس پرندہ بھی پر مارے"!

خورزاد۔ یہی حال ہے تو وہ خوب حکومت کریں گے۔ ہمارے حضرت اقدس و اعلیٰ جناب بابکؑ اگرچہ خود یزداں پاک نہاد کا ایک جلوۂ کمال ہیں۔ اور بقول تمھارے پیغمبر کہ اللہ جمیل و یحب الجمال وہ مہ جبیں عورتوں سے اتنا انس رکھتے ہیں کہ ہر پری جمال نازنین چاہے کوئی ہو اور کسی گھر میں ہو ان کے لئے مباح ہے۔ ماہ وشش جادو نگاہوں کے نازک اور گورے ہاتھوں سے دم بدم مے ارغواں کے جام پیتے رہتے ہیں۔ لیکن مجال کیا کہ ایک گھڑی کے لئے بھی غافل ہو جائیں۔ ہر کام اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں۔ اور دشمن کہیں ہو۔ اس کے سر پر اپنی یزدانی قوت سے برق جہاں سوز کی طرح ایک چشم زدن میں جا پہنچتے ہیں۔ ان کی یہ سرد شتانی قوت ہے جس نے عربوں کو ہر جگہ ذلیل و خوار کر رکھا ہے"!

ماہیار۔" ایسے یزداں مظہر آقا کو قلعۂ شاہی کے حاکم کے ایسا غافل و عیش پرست دوست نہیں چاہیئے۔

دربان۔" خیر میں جا کے جس طرح بنے خبر کرتا ہوں۔ لیکن تم لوگوں میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جسے وہ پہچانتے ہوں؟"

خورزاد۔" مجھے خوب پہچانتے ہیں۔ میں حضرت بابک کے حکم سے دو مہینے یہاں رہا تھا۔ اور اکثر ان کے ہمراہ رہا کرتا تھا۔ غالباً تم نے بھی کبھی دیکھا ہو۔ مگر نام بتاؤ تو شاید تمھیں پہچان کے کچھ پتہ دے سکوں"!

دربان :- "میرا نام شبل بن بہنباذ ہے۔ پہلے خاص محل کے پہرے پر تھا۔ اب کئی مہینہ سے قلعہ کے پھاٹک پر متعین ہوں۔"

خورزاد :- "تو کہہ دو کہ حضرت بابک کی ساقیہ محبوبہ ماہ آفرید کا بھائی خورزاد حاضر ہے اس پتہ سے تم بھی پہچان لوگے اور تمہارے آقا بھی سمجھ جائیں گے۔"

شبل ۔ (دربان) "اچھا تو تھوڑی دیر ٹھہرو۔ میں محل میں جا کے خبر کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر دربان چلا گیا۔ اور یہ لوگ گھوڑوں سے اتر کے پھاٹک کے برآمدے کے سائے میں چادر جا نمے بچھا کے بیٹھ گئے پورا ایک گھنٹہ نہ گذرا ہوگا کہ برف پڑنے لگی جو سارے میدان میں دھنکی ہوئی سفید براق روئی کی طرح زمین پر بچھتی جاتی تھی۔ برف کو دیکھ کے یہ لوگ بہت گھبرائے اور اور فرخ چہر نے وحشت و خوف کے لہجے میں کہا "اس برف میں ہمارے سردار عصمت کیسے آئیں گے؟"

ماہیار :- "بڑی مشکل کا سامنا ہے۔ دعا کرو کہ حضرت بابک کی توجہ سے برفباری نہ ہو۔"

بہروز :- "ابھی تو وہ چلے آئیں گے۔ لیکن اس سے زیادہ برف پڑی تو نہ گھوڑے قدم اٹھا سکیں گے نہ آدمی۔" یہ کہہ کے وہ اٹھ کے دو قدم آگے گیا۔ نیزے کے نیچے والی شام کو برف میں گڑو کے ناپا۔ اور بولا۔ "دو انگل برف پڑ چکی ہے۔"

خورزاد :- "خیر یہاں تک غنیمت ہے لیکن ایک بالشت سے زیادہ ہو تو جانو قیامت ہے۔ اور ہم سب حضرت اقدس و اعلیٰ کی طرف

توجہ کرکے ان سے التجا کریں کہ یہ مصیبت دور ہو۔ ورنہ ہمارے سردار عصمت کے ساتھیوں میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے گا۔ اس تجویز کے مطابق کل بابکی رفقا اپنے شہر بذ کی طرف رُخ کرکے ادب سے دو زانو اور اپنے سروں کو سینوں پر جھکا کے مراقبے میں مشغول ہوگئے۔ یہ لوگ یونہیں خاموش اور بابک خرمی سے لو لگائے بیٹھے تھے کہ یکایک پھاٹک کھلا۔ اور محمدؒ بن مغیث دس پندرہ مسلح سپاہیوں کے ساتھ تلوار کھینچے ہوئے باہر نکلا۔ اور ان خاموش سپاہیوں کے سامنے ٹھہر کے برہمی کے لہجے میں کہنے لگا: "ساری دنیا جانتی ہے کہ قلعہ شاہی کا پھاٹک رات کو نہیں کھلتا۔ مگر تم جان بوجھ کے اسی وقت مجھے ستانے کو آئے ہو۔ میں نے تمھارے سردار بابکؔ سے اس لئے دوستی کی ہے کہ بے فکر ہو کے بیٹھوں اور رات کو آرام سے سوؤں۔ اس لئے نہیں کہ تم آدھی رات کو آکے مجھے اور قلعہ والوں کو پریشان کرو۔ ذرا ٹھہر کے، تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ بولو! آخر اس وقت آنے کی کیا ضرورت تھی؟ (تھوڑے سکوت کے بعد) ایں! نہ بولوگے؟ آخر سانپ سونگھ گیا؟ یا مر گئے؟ کیا ہوا؟ خوب۔ اب بھی جواب نہیں۔ اب تو مجھے اس میں بھی شبہ معلوم ہوتا ہے کہ تم عصمت کے ساتھی ہو۔ یا قلعے کا پھاٹک کھلوانے کے لئے جھوٹ فقرہ اڑا دیا۔ یہ کہتے ہی اس نے تلوار اٹھا کر ارادہ کیا کہ ماہیار پر حملہ کرے۔ مگر فرخ چہر نے جھپٹ کے حاکم کی تلوار اپنی تلوار پر لی۔ اور کہا "ذرا صبر کیجئے ہم لوگ اس وقت حضرت بابکؑ سے لو لگائے ہوئے دعا کر رہے ہیں۔

کہ یہ برف باری رکے اور ہمارے سردار عصمت بخیریت یہاں پہونچ سکیں۔

اب چونکہ صحبت مراقبہ برہم ہو گئی تھی۔ سب یا بگی دفعتاً اٹھکر کھڑے ہو گئے۔ اور خود زادنے بڑھ کے طیش کے لہجہ میں کہا "یہ جتنی ضرورت تم کو ہمارے یزدال حضرت منظہر سے دوستی رکھنے کی ہے اس قدر انھیں تم سے اتحاد رکھنے کی نہیں ہے۔ تم نے عباسی حملوں کے خوف سے خود ہی ہماری طرف رجوع کیا۔ اگرچہ ہم کو اس معاملے میں دخل دینے کا حق نہیں ہے۔ یہ کام ہمارے مقتدار حضرت بابک کا ہے یا ان کے سپہ سالار عصمت کا۔ مگر ہم اپنے پاک نہاد آقا کی نسبت ایسا سخت لہجہ اور ایسے ذلیل الفاظ نہیں سن سکتے۔ جو ابھی تمہاری زبان سے نکلے۔ تم غافل پڑے سورہے ہو اور اس کی خبر نہیں کہ ابن الرواد تمھاری ہلاکت کا پورا سامان کر چکا۔ آج ہی کل میں آکے قلعہ شاہی پہ قبضہ کرلے گا۔ اور تم کو طوق و سلاسل میں جکڑ کے عباسی خلیفہ معتصم کے پاس بھیجے گا۔ تاکہ اس کے ہاتھ سے اپنی اس دیدہ دہنی کی سزا پاؤ۔ ہمارے آقا بابک کو اپنی غیب دانی کے زور سے خبر ہو گئی اور سردار عصمت کو زبردست لشکر کے ساتھ روانہ کیا کہ تم کو موت کے پنجے سے چھڑائیں اور تم بجائے شکر گزاری کے بد دماغ ہوتے ہو۔"

محمد بن مغیث (کچھ سوچ کے اور تلوار کو میان میں کر کے) "تو پھر تمھارے سردار کہاں ہیں؟ اور اس وقت تک کیوں

نہیں آئے۔"؟

خورزاد۔ "ہم ساری سرگزشت تمہارے قلعے کے دربان شبل سے بیان کر چکے ہیں اور وہ اس نے تم کو سنادی ہوگی۔"

محمد بن مغیث۔ "ہاں سن چکا ہوں۔ لیکن تم نے میری بابت کا جواب کیوں نہیں دیا۔"؟

خورزاد۔ "اس لئے کہ ہم اپنے پاک ہاد منظہر یزداں سے لو لگائے دعا کر رہے تھے کہ برف باری موقوف ہو۔ اور ہمارے سردار عصمت کو یہاں تک پہونچنے میں دشواری پیش آئے۔"

فرخ چہر۔ (خورزاد سے) "خیر ہوگا۔ جانے بھی دو سردار محمد بن مغیث ایک زبردست حاکم اور ہمارے آقا کے دوست ہیں۔ آپ کے ساتھ اس لہجے میں گفتگو نہ کرنی چاہیئے (محمد مغیث سے) حضور آپ برہم نہ ہوں۔ اور یہ خیال فرمائیں کہ ہم آپ کے محترم دوست کے بھیجے ہوئے ہیں اور آپ ہی کی مدد کو آئے ہیں آپ کو جو تکلیف دی اس کی معافی مانگتے ہیں۔ اور فقط اتنی درخواست ہے کہ جب تک ہمارے سردار عصمت نہ پہونچ لیں۔ پھاٹک بند کیا جائے۔ یا اس کا انتظام رہے کہ ان کے آتے ہی کھل جائے۔"

محمد بن مغیث۔ "تمہاری خاطر سے میں انتظام کئے دیتا ہوں کہ پھاٹک کھلا رہے۔ مگر جب تک بند نہ ہو تمھیں باہر ٹھہرنا اور ذمہ دار ہونا پڑے گا کہ کوئی اور شخص قلعے کے اندر قدم نہ رکھے گا۔ باقی رہا یہ کہ ابن الرداد میرے مقابلے کو آتا ہے۔

اس کی مجھے پرواہ نہیں۔ اگر وہ بیس سال گھیرے پڑا رہے تو بھی قلعہ شاہی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا اور ماسوا اس کے مجھے اس خبر کا اعتبار بھی نہیں ہے۔ میں نے اسے ایسی شکست نہیں دی تھی کہ پھر کبھی میرا سامنا کرنے کی جرات کر سکے۔ تاہم تم چونکہ کمک اور ہمدردی کے ارادے سے آئے ہو۔ اس لئے تمھارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن اس وقت آدھی رات کو قلعے کے اندر تمھارے ٹھہرانے کا کوئی سامان نہیں ہو سکتا تمھیں اور تمھارے سردار عصمت کو باہر ہی ٹھہرنا پڑے گا۔ مگر یہاں ٹھہرنے کے لئے میں اسی وقت جا کے خیموں کا انتظام کرتا ہوں۔ اور ان کے آنے سے پہلے پورا پڑاؤ درست ہو جائے گا۔

فرخ چہر۔ "اس کو تو ہمارے سردار بھی زیادہ پسند کرتے ہیں۔ مگر اس وقت تو برف پڑ رہی ہے۔

سنبل۔ (میدان میں دو چار قدم کا چکر لگا کے) نہیں برفباری موقوف ہو گئی۔

خورزاد۔ "موقوف ہو گئی۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! ہمارے آقائے یزدان مظہر کا اس سے بڑا کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟ اب بھی جو اُن پر ایمان نہ لائے اپنی عقبیٰ خراب کرتا ہے!!

فرخ چہر۔ "اس میں کیا شک ہے؟ (محمد بن مغیث سے) لیکن حضور یہ تو ملاحظہ فرمائیں کے سارا میدان برف سے پٹا پڑا ہے۔ کوئی کہاں ٹھہرے گا۔

محمد بن مغیث۔ "میں دم بھر میں برف کو ہٹوا کے خیمہ گاہ

کے لئے زمین صاف کرا دوں گا۔ اور چند تخت اور پلنگ بھی بھیجدوں گا۔"

خورزاد۔" اور جو پھر برف پڑنے لگے تو؟"

محمد بن مغیث۔ جوں توں کر کے رات کاٹ لو، صبح کو سب باتوں کا انتظام ہو جائے گا۔

یہ کہہ کے حاکم قلعہ محمد بن مغیث چلا گیا، اور اس کے حکم سے سینکڑوں مزدوروں نے پھاوڑوں سے برف کاٹ کاٹ کے میدان صاف کیا جھٹ پٹ تیس چالیس خیمے نصب ہو گئے ان کے اندر تخت اور پلنگ بھی بچھ گئے اور پچاس ساٹھ مشعلچی مشعلیں بھی لے کے آ گئے، اور دیکھتے ہی دیکھتے اس سنسان میدان میں ایک بستی آباد ہو گئی۔ خیمہ کو درست ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ عصمت اپنے لشکر کے ساتھ آ پہنچا جو مارے سردی کے نیم جان ہو رہا تھا۔ شہر کے باہر ٹھہرنے کا انتظام دیکھ کے اس نے خورزاد سے کہا۔" آج تو قلعے کے اندر اور پختہ چھتوں کے نیچے ٹھہرنا چاہتے تھا۔" اس کے جواب میں خورزاد نے اول سے آخر تک ساری کیفیت بیان کی اور کہا۔" حضور محمد بن مغیث بھروسے کے قابل نہیں ہے اول تو اس نے آپ کا اور ہمارے حضرت یزداں بابک کا ذکر اچھے لفظوں میں نہیں کیا۔ اس کے بعد گو کہ اس سے خواہش کی گئی مگر اس نے قلعہ کے اندر داخل ہونے کی نہ ہمیں اجازت دی اور نہ حضور کے اندر ٹھہرنے کو جائز رکھا۔"

عصمت:۔ اس کا کبھی اعتبار نہ تھا۔ وہ ہماری اور عربوں کی دشمنی سے فائدہ اٹھایا کرتا ہے۔ بھلا ایک مسلمان شخص ہمارا دوست ہو سکتا ہے؟ خیر اب ان باتوں کو چھوڑو اور گرمی پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ برف میں سفر کرنے سے میرے ہاتھ پاؤں ٹھٹھر گئے ہیں اگر ہم سب کے پاس شراب کی ایک ایک چرمی صراحی موجود نہ ہوتی تو یہاں تک زندہ نہ پہنچ سکتا۔"

خورزاد:۔ میں نے بہت سی لکڑیاں ڈھیر کرالی ہیں اور سب خیموں کے اندر الاؤ جلوا دیئے ہیں جس وقت برف پڑنے لگی تھی ہم سب گھبرا اٹھے تھے۔ اور حضور کی جانب سے بڑا خطرہ پیدا ہو گیا تھا یہاں تک کہ ہم سب نے مراقبہ کر کے حضرت بابک پاک بے بہاد کی طرف توجہ کی اور صدق دلی سے التجا کی وہ اس برفباری کو موقوف کریں۔ اور ان کی توجہ سے برف خود بخود رک گئی۔ محمد بن مغیث نے تو یہ چاہا تھا کہ قلعے کے باہر اس برف میں ڈال کے ہم سب کو ہلاک کر ڈالے مگر میں نے اس کے آدمیوں سے لکڑیاں منگوانے کا خاص اہتمام کیا اور حضور کے آنے سے پہلے ہی خیمہ گرم کر دیئے۔

عصمت:۔ تمہاری وفاداری و محبت کا میں شکر گزار ہوں، چلو خیمے کے اندر بیٹھیں، اب مجھ میں یہاں کھلے میدان میں ٹھہرنے کی تاب نہیں ہے۔

اس کے بعد سب جا کے خیموں میں بیٹھے، شراب کے جام پر جام پی کر جسم میں حرارت اور خون میں روانی پیدا کی، آگ کو خوب تیز کر کے سردی کا اثر مٹایا، اور جب ذرا گرما لئے تو سب نے کچھ

کھایا پیا اور پوستینیں اور بھاری بھاری کمبل اوڑھ کے سو رہے۔

صبح کو کچھ دن چڑھے جب آفتاب اچھی طرح بہت بلند ہو لیا تو محمد بن مغیث اپنے دو سو مسلح غلاموں کے ساتھ آ کے عصمت سے ملا اور ایسے اخلاق سے پیش آیا اور اپنی باتوں سے ایسا خلوص ظاہر کیا کہ جو لوگ رات کو اس کا برتاؤ دیکھ چکے تھے متحیر تھے مگر خورزاد کے چشم ابرو دیکھ کے اس نے خیال کیا کہ ان لوگوں نے رات کے واقعات اپنے سردار سے بیان کر دیئے ہوں گے، لہذا عذر خواہی کی بنیاد ڈالنے کی غرض سے کہنے لگا "رات ہیں جاتے ہی میں شراب ارغوانی کے جام پینا شروع کر دیتا ہوں، اس کے اثر سے میری طبیعت کچھ ایسی خراب ہو جاتی ہے کہ لوگوں کو بے وجہ ڈانٹنے ڈپٹنے لگتا ہوں، اور یہی سبب ہے کہ میں نے رات کو گھر سے نکلنا ہی موقوف کر دیا ہے۔"

عصمت۔ (اصلی مطلب کو ٹال کر) "آپ مسلمان ہو کے شراب پیتے ہیں؟"

مغیث۔ نہ پیوں تو کیا کروں؟ یہاں کی سردی میں بغیر شراب پیئے حواس ہی درست نہیں رہتے۔

عصمت۔ "خیر مضائقہ نہیں۔" اس کے بعد عصمت نے بیان کیا کہ ہم لوگ آپ ہی کی مدد کو آئے ہیں۔ ہمارے سردار بابک جب سے آپ کے دوست ہو گئے ہیں انہیں ہر وقت آپ ہی کی فکر رہتی ہے، ان دنوں انہیں اپنے کشف سے معلوم ہوا کہ آپ

کا دشمن ابن المرداد بغداد سے ایک بہت بڑا لشکر لے کے روانہ ہوا ہے کہ آپ کے قلعے پر حملہ کر دے۔ دوسرے دن معتبر جاسوسوں سے بھی اس الہام کی تصدیق ہو گئی اور اسی وقت انہوں نے ہمیں روانہ کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو یہاں پہنچ کے آپ کی مدد کریں۔

ابن مغیث۔ لیکن اگلی دس بارہ روز تک تو وہ یہاں نہیں پہنچ سکتا ایسا ہوتا تو مجھے اپنے مخبروں سے اس کی خبر ضرور مل جاتی لیکن آپ کا میں نہایت ہی شکر گذار ہوں کہ فوراً میری مدد کو اٹھ کھڑے ہوئے، رات کو شراب کے نشے میں مجھے اس کا خیال نہ رہا کہ آپ کو اور آپ کے ہمراہیوں کو قلعے کے باہر تکلیف ہو گی اور سب صاحبوں کو اندر بلا کے اپنا مہمان کروں جس کی مجھے بڑی ندامت ہے اور اس فروگذاشت کے بارے میں معافی مانگ کے آرزو کرتا ہوں کہ جب تک آپ یہاں رہیں میرے ہی مہمان رہیں اور قلعے کے اندر چل کر ٹھہریں میں اسی وقت جا کے سب صاحبوں کے لئے مکان خالی کرتا ہوں۔

عصمت۔ مگر میرے لئے آپ لوگوں کو تکلیف نہ دیں۔

ابن مغیث۔ تکلیف کسی کو نہ ہو گی لیکن ہاں ذرا دیر ہو گی بس شام تک سب انتظام ہو جائے گا، دن کو تو کھانا یہیں آ جائے گا رات کو آپ قلعہ کے اندر میرے ساتھ کھانا تناول فرمائیں اور کل سارا لشکر اندر منتقل ہو جائے گا۔

عصمت۔ مجھے کسی بات میں عذر نہیں۔

ابن مغیث:۔ "تو اپنے کسی معتبر آدمی کو میرے ساتھ کر دیجئے تا کہ اس کے مشورے سے سب سامان آپ کی مرضی کے مطابق درست ہو جائے"۔ یہ کہہ کے اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور فرخ چہر سے جو عصمت کے پیچھے کھڑا تھا کہا: "آپ میرے ساتھ قلعے میں چلے چلیں"۔

فرخ چہر:۔ اگر میرے آقا اجازت دیں گے تو میں چلا چلوں گا۔

عصمت نے اجازت دی اور ابن مغیث فرخ چہر کو اپنے ساتھ لے کے قلعہ میں گیا اور دوپہر کو کھانے کے ساتھ واپس آیا۔ عصمت کے ساتھ کل پانچسو باغی تھے جو تعداد میں اگرچہ تھوڑے تھے مگر نبرد آزمائی میں نہایت ہی مشاق اور شہر بد کے تمام باغیوں میں منتخب تھے۔ فرخ چہر واپس آیا تو عصمت نے پوچھا: "تم وہ مقام دیکھ آئے جہاں ہم قلعے کے اندر ٹھہریں گے، ہمارے تمام ساتھیوں کے لئے وہ جگہ کافی ہے اور ہمیں وہاں تکلیف تو نہ ہو گی"۔

فرخ چہر:۔ وہ جگہ تو تنگ ہے، چند منتشر مکانات خالی کرائے گئے ہیں جو جدا جدا ہیں اور ہمارے رفیقوں کو وہاں مختلف محلوں میں الگ الگ رہنا ہو گا لیکن اتنا فائدہ ہے کہ سردی کی زیادہ تکلیف نہ ہو گی۔

عصمت:۔ ایسا ہے تو مجھے وہاں چلنا نہیں منظور ہے ہمیں ان لوگوں کا اعتبار بھی نہیں ہے اور ان کے قلعے کے اندر اس طرح رہنا کہ ہمارے ساتھیوں کو ایک دوسرے کی خبر نہ ہو ہرگز مناسب نہیں ہے۔ ابن مغیث سے جا کے کہہ دو کہ تکلیف نہ کریں۔ میں

یہاں کھلی فضا میں رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔

فرخ چہر قلعے میں واپس گیا، اور تھوڑی دیر کے بعد ابن مغیث کے چند سرداروں کے ساتھ واپس آکے کہا "اگر حضور کو یہیں رہنا پسند ہے تو انہیں زیادہ اصرار نہیں مگر انہوں نے اپنے ان سرداروں کے ذریعہ سے پیام بھیجا ہے کہ رات کو آپ کی دعوت ہے اور آپ کو اپنے مخصوص لوگوں کے ساتھ قلعے کے اندر آکے ان کے ساتھ کھانا نوش کرنا پڑے گا۔

عصمت۔ (ابن مغیث کے لوگوں سے) ان سے کہہ دینا کہ مجھے آپ کی دعوت قبول کرنے میں عذر نہیں، رات کو اپنے پچاس ہمراہیوں کے ساتھ آکے وہیں کھانا کھاؤں گا۔

یہ اطمینان بخش جواب پاکے وہ لوگ چلے گئے اور ان کے جانے کے بعد عصمت نے تعجب کے لہجے میں فرخ چہر سے پوچھا "یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی کہ ابن مغیث تمہیں کو اپنے ساتھ لے گیا"۔ یہ سُن کے خورزاد جو اپنے آقا کے پیچھے تھا بڑھ کے آگے آیا اور کہا "اس کا سبب غلام سے سنئے، رات کو جب میں نے اسے سخت جواب دیا اور اس کی بدتمیزی و بے ادبی پر اسے متنبہ کیا تو اسے بڑا طیش آگیا تھا۔ مگر میرے دوست فرخ چہر نے دو ایک خوشامد کی باتیں کر کے اسے راضی کر لیا، بس اتنے ہی سبب سے وہ ان سے خوش ہو گیا اور اپنے ساتھ لے جانے کے لئے انہیں کو منتخب کیا۔

عصمت۔ (مسکرا کے) معلوم ہوتا ہے بالکل ذلیل اور چھچھورا آدمی

ہے، بجائے اس کے کہ تمہاری سچائی اور آزادانہ راست بازی کی قدر کرتا ان کی خوشامد میں آگیا۔ تجربے سے معلوم ہوا کہ یہ اس قابل نہیں ہے کہ حضرت بابک اس پر بھروسہ کریں اور ہم لوگ جو سیدھے سادے سپاہی ہیں اس کے دوست بنیں ہماری دوستی سے اسے تو بیشک فائدہ پہنچے گا مگر ہمیں اس سے کوئی نفع نہیں حاصل ہو سکتا ہیں اب کی واپس چل کر حضرت بابک سے عرض کروں گا کہ یہ شخص حضور کا دوست بننے کے قابل نہیں ہے"۔

خورزاد۔ لیکن حضور نے کچھ اس کا خیال بھی کیا کہ یہاں ابن الرداد کے آنے کی کوئی خبر نہیں اور اگر وہ نہ آیا یا اس کے آنے میں دیر ہوئی تو ہم اس کے انتظار میں کب تک پڑے رہیں گے۔

عصمت۔ ہمارے حضرت بابک پاک نہاد کو صرف اتنا معلوم ہوا کہ بغداد سے کوئی شخص بہت بڑا لشکر لے کے اِدھر چلا ہے یہ ہمارے جاسوسوں کا قیاس تھا کہ وہ ابن الرداد ہوگا اور ابن مغیث سے انتقام لینے کے لئے یہیں آئے گا تاکہ قلعہ شاہی اور قلعہ تبریز کو اس سے چھین لے، اگر یہ قیاس صحیح ہے تو کل پرسوں تک پتہ لگ ہی جائے گا۔ لیکن اگر دیر ہوئی تو تین چار روز کے بعد ہم واپس چلے چلیں گے"۔

فرخ چہر۔ حضور میں تو یہاں گھبراتا ہوں اور جی نہیں چاہتا کہ حضرت بابک کے قدموں سے دور ہوں لیکن حکم سے مجبور ہوں حضور جس قدر جلد واپس تشریف لے چلیں گے اسی قدر زیادہ خوش ہوں گا۔

عصمت۔ ہم خود کسی جگہ زیادہ زمانے تک ٹھہر نہیں سکتے مگر اپنی آزاد سرزمین کے بچانے کے لئے ضرورت ہے کہ برابر چلتے پھرتے رہیں اور ہر وقت حریف کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہا کریں۔

تھوڑی دیر کے بعد عصمت نے دس بارہ رفقا کو ساتھ لیکے گرد کی پہاڑیوں میں چکر لگایا، تیروں سے کئی ہرن مارے اور واپس آکے اپنے خیمے میں سو رہا۔
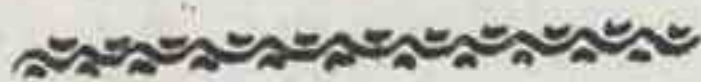
چوتھا باب

دعوت

شام کو عصمت نے اٹھتے ہی چراغ کی لو کے سامنے خشوع و خضوع کے ساتھ بطریق عبادت سر جھکا کے ایک دعا پڑھی اور اپنے لشکر کے پچاس منتخب سرداروں کو بلا کے کہا "تم سب کو ہمارے ساتھ قلعہ میں چل کے ابن مغیث کی دعوت کھانا ہے، اس کے لئے تیار ہو جاؤ، صرف اس کا خیال رہے کہ کپڑے صاف ستھرے اور حتی الامکان پر تکلف ہوں اور دو ایک ہتھیاروں کے سوا زیادہ بوجھ لاد کے نہ جانے کی بھی ضرورت نہیں کسی میدان کارزار میں نہیں بلکہ ایک پر تکلف دعوت میں چل کے کھانا، شراب پینا، ناچ دیکھنا اور گانا سننا ہے۔ شراب پینا آئین بابکی میں داخل عبادت ہے اور اگر کسی مسلمان عرب کے ہاتھ سے ملے تو زیادہ ثواب کا کام ہے۔"

سب تعمیل حکم کے لئے اپنے خیموں میں گئے اور آدھ گھنٹے کے بعد قلعے سے سواروں کے ایک دستے کے ساتھ ابن مغیث کا مصاحب

خاص آیا اور ادب سے عرض کیا۔ ہمارے آقا حضور کا انتظار کر رہے ہیں۔" عصمت نے کہا۔" میں بھی تمہارا منتظر تھا، اچھا ذرا ٹھہرو کپڑے بدل کے چلتا ہوں۔" یہ کہہ کے خورزاد کو بلا کے حکم دیا کہ جو لوگ ساتھ چلنے والے ہیں انہیں فوراً بلا کے جمع کرو اور خود دوسرے خیمے میں جا کے کپڑے بدلے۔ اس کے تیار ہونے تک پورے پچاسوں بابکی جمع ہو چکے تھے جن میں فرخ چہر، خورزاد، ماہیار اور بہروز بھی تھے۔

اب عصمت اور اس کے پچاسوں رفقا گھوڑوں پر سوار ہو کے چلے، ابن مغیث کا مصاحب اس کے ہمراہ چلا اور اس کے ساتھ جو سواروں کا دستہ آیا تھا وہ جلوس یا گارڈ آف آنر کی طرح آگے ہو لیا قلعے کے اندر داخل ہو کے یہ جلوس سڑکوں اور گلیوں سے گذرا اور جس جگہ پہنچا لوگ خوشی کے نعرے بلند کرتے اور برابر دو رویہ مکانوں اور ان کی چھتوں سے خوش آمدی اور مرحبا کے الفاظ جوش کے لہجے میں سنے جاتے جس سے عصمت کو یقین ہو گیا کہ ابن مغیث ہمارا سچا دوست ہے اور وہی نہیں اس کی رعایا بھی ہمارے استقبال میں غیر معمولی گرمجوشی دکھا رہی ہے۔

اس مسرت و اطمینان کے ساتھ بابکی مہمان ابن مغیث کے قصر کے دروازے پر پہنچے جہاں خود ابن مغیث اپنی دہلیز کے باہر انتظار میں کھڑا تھا۔ یہاں پہنچتے ہی ان ہر دلعزیز مہمانوں پر ہر طرف سے پھولوں کا مینہ برسنے لگا اور دس پری جمال لونڈیوں نے جو حریر و دیبا کے کپڑوں پر زربفت صدریاں پہنے اور سر سے پاؤں تک زیوروں سے آراستہ و پیراستہ تھیں چنگ و رباب بجا بجا کے نغمہ مبارکباد گایا

اور پھر ناچ ناچ کے اپنے گورے اور نازک ہاتھوں سے ان سب مہمانوں کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔

اب ابن مغیث عصمت اور اس کے کل ہمراہیوں کو اپنے اس بڑے دیوان خانے میں لے گیا جو آج کے جشن و طرب کے لئے خوب سجایا گیا تھا۔ کافوری شمعیں ہر طرف دنیچوں میں روشن تھیں چھت میں بھی جا بجا شمعدان اور چراغ لٹکے ہوئے تھے چاروں کونوں پر چار نقرئی انگیٹھیوں میں عود و عنبر سلگ رہا تھا اور زمین پر نہایت قیمتی ریشمی قالینوں کا فرش تھا چاروں طرف بڑے بڑے تکئے رکھے ہوئے تھے یہاں لاکے ابن مغیث نے عصمت کو صدر میں بٹھایا، وہ خود اس کے پاس بیٹھ گیا اور ان کے بیٹھتے ہی عصمت کے تمام رفقا بھی چاروں طرف تکیوں سے پیٹھ لگا کے بیٹھ گئے۔

اب ابن مغیث کی استدعا پر عصمت نے بابک خرمی کے حالات و کرامات بیان کرنا شروع کئے تھے کہ یکایک اگاون کا فرما جرا پری پیکروں کا ایک غول آکے نازک ادائی اور معشوقانہ دلربائی کی شان سے پرا باندھ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ یوں تو سب جادو نگاہ شعلہ رخ تھیں مگر ایک محبوبہ حور شمائل جو سب کے آگے تھی آفت روزگار اور لاکھوں خوبروؤں میں انتخاب تھی اسے ابن مغیث نے بلا کے عصمت کے برابر بٹھا دیا اور تمام مہمانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "جس طرح میں نے اس پری وش ماہ طلعت کو اپنے دوست کی خدمت میں پیش کیا اسی طرح باقی پری پیکر مہ جبینیں آپ سب صاحبوں کی نذر ہیں۔ ہمارے معزز دوست کے رفقا میں سے ہر

ایک ان میں سے ایک ایک کو اپنی مرضی اور ذوق کے مطابق پسند کرلے تاکہ ہر مہمان ایک گل رخسار محبوبہ کو اپنے پہلو میں بٹھا کے صحبت عیش میں لطف اور زندہ دلی پیدا کرے۔"

بابک خرمی کی شہوت پرستی نے اس فحش مذاق کو ان سب لوگوں میں خوب رواج دے ہی دیا تھا۔ سب نے بڑی خوشی اور شکر گذاری کے ساتھ اس رندانہ ہدیہ کو قبول کیا، سب نے ایک ایک نازنین کو پسند کرکے اپنے برابر بٹھا لیا اور عصمت نے شکر گذاری کے لہجے میں معزز مہمان نواز سے کہا "آج آپ کی عنایت سے ہمیں قدیم ساسانی جشن یاد آگئے، آپ نے یہ دعوت نہیں کی بلکہ پرشوکت تاریخ عجم کو زندہ کردیا۔ ہماری یہ محفل طرب جشن جمشید اور عیش پرویز کی زندہ یادگار ہے۔"

ابن مغیث۔ آپ کے رفیق خورزاد کے ساتھ میں نے کسی قدر گستاخی کی تھی جس کی ندامت کا اثر کسی طرح میرے دل سے نہیں مٹتا، اب اس دوستانہ خدمت گذاری کے صلے میں امید ہے کہ میرے اس اخلاقی جرم کو وہ معاف کردیں گے اور اب بھی نہ معاف کریں تو مجھے امید ہے کہ سب صاحبان سفارش کرکے ان سے میرا قصور معاف کرادیں گے۔

خورزاد۔ وہ خیال آپ کی اسی مہربانی و شفقت سے مٹ گیا جو قلعے کے باہر آپ نے ہم خادموں کے حال پر فرمائی اور آپ کی یہ نوازش تو ایسی ہے کہ اس کا شکریہ ہم میں سے کوئی بھی زندگی بھر نہ ادا کرسکے گا۔

ابن مغیث۔ مگر اس صحبت کا لطف یہ ہے کہ آپ سب صاحب اپنی ہم پہلو مہ جبینوں سے اور ایک دوسرے کے سامنے بے تکلف ہو جائیں اس کے لئے اول تو رقص و سرود شروع ہوتا ہے دوسرے مے ارغوانی کا دور بھی میں شروع کئے دیتا ہوں، دو ایک دور ہو جانے کے بعد کھانا تناول فرمائیں تو مناسب ہے۔

عصمت۔ بیشک بیشک، بغیر اس کے نہ کھانے میں لطف آ سکتا ہے اور نہ ان پری جمالوں کی ہمکناری میں۔

اپنی خوشی کے موافق جواب پا کے ابن مغیث نے ایک خادمہ کو جو دست بستہ سامنے کھڑی تھی اشارہ کیا اور ساتھ ہی بیس ماہ سیما کا فرماجرا لونڈیاں محفل میں صف باندھ کے کھڑی ہو گئیں، ان کے پیچھے سازندوں نے چنگ و سرود بجانا شروع کیا اور وہ اپنے نور کے گلوں سے گانے، اپنی قیامت خرامی سے ناچنے اور اپنے نازک ہاتھوں سے بتانے لگیں۔ اس رقص و سرود کے دوران میں بہت سی حسین و گلفام حوروشیں جام و صراحی لے کے آئیں اور دوڑ دوڑ کر سب کو شراب ارغوانی کے جام پلانے لگیں۔

رقص و سرود اور مے گلفام کے سرور نے تھوڑی ہی دیر میں محفل کا عجیب رنگ کر دیا ہر شخص نشے میں چور اور متانت و خودداری کے جذبات سے دور تھا، شرم و حیا کا پردہ بے اختیاری کے جوش نے چاک کر ڈالا اور جو تھا ذوق و شوق اور جوش و خروش کے ساتھ اپنی ہم پہلو نازنین سے ہم کنار و ہم آغوش تھا، بیتابیاں بڑھتی جاتی تھیں بیقراری وبے حجابی زور باندھ رہی تھی، اور کسی کو سوا اپنی ہم نشین محبوبہ

سے کے دوسرے کی خبر نہ تھی، رقص و سرود اور زیادہ جوش پیدا کر رہا تھا اور ہر طرف سے شوق کی پیاس بڑھانے والے آتشی لباس کے شوق میں یہ صدا بلند تھی کہ۔

دور چلے دور چلے ساقیا! اور چلے اور چلے ساقیا

ابن مغیث نے اپنے دوست عصمت کو سب سے زیادہ مست بادۂ ناب دیکھ کے کہا: "اب اجازت ہو تو دسترخوان بچھے؟"

عصمت۔ (خوشی سے) فوراً بچھے، اور دیکھئے یہ کافر ماجرا جادو نگاہیں جو کھڑی ناچ رہی ہیں ان سب سے بھی کہئے کہ میرے پہلو میں آ کے بیٹھیں اور میرے ساتھ کھانا کھائیں، آپ کی محبت کے نشے نے اس بے قرار دل میں اتنا جوش نہیں پیدا کیا ہے کہ صرف ایک محبوبہ کی دلداری سے کم ہو سکے۔

ابن مغیث۔ یہ سب بھی آپ کی نذر ہیں، آج آپ جو چیز مانگیں گے اس کے دینے کو تیار ہوں، یہ صاحب جمال کنیزیں کیا چیز ہیں میرا سارا خزانہ، میری ساری سلطنت و حکومت جس چیز کو آپ پسند فرمائیں آپ کی ہے، اس جواب پر عصمت ایک بے اختیاری کے ساتھ اٹھا، کمال شکرگذاری کی وضع سے ابن مغیث کے سینے سے لپٹ گیا۔ جوش سیہ مستی میں اس کی پیشانی اور رخساروں کے سینکڑوں بوسے لے ڈالے اور کہا "میں خود آپ کا غلام ہوں اور جو کچھ میرے قبضے اور اختیار میں ہے سب آپ کا" یہ کہتے ہی لڑکھڑاتا ہوا ان بیسیوں ناچنے والی کنیزوں کے پاس گیا، ایک ایک کو گلے سے لگا کر پیار کیا اور سب کو لا کے اپنے گرد بٹھا لیا۔

ابن مغیث نے ان سب عورتوں کو ایک صف میں بٹھا کے دستر خوان بچھوایا جس پر بطون کے کباب، ہرن کے گوشت کے پرسندے بکری کا قورمہ، مچھلی کے تلے ہوئے ٹھنڈے، تنور کی گرم گرم خمیری روٹیاں نفیس پلاؤ اور اسی طرح کے اور بہت سے الوان نعمت چن دیئے گئے اور سب نے بے تکلف ہو کے کھانا شروع کیا۔ یوں تو حریفان صحبت کا یہ عالم تھا کہ کبھی ہم نشین نازنین کے سینے سے لپٹ کے بوس و کنار کے ساتھ اس کے ہاتھ سے نوالے کھاتا اور کبھی اس پری پیکر کو اپنے آغوش شوق میں کھینچ کے کھلانے لگتا، کھانے کے ساتھ دور شراب بھی چلتا جاتا تھا، عصمت جام لے کے سب کو اپنے ہاتھ سے پلاتا اور پھر سب کے ہاتھ سے خود پیتا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب سے زیادہ پی گیا اور چونکہ کہنہ مشق مے کش تھا اس لئے طبیعت بد مزہ تو نہیں ہوئی لیکن کیفیت شراب نے اسے اسی عالم میں پہنچا دیا جہاں انسان بالکل آزاد اور کسی شائستگی کے قانون کا مکلف نہیں ہوتا۔

اب قلعہ شاہی کا قصر حکومت رندوں کا خرابات تھا جس میں جتنے تھے اپنی ہی حالت میں محو تھے کسی کو دوسرے کی فکر نہ تھی اس بہار بدمستی کی سیر دیکھنے والا اکیلا ایک محمد بن مغیث تھا جس نے عصمت کو تو باور کرا دیا کہ وہ بھی سب کے ساتھ جام صہبا کے مزے لے رہا ہے مگر حقیقت میں شراب کا ایک قطرہ بھی اس کے حلق سے نہیں اترا تھا، سب کو اس بدمستی کے عالم میں پا کے اس نے ایک ایک کی حالت پر غور کرنا شروع کیا کہ دیکھوں کس کا نشہ کس درجہ پر

ہے۔ اس جستجو میں اس کی نظر فرخ چہر پر پڑی تو کیا دیکھتا ہے کہ تمام حریفان صحبت کے خلاف اس پر نشۂ صہبا کا بالکل اثر نہیں اور نہایت شائستگی و سنجیدگی کے ساتھ اپنی ہم نشیں محبوبہ کے برابر خاموش بیٹھا ہے، اس بات پر وہ متحیر ہوا، اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے دیر تک اس کی حالت کا اندازہ کرتا رہا اور پھر نظر آیا کہ وہ ہر بار جام شراب تو لے لیتا ہے مگر ہم نشیں پری پیکر کو پلا دینے کے سوا اپنے منہ سے نہیں لگاتا۔ اس پر اور زیادہ متحیر ہو کے اس کے قریب گیا اور پوچھا "آپ بادہ احمر کا لطف نہیں اٹھاتے"؟

فرخ چہر۔ "جی نہیں"۔ پوچھا کیوں؟ جواب ملا "اس لئے کہ میرا فیاض مہمان نواز شریک عیش نہیں"۔ اس پر ابن مغیث دیر تک سوچتا رہا پھر بولا "فرخ چہر کیا بات ہے کہ میرا دل آپ کی طرف کھنچتا ہے؟ کیا یہ آپ کے ان چند مہذب شائستہ کلمات کا اثر ہے جو آپ نے خورزاد کے زہریلے الفاظ کے بعد میرے جوش غضب پر پانی ڈالنے کے لئے زبان سے نکالے تھے؟ مگر نہیں اس سے پہلے ہی مجھے آپ کی صورت اچھی معلوم ہوئی تھی"۔

فرخ چہر۔ "آپ کی ذاتی نیک نفسی کے سوا اس کا کیا سبب ہو سکتا ہے"؟

ابن مغیث۔ یہ نہیں کوئی اور بات ہے خیر ہو گا مگر کیا میری خواہش کے مطابق آپ میرے دوست ہو سکتے ہیں"؟

فرخ چہر۔ "مجھے آپ اپنا سچا دوست خیال کریں"۔

ابن مغیث۔ "ہر امر میں؟ یعنی میں آپ کو اپنا ہمدم و ہمراز بھی

بنا سکتا ہوں"؟

فرخ چہر:"جس راز کو آپ میرے اس سینہ کے صندوق میں بند کر دیں گے وہ جب تک خود آپ آ کے نہ کھولیں انشاء اللہ ہمیشہ مقفل رہے گا۔"

ابن مغیث:"انشاء اللہ کا کلمہ اور ایک بابکی کی زبان سے"۔

فرخ چہر:"میں بابکی نہیں۔ بابکیوں کا ایک مسلمان غلام ہوں"۔

ابن مغیث:"بابکیوں کا غلام اور مسلمان! خدا کی قسم میری حمیت اس کو گوارا نہیں کر سکتی۔ تو اب یہ بتایئے کہ آئندہ بھی آپ بابکیوں کے غلام رہنا چاہتے ہیں۔ یا ایک مسلمان حکمران کے دوست"؟

فرخ چہر:"میں تو قسمت کا فرماں بردار ہوں۔ بابکیوں کا غلام رکھے گی۔ تو ان کا غلام رہوں گا۔ اور کسی مسلمان آقا کو میرے حال پر مہربان کر دے گی۔ تو اُس کا بندۂ بے درم ہو جاؤں گا"۔

ابن مغیث ان باتوں سے فرخ چہر پر نہایت مہربان ہو گیا۔ فوراً دیوان خانے سے اٹھا کے اُسے ایک دوسرے کمرے میں لے گیا۔ اور کہا:"اگرچہ زمانہ اور تجربہ اجازت نہیں دیتا کہ کسی اجنبی شخص پر بھروسہ کیا جائے۔ مگر میں اپنے دل کے رجحان و اصرار سے مجبور ہوں کہ آپ پر بھروسہ کروں اور آپ کو اپنا ہمدم و ہمراز بنا لوں۔ مجھے یقین ہے کہ ظالم و بدمعاش کی بہ نسبت آپ ایک مسلمان شخص کے زیادہ خالص دوست ہو جائیں گے"؟

فرخ چہر:"اور خدا نے چاہا تو آپ کا دل آپ کو دھوکہ نہ دے گا"۔

ابن مغیث:"یہ ہے تو بتایئے کہ میں بابک خرمی اور اُس کے پیروؤں سے دوستی رکھوں۔ یا دربار عباسی کی اطاعت کروں؟ ادھر یہ لوگ

مجھے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ اُدھر خلافت اپنی طرف بلا رہی ہے۔ ان لوگوں کا ساتھ دیتا ہوں تو آذربائیجان کا مستقل فرماں روا رہتا ہوں۔ اور خلافت کی طرف رُخ کرتا ہوں تو معتصم کے ایک ذلیل غلام سے زیادہ وقعت نہیں باقی رہتی۔ لیکن کاش یہ معلوم ہو جاتا کہ بابک بھروسہ کرنے کے قابل ہے۔ آپ ان لوگوں کے ساتھ رہے ہیں۔ ان کے خیالات اور ارادوں سے واقف ہیں۔ آپ ہی سے صحیح مشورہ مل سکتا ہے کہ اس معمے کو میں کیونکر حل کر دں۔

فرخ چہر "پہلے آپ اپنے دل سے پوچھیں۔ وہ معتصم کی غلامی پسند کرتا ہے۔ یا بابک کی دوستی۔"؟

ابن مغیث "یہی فیصلہ تو نہیں ہو سکتا۔ قومیت اور مذہب کا میلان بغداد کی طرف ہے۔ اور بابک کے وعدے اپنی طرف بلاتے ہیں۔ غرض میرا دل ایسی کشمکش میں پڑا ہے۔ کہ آپ ہی شاید اُسے اس عذاب سے نجات دلا سکیں۔"

فرخ چہر "اچھا آپ یہ بتائیں کہ بابک آپ سے کیوں دوستی پیدا کرنا چاہتا ہے"؟ اور باوجود اس اقتدار وحکومت کے جو اُسے کوہستان میں اسے حاصل ہے۔ اور اس سطوت کے کہ گردو نواح کا ہر شہر اور ہر شخص اس کے نام سے کھڑاتا ہے۔ اُسے آپ کی دوستی کی کیا ضرورت ہے۔"

ابن مغیث "اس لئے کہ وہ حکومت عرب کا دشمن ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اس سرزمین کے لوگوں پر عربوں کا جو اثر پڑا ہوا ہے اسے میری مدد سے مٹائے۔"

فرخ چہر "مختصر یہ کہ وہ عربوں کا دشمن ہے" ابن مغیث نے کہا۔

"بے شک" اس پر مسکرا کے فرخ چہر بولا۔" آپ بھی تو عربی النسل اور عربی الملت ہیں۔" "؟ اس پر بھی ابن مغیث نے یہی کہا کہ "بے شک۔"

فرخ چہر۔" تو پھر آپ کو اس کا کیا اطمینان ہے کہ جب آپ کے ذریعہ سے وہ عربوں اور مسلمانوں کا اثر مٹا چکے گا۔ تب آپ کا دشمن ہو کے آپ کے استیصال کی فکر نہ کرے گا۔"؟

ابن مغیث۔" اگر خلافت اور اسلامی قوت کا اندیشہ نہ رہا تو یقیناً وہ مجھ سے لڑنے کو تیار ہو جائے گا۔"

فرخ چہر۔" اور اُس وقت آپ میں اتنی قوت ہو گی۔ کہ اُس کا مقابلہ کر سکیں۔"؟

ابن مغیث۔" ہرگز نہیں۔ وہ ایک آن کے آن میں مجھے فنا کر دے گا۔"

فرخ چہر۔" بس اس کے بعد مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ خود ہی فیصلہ کر لیں۔"

ابن مغیث۔" اس پہلو پر نظر ڈالنے کا تو یہی نتیجہ ہے کہ مجھے خلافت سے مل جانا چاہیئے۔ اچھا میں یہی فیصلہ کئے لیتا ہوں۔ لیکن بغداد میں باغی مشہور ہو چکا ہوں۔ اور ابن الرواد نے المعتصم باللہ کو میرے خون کا پیاسا بنا دیا ہے۔ اب اگر میں اُن کی طرف رُخ بھی کروں تو میرا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اور بالفرض قصور معاف بھی کر دیا جائے۔ تو حکومت آذربائیجان مجھ سے قطعاً چھین لی جائے گی۔ فوراً حکم ہو گا کہ یہ قلعہ اور اُس کے تمام توابع ابن الرواد کے حوالے کر دو۔ اور یہ مجھ سے نہیں گوارا ہو سکتا۔"

فرخ چہر۔" تو امیر المومنین پر ثابت کیجئے کہ اس ملک میں آپ کا حاکم

رہنا ابن الرداد کے تقرر سے زیادہ مناسب اور خلافت کے لئے مفید ہے۔

ابن مغیث "یہی بن پڑتا تو اس سے بہتر کیا تھا؟ مگر مجھ سے ایسی کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی۔"

فرخ چہر "یہ تو بہت ہی آسان اور اس وقت بالکل آپ کے ہاتھ میں ہے۔"

ابن مغیث "کیونکر۔"

فرخ چہر "عصمت اور اُس کے تمام سرداروں کو جو مخمور و مدہوش پڑے ہیں۔ اسی وقت گرفتار کر کے پابزنجیر کر لیجئے۔ پھر اس کے بعد باہر والوں کو بھی اندر بلوا کے اسیر کیجئے۔ اور ان سب کو اظہار اطاعت کی عرضداشت کے ساتھ امیرالمومنین کے پاس بھیج دیجئے۔ اس کارگذاری پر وہ آپ کے ایسے گرویدہ ہو جائیں گے کہ آپ کے سامنے کسی سردار کی وقعت نہ رہے گی۔"

ابن مغیث "بڑی ہی عمدہ ترکیب بتائی۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے میرے دل پر سے بڑا بار ہٹ گیا۔ اب میں کبھی احکام خلافت سے منحرف نہ ہوں گا۔ اور کافر بابکیوں کو جہاں تک بنے گا سخت سے سخت سزائیں دوں گا۔ انھوں نے مسلمانوں اور عالی خاندان شرفائے عرب پر بڑے بڑے ظلم کئے ہیں۔ جن کا انتقام اب میری خون آشام تلوار لے گی۔ صرف اتنا اندیشہ ہے کہ عصمت کی اسیری کا حال سنتے ہی بابک خرمی چڑھ آئے گا۔ مگر میں قلعے میں محصور ہو کے بیٹھ رہوں گا۔ اور چند روز میں امید ہے کہ بغداد سے کمک آجائے گی۔"

فرخ چہر: "اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ میں خود وہاں جا کے کمک لے آؤں گا۔"

ابن مغیث: "بس اب یہی رائے قرار پا گئی۔"

فرخ چہر: "تو پھر اب انھیں لوگوں کے پاس چل کے بیٹھئے عصمت نہایت ہی ہوشیار شخص ہے۔ اور انسان نہیں پہاڑی ریچھ ہے۔ ایسا نہ ہو بدظن ہو جائے۔"

ابن مغیث: "چلئے اُن کی حالت دیکھیں کہ کس قدر مدہوش واز خود رفتہ ہو رہے ہیں۔ اگر اُن کے ہوشیار ہو جانے کا ذرا بھی اندیشہ نظر آیا۔ تو وہ ساقیہ جو شراب بھیج رہی ہے۔ ایسے اجزا سے کام لے گی کہ ان سب کی اُسی وقت آنکھ کھلے گی جب زنجیروں میں جکڑے جا چکے ہوں گے۔"

اب ابن مغیث اور فرخ چہر صحبت جشن میں آئے۔ مگر وہاں کی فحش بے اعتدالیاں دیکھ کے الگ ہی ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے۔ اور ابن مغیث نے فرخ چہر کے کان میں کہا: "ان بے حیائیوں کی سزا ان بدمعاشوں کو اب ملا ہی چاہتی ہے۔" یہ کہہ کہ وہ اُس عورت کے پاس گیا۔ جو صراحیوں میں بھر بھر کے شراب ساقیہ عورتوں کو دے رہی تھی۔ اور اُس کے کان میں کچھ کہا۔ جس کے ساتھ ہی اُس نے شراب بھیجنا موقوف کر دی۔ اور کسی کام کی فکر میں اُٹھ کے چلی گئی۔ جس سے تقریباً آدھ گھنٹے تک دور شراب موقوف رہا۔ بابکیوں میں اس وقت بادۂ ناب کی حرص اس قدر ہیجان میں تھی کہ وہ گھڑی کے لئے بھی دور کا رُکنا قیامت ہو گیا۔ ہر طرف جام کے لئے ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ اور لاؤ لاؤ کی پکار تھی۔ جب شوق بادۂ گلرنگ نے بے تابی و بے قراری کی شان

پیدا کر لی تو اُس عورت نے واپس آکے پھر دور شروع کیا۔ مگر اب کی اس نے ایسا بادۂ تند دیا کہ جس نے پیا دس بارہ منٹ کے اندر ہی مست و بیخود ہو کے گر پڑا۔ اور دم بھر میں سارے زن و مرد پڑے خراٹے لے رہے تھے۔ اور کسی کو سر و پا کی خبر نہ تھی۔

اب ابن مغیث فرخ چہر کو ساتھ لے کے چلا گیا۔ اور اپنے ایک معتبر اور ہوشیار سردار ابن حوقل کو بلا کے حکم دیا کہ "ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ جا کے ان سب بدمست خرمیوں اور اُن کے سردار عصمت کو جو مست و لا یعقل پڑے ہیں۔ زنجیروں اور رسیوں میں باندھ لو۔ ان کے پاس جو ہتھیار ہوں چھین لو۔ اور سب کو اس تہ خانے کی محبس میں بند کر دو۔ جو ہر طرف سے محفوظ اور آہنی سلاخوں سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ اگر ایک بھی بچ کے نکل گیا۔ یا تمہاری حراست میں سے گم ہو گیا تو اُس کا معاوضہ تمہاری جان کے سوا اور کوئی چیز نہ ہوگی۔"

ابن حوقل اس حکم کی تعمیل کو جا چکا تو ابن المغیث نے شبل بن ہمینار کو بلا کے حکم دیا: "تم قلعے کے باہر جا کے باقی ماندہ بابکیوں سے کہو کہ تمہارے سردار عصمت نے بلایا ہے کہ اپنے جشن عیش میں تمھیں بھی شریک کریں۔ خبردار ایسی خوش اسلوبی سے اور دوستی و خلوص کے لہجے میں سمجھانا کہ سب چلے آئیں۔ اور بہتر یہ ہو کہ اُن کے پچاس پچاس کے غول الگ الگ آئیں۔"

شبل: "بہت خوب، جس طرح بنے گا میں یونہیں لاؤں گا۔"

ابن مغیث: "بس قلعے کے اندر تک وہ چلے آیا چاہیں۔ پھر ہم سمجھ لیں گے۔"

شبل "انشاء اللہ میں لے کے ہی آؤں گا۔ حضور مطمئن رہیں۔ اُس کے جانے کے بعد ابن مغیث نے فرخ چہر سے کہا "اُن لوگوں کے لئے دعوت اور شراب کا انتظام وہیں باہر اُن کے پڑاؤ پر کر دیا گیا تھا۔ اب آدھی رات سے زیادہ آچکی ہے۔ اُمید ہے کہ وہ بھی سب مست اور نشہ میں چور ہوں گے۔ اور یہاں آنے کے بعد ایک ہی جام انھیں اُن کے بے دین سردار کے پاس پہونچا دے گا۔

فرخ چہر "مگر میرا خیال ہے کہ بہت سے لوگ نہ آئیں گے۔"

ابن مغیث "اگر شبل کے ساتھ آپ بھی چلے جاتے تو اُن لوگوں کو اس میں ذرا بھی شبہ نہ رہتا کہ خود عصمت نے بلایا ہے۔ اور سب کے سب بے عذر چلے آتے۔"

فرخ چہر "یہ بجا ہے۔ مگر میں ابھی اس بات کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا کہ میں بھی آپ کے مشورے میں شریک ہوں۔ یا آپ کو مجھ پر کسی قسم کا بھروسہ ہے۔"

ابن مغیث "جو آپ کی رائے ہو میں انکار نہ کروں گا۔"

ابن حوقل نے جب عصمت اور اُس کے تمام رفقا کو طوق وسلاسل میں خوب جکڑ لیا اور ہتھیار لے لئے تو انھیں مار مار کے اٹھایا اور دھکے دے دے کے قید خانے میں پہونچا دیا۔ ان لوگوں کے ہٹاتے ہی باہر والے خرمیوں کے دو اور غول شبل کے ہمراہ قلعے میں آئے جو اسی حال میں بٹھائے گئے۔ اور سحر آفرین پری پیکروں نے اُن کے ہاتھ میں لا لا کے جام شراب دیئے تو وہ اُن کے حسن و جمال اور لگاوٹ کے چشم و ابرو سے مغلوب ہو کے

اپنے آقا اور اپنے رفیقوں سے ملنے کا خیال ہی بھول گئے اور بے تکلف جامِ شراب لے لے کے پینے لگے. تھوڑی دیر میں وہ بھی غافل و مدہوش تھے اور ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا. جو عصمت کے ساتھ ہو چکا تھا۔

لیکن باقی ماندہ بابکیوں نے جن کی تعداد تین سو سے زیادہ تھی یک بیک آنے سے انکار کر دیا. اور وجہ یہ ہوئی کہ ان میں سے ایک بوڑھے شخص نے غل مچایا کہ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک بھی اندر جاکے واپس نہیں آیا. ایسا نہ ہو کہ ہمارے ساتھ دغا کی جائے. ہمارے سرداروں میں سے کسی کو لاؤ تو ہم چلیں۔" نشۂ شراب میں یہ خیال باقی ماندہ بابکیوں میں پھیل گیا. اور اب انھوں نے زور و شور سے غل مچایا کہ "ہمارے سردار عصمت کو قلعے کے باہر لاکے ہمیں دکھاؤ۔" اور جب اس میں تامل ہوا تو انھوں نے تلواریں کھینچ لیں. اور آمادہ ہوئے کہ قلعہ میں گھس کے لڑائی شروع کر دیں۔ ان کی یہ حالت سن کے ابن مغیث قلعے کے باہر نکل آیا۔ اور استمالت کی کوشش کرنے لگا. مگر اس کی صورت دیکھ کے سب نے اور ہنگامہ مچایا۔ اسے گالیاں دینے اور اس پر حملہ کرنے لگے اور آخر اس جوش و خروش سے اس پر جھپٹے کہ وہ گھبرا کے قلعے کے اندر ہو رہا اور پھاٹک بند کر وا لیے۔

محمد بن المغیث بابکیوں کے اس سلوک سے اس قدر مشتعل ہو کے آیا تھا کہ سیدھا اپنے محل میں گیا اور فرخ چہر کو بلا کے کہا. "اب جو لوگ باہر رہ گئے ہیں انھیں باہر ہی پڑا رہنے دیجیے.

صبح کو میں ان سب کو ان کی بے ہمتی و بد تہذیبی کا سبق دوں گا۔ اب رات زیادہ آ چکی ہے۔ میں بھی سوتا ہوں اور آپ بھی سو رہیئے۔" یہ کہہ کے اس نے اپنے ایک غلام کو بلا کے حکم دیا کہ قصر شاہی میں ہمارے معزز مہمانوں کے لیے جو خواب گاہ کا کمرہ ہے اُسے فرخ چہر کے آرام کے لیے درست کر دو۔" یہ کہہ کے وہ محل میں گیا اور فرخ چہر غلام کے ساتھ اسی خواب گاہ میں جا کے سو رہا۔

صبح تڑکے اُٹھ کے ابن المغیث نے نماز پڑھی اور باہر آیا۔ پھر فرخ چہر کو بلوا کے کہا "اب میں رات کے کافر اسیروں کو بلا کے ان کی قسمت کا فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ دیکھتے رہیں اور جس امر میں آپ کی رائے خلاف ہو مجھے بتا دیں۔"

فرخ چہر:- "میں عصمت اور اس کے ہمراہیوں کے سامنے آپ کا مشیر کار بننا نہیں پسند کرتا۔"

ابن المغیث:- "تو آپ میرے پیچھے اس کوٹھے والے حجرے میں بیٹھ جایئے اور دیکھتے رہیں کہ میں کوئی خلاف کارروائی تو نہیں کرتا۔ دو ایک غلاموں کو میں آپ کے پاس ٹھہرائے دیتا ہوں۔ جس بات کو خلاف مصلحت پائیں فوراً انھیں بھیج کے اس سے روک دیں۔"

فرخ چہر:- "میں اس قدر افزائی و نوازش کا شکر گذار ہوں۔ جو کچھ عرض کرنا تھا میں نے شب ہی کو عرض کر دیا اب آپ مختار ہیں جو چاہیں کریں۔ مجھے حاکموں اور فرمان رواؤں کی مرضی میں کیا دخل ہو سکتا ہے۔

ابن المغیث ۔ "آپ کو پورا دخل ہے۔ میں احسان مند ہوں کہ آپ کے مشورے سے میں ایک بڑی بھاری غلطی سے بچ گیا۔"

فرخ چہر ۔ "اور میں اب عرض کرتا ہوں کہ بابک اور عصمت دونوں آپ کے دوست نہیں ہیں۔ عصمت نے ارادہ کر لیا تھا کہ یہاں سے واپس جاتے ہی بابک کو آپ کا دشمن بنا دے گا۔ اور اس سے اجازت لے کے قلعوں پر حملہ کر دے گا۔ مگر چونکہ یہ ان کا راز تھا۔ اس لئے میں نے رات کو نہیں عرض کیا۔"

ابن المغیث ۔ "نہیں کہا تو کیا ہوا؟ آپ نے اس کے ضرر سے تو مجھے بچا دیا۔"

اب فرخ چہر جا کے اس بالا خانہ میں جھروکے کے پاس بیٹھا۔ اور ابن المغیث نے سپہ سالار ابن حوقل کو جو سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا حکم دیا کہ رات کے تمام اسیروں کو اسی طرح پابہ سلاسل لا کے قصر عدالت کے قریب ٹھہراؤ اور عصمت کو میرے سامنے حاضر کرو۔" ابن حوقل "جو حکم" کہہ کر گیا اور کوئی آدھ گھنٹے میں عصمت کو اس کے سامنے لا کے کھڑا کر دیا۔ جو سر سے پاؤں تک زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس نے ابن المغیث کا سامنا ہوتے ہی ان آنکھوں کو جو مے دوشینہ کے اثر سے مخمور تھیں نیم باز کیا اور طیش کھا کے کچھ کہنے کو تھا۔ مگر خود ہی خلاف مصلحت سمجھ کے رُک گیا۔

ابن المغیث ۔ "عصمت رات کی مے تند کا خمار دیکھا؟"

عصمت ۔ "ہاں دیکھا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ مسلمانوں سے دوستی اور احسان کا کیا معاوضہ ملتا ہے۔"

ابن المغیث :" اسے ابھی تم نے نہیں دیکھا ہے۔ اب تھوڑی دیر میں دیکھو گے۔ مگر خیر یہ تو بتاؤ۔" تمھارے ہادی و پیشوا بابک کا الہام سچا ہے یا میرا؟ اس کو الہام ہوا تھا کہ ابن الرواد مجھ پہ حملہ کرنے کو آتا ہے اور مجھ کو یہ الہام ہوا تھا کہ تم میرے دشمن ہو اور یہاں سے جا کے بابک کو میرا دشمن بنا دو گے۔ کیوں یہ کتنا سچا الہام تھا ؟"

عصمت۔ (غصے کے لہجے میں) "بد عہد اور دغا باز لوگ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ پیدا کر لیا کرتے ہیں۔"

ابن المغیث۔" خیر اب بتاؤ کہ تمھارے کون کون سردار تمہارے ہمراہ ہیں ؟"

عصمت:" میرا ہر سپاہی شجاعت و جوانمردی میں بے مثال ہے اور ان کے افسر تو ایسے ہیں کہ اپنے سامنے دنیا میں کسی کی ہستی نہیں سمجھتے۔"

ابن المغیث :" انھیں کو پوچھتا ہوں۔ نام بتاؤ۔"

عصمت :" میرا سب سے زیادہ جوانمرد و شجاع افسر خورزاد ہے جو تمھارے قلعے میں رہ چکا ہے۔ اور تم اس کی بہادری سے خوب واقف ہو۔

ابن المغیث کا اشارہ ہوتے ہی خورزاد پابہ زنجیر لا کے کھڑا کر دیا گیا۔ جسے دیکھ کے حاکم قلعۂ شاہی نے کہا :" یہی ؟" اب دوسرے سردار کا نام لو۔" اس نے کہا :" ماہیار۔" ساتھ ہی وہ بھی سامنے کھڑا تھا۔ پھر سوال ہوا کہ :" اور بتاؤ۔" عصمت نے کہا :" فرخ چہر۔ اس کا نام سن کے ابن المغیث نے کہا :" افسوس وہ رات کو موقع پا کے نکل گیا اس نے

شراب کم پی - اور قبل اس کے کہ گرفتاری کا حکم ہو - وہ محل سے نکل گیا۔"

عصمت :"خیر تو یہ مسرت ہمارے لئے کافی ہے - کہ وہ جا کے حضرت بابک یزداں مظہر سے بیان کر دے گا - کہ ہمارے ساتھ کس طرح اور کیسی دغا بازی کی گئی۔"

ابن المغیث :"خیر تو اُسے جانے دو - دوسرے سرداروں کا نام لو۔" اب عصمت اپنے ہمراہیوں سے معزز و منتخب لوگوں کے نام ایک ایک کر کے لیتا تھا - اور جس کا نام لیتا وہ فوراً حاضر کر دیا جاتا - اس طرح اُس نے تقریباً ساٹھ ستر آدمیوں کے نام لئے - اور سب حاضر ہو گئے - تب ابن المغیث نے کہا :"اب تم اپنے اور ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک چاہتے ہو"؟

عصمت :"وہی سلوک جس کی ایسی ہی حالت میں تم کو مجھ سے توقع ہوتی۔"

ابن المغیث :"بہت ٹھیک اور میری مرضی کے موافق یہی جواب ہے - ہاں میں وہی سلوک کروں گا۔" یہ کہہ کے اُس نے ابن حوقل کو حکم دیا - کہ یہ جتنے بابکی افسر کھڑے ہیں - سب کے سر کاٹ کے میرے سامنے رکھ دو - دھڑ فصیل قلعہ پر سے جا کے باہر پھینک دو - اور باہر والے سرکش بابکیوں سے پکار کے کہہ دو کہ" اپنے نامور سرداروں کو پہچان لیں - انھیں یہ بھی بتا دینا کہ" ان لوگوں کے ساتھ یہ سلوک خود تمھارے سردار عصمت کے ایما سے اور اُن کی مرضی کے مطابق کیا گیا ہے۔"

عصمت :"آہ! اس ظلم کا انتقام بہت جلد لے لیا جائے گا۔"

ابن المغیث :"یہ انتقام ہی ہے اُن عرب شرفا اور اُن عصمت مآب

عربیہ خاتونوں کا جو بدقسمتی سے تمھارے ہاتھوں میں اسیر ہوئیں۔"

اب ابن حوقل نے اُس حکم کی تعمیل شروع کردی مقتول بابکیوں کے سر کاٹ کاٹ کے ابن المغیث کے سامنے ایک قطار میں رکھے جاتے اور دھڑ قلعے کے باہر دھڑا دھڑ گر رہے تھے۔ جب عصمت کے منتخب کئے ہوئے سرداروں کی تعداد ختم ہوگئی تو باقی ماندہ بابکی اسیر لائے گئے۔ اور اُن کے ساتھ بھی وہی کارروائی ہوئی۔ یہاں تک کہ اکیلا سپہ سالار بابک عصمت رہ گیا۔ اُس وقت اُس نے زندگی سے مایوس ہو کے نہایت ہی حسرت و یاس کے لہجے میں کہا۔

"او ظالم دغا باز ابن المغیث آخر میرے قتل میں کیا تاخیر ہے۔؟ حکم دے کہ میرا سر بھی کاٹا جائے۔ آہ! قتل سے بڑا یہ خونیں تماشا ہے۔ جو تو مجھے دکھا رہا ہے۔"

ابن المغیث: "یہ خونیں تماشا اب ختم ہو چکا۔ مگر تم سے میں ایک دوستانہ کام لینا چاہتا ہوں۔ جس کے لئے تمہاری جان مجھے عزیز ہے۔"

عصمت: "(حیرت سے) ظالم وہ دوستانہ کام بھی بتا دے۔"

ابن المغیث: "ان سب سروں کو تدہین کر کے مجھے ہشتم آل عباس امیر المومنین المعتصم باللہ کے ملاحظے میں بھیجنا ہے۔ اور تم سے بہتر جانے والا کون ہو سکتا ہے۔؟ مگر چند روز انتظام کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ تدہین و اصلاح میں ذرا دیر لگے گی۔ یہ جیسے ہی تیار ہو گئے اُن کو تمھارے حوالے کر کے بڑے گروفر سے معتصم بغداد بھیجوں گا۔"

یہ کہہ کے اُس نے حکم دیا کہ سب سر تیل میں ڈال دیئے جائیں اور جس قدر جلد ممکن ہو صاف کر کے اس قابل کر دیئے جائیں کہ یہ سر

وہاں پہونچ جائیں۔ اور جب تک یہ مدد پر ہوں ہمارے دوست عصمت کو اسی قید خانے میں چلکے رکھو۔ جس میں انھوں نے اپنے رفیقوں کے ساتھ آج کی رات کا آخری وقت بسر کیا ہے۔"

اِدھر تو یہ لوگ عصمت کو تہ خانے کی مجلس میں لے گئے، ادھر مقتول بابکیوں کی لاشیں باہر پھینکی گئیں۔ تو بابکیوں میں ٹیس پڑ گئی بعض روتے اور سر پیٹتے تھے۔ اور بعض چلا چلا کے ابن المغیث کو گالیاں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ انھیں یقین ہو گیا کہ ہمارے سردار اور رفقا جو قلعے کے اندر تھے سب مار ڈالے گئے۔ کوئی تدبیر بنائے نہ بنتی تھی اور حد سے زیادہ مضطر و پریشان تھے۔ کہ یکایک فصیل پر سے تیر برسنے لگے۔ اور انھیں نظر آیا کہ اس کھلے میدان میں ہم محفوظ بھی نہیں رہ سکتے یہ دیکھ کے اُن کے ایک سردار بوذرخشاں نے جو باہر رہ گیا تھا سب سے کہا "چلو ہم سب اپنے مقتدا اور سرتاج حضرت بابکِ پاک نہاد کے پاس چلیں۔ اُن کو اس مصیبت کی خبر دیں۔ پھر وہاں سے زبردست لشکر لے کے یہاں واپس آئیں اور اپنے مظلوم ساتھیوں کے خون کا بدلہ لیں۔ سب نے یہ رائے پسند کی۔ اور اُسی وقت سارا مال و اسباب چھوڑ کے پہاڑوں کی طرف بھاگے۔ انھیں بھاگتے دیکھ کے اِبن المغیث کے پانچ ہزار سواروں نے قلعے سے نکل کے تعقب کیا۔ جتنے بابکی زندہ بچ کے بھاگے تھے۔ اُن میں سے بھی آدھے کے قریب رگید رگید کے مار ڈالے گئے۔ بقیۃ السیف لوگ جا بجا گھاٹیوں اور جنگلوں میں گھس کے غائب ہو گئے۔ اور قلعۂ شاہی کے سوار بغیر اس کے کہ کسی کو بھی کوئی چپیٹ آئی ہو۔ مغرب کے قریب واپس آ کے قلعے میں داخل ہونے لگے۔

اب یہ لوگ قلعہ میں داخل ہوئے اور ابن المغیث فرخ چہر کے ساتھ آکے اپنے سواروں سے تعاقب کے حالات اور مفرورین کی سرگذشت پوچھنے لگا۔ ناگہاں ایک شخص سامنے آکے کھڑا ہوگیا اور چار آنکھیں ہوتے ہی ادب سے جھک سلام کیا۔ اس کی صورت دیکھتے ہی ابن المغیث کی زبان سے بے اختیار نکلا "اخاہ! تم ہو طیّار؟ کب آئے؟"

طیّار "اسی وقت آرہا ہوں۔ ان سواروں میں مل کر میں بھی اندر چلا آیا۔"

ابن المغیث "کوئی اچھی خبر بھی لائے ہو؟"

طیّار "اچھی ہو یا نہ ہو مگر اہم اور ضروری خبر البتہ لایا ہوں بھلا میں خالی آسکتا تھا۔"

ابن المغیث "تو جلدی بتاؤ۔ کیا خبر لائے ہو۔"

طیّار "حضور سردار افشین بغداد سے بہت بڑا انبوہ دست لشکر لے کے اور بڑی شان و شوکت سے آئے ہیں کہ بابک خرمی کی حکومت کو بیخ و بن سے اکھاڑ کے پھینک دیں اور چونکہ آپ بابکیوں کے دوست ہیں اس لئے ان کا مقصد ہے کہ پہلے آپ ہی پر حملہ کریں۔ میں انھیں یہاں سے چار منزل پر چھوڑ آیا ہوں۔ اور ابھی کافی موقع ہے کہ حضور بابک کو اطلاع دے کے کمک منگوالیں۔ افشین کے ساتھ حملہ آوری کا ایسا درجے کا سامان زبردست اسلحہ اور اتنا بڑا لشکر ہے کہ ان کے ہاتھ سے قلعے کو بچانا آسان نہیں ہے۔"

فرخ چہر "بابکیوں کو جو خبر پہونچی تھی کہ ابن الرواد آرہا ہے۔ اسکی

اصلیت یہ نکلی۔"

یہ خبر سُن کے ابن المغیث نے اپنے جاسوس طیار کو دوسرے دن خلوت میں ملنے کا وعدہ کرکے رخصت کردیا۔ اُن سواروں کو بھی جو بابکیوں کو پہاڑیوں میں بھگا کے آئے تھے انعام و عزت افزائی کا وعدہ کرکے واپس جانے کی اجازت دی۔ اور خود فرخ چہر کو ساتھ لے کے اپنے قصر میں آیا۔ اور کہا: "اب بتایئے میں اس آفت کو کیونکر رد کروں۔؟ افشین کا یہاں آنا کسی طرح مصلحت نہیں ہے۔ اول تو جب تک امیر المومنین سے سند معافی نہ ملے وہ کسی بات کی سماعت نہ کرے گا۔ اور سماعت بھی کرے گا تو اُس کے لشکر کی رسد رسانی ہی اتنا دشوار کام ہے کہ میری ساری رعایا تباہ ہوجائیگی۔"

فرخ چہر: "یہ کام میں خود جاکے انجام دوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ افشین کو آپ کا دوست بنا کے اُسے بابک کی طرف روانہ کردونگا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ یہ مغرور بابکی پرسوں یا ترسوں آپ کے قلعے میں آکے یورش کردیں گے۔ لیکن اب اطمینان ہوگیا کہ افشین کے خوف سے بابکیوں کو اِدھر کا رُخ کرنے کی بھی جرأت نہ ہوگی۔"

ابن المغیث: "مگر آپ کل صبح ہی کو روانہ ہوجائیں تو مطلب نکلے گا۔"

فرخ چہر: "کل علی الصباح نماز سے فارغ ہوتے ہی میں چلا جاؤں گا۔ اور اسی وقت رخصت ہوئے لیتا ہوں۔ لیکن میری واپسی سے پہلے ہی آپ خرمیوں کے سروں اور عصمت کو کسی ہوشیار افسر کے ساتھ امیر المومنین کے پاس بھیج دیجئے۔"

ابن المغیث نے وعدہ کیا اور اسے رخصت کرکے حکم دیا کہ اسی وقت اس کے لئے سواری اور سامان سفر تیار ہو جائے اور خود اپنے محل کی راہ لی۔ فرخ چہر نے اس کے جانے کے بعد جب سامان درست کر لیا تو وہ بھی ذرا قبل از وقت سو رہا، اس لئے کہ تڑکے اٹھ کے سفر کرنا تھا۔

پانچواں باب

انتظامات جنگ

افشیں دولت عباسیہ کی سیاہ بیرقیں اڑاتا ہوا آذر بائیجان میں پہنچا تو فرخ جہر کے پہنچنے سے پہلے ہی اسے کوہبانوں سے اطلاع ملی کہ ابن المغیث نے بابکیوں کے ایک نامور سردار اور اس کے تمام رفقاء کو قتل کر ڈالا اور جو باقی بچے انہیں مار کے نکال دیا۔ یہ سن کے وہ خوش ہوا اور ارادہ کیا کہ اسے بھی اپنے ساتھ شریک کرلے اور بابک کی سرکوبی میں اس سے مدد لے یہ سوچ ہی رہا تھا کہ فرخ جہر ایک عربی ایلچی کی وضع میں آکر ملا اور اسے یقین دلایا کہ ابن المغیث امیر المومنین کا خیر خواہ و تابع فرمان اور آپ کا دوست ہے وہ آپ کو اس مہم میں مدد دے گا اور اپنی طرف سے اسے روکے رہے گا۔ چنانچہ اظہار عقیدت و اطاعت کی غرض سے وہ مقتول بابکیوں کے سیکڑوں سرداروں کے سر اور ان کے سب سے بڑے سردار عصمت کو زندہ گرفتار کرکے عنقریب امیر المومنین کی خدمت میں بھیجنے والا ہے۔"

افشیں: "کل مجھے ان واقعات کی اطلاع مل چکی ہے تاہم احتیاط کے لئے میں ابن المغیث کے قریب ہی عساکر خلافت کا ایک مورچہ قائم کردوں

گا اور اندازہ کرتا رہوں گا کہ اس مشتبہ حاکم قلعہ شاہی سے ہمیں کیا مدد ملتی ہے"۔

یہ کہہ کر اس نے فرخ چہر کو ساتھ لیا قلعہ شاہی کو چھوڑ کر شہر مذرند میں پڑاؤ ڈال دیا۔ یہاں ٹھہر کے اس نے فرخ چہر سے پوچھا کہ کیا اس سرزمین کے حالات اور راستے معلوم ہیں؟"

فرخ چہر:۔ جی ہاں خوب واقف ہوں"۔ یہ سن کے اس نے یہاں کے کئی کوہبان اور اپنے ساتھ کے واقف کار رہبروں کی مجلس منعقد کی فرخ چہر کو بھی اس میں شریک کیا اور سب سے پوچھ پوچھ کے اس سرزمین کا ایک مکمل نقشہ بنا لیا جس میں اطراف و جوانب کے تمام پہاڑ، گھاٹیاں، ندیاں، مرغزار، جنگل اور چھوٹے بڑے تمام گاؤں درج تھے۔ اس نقشہ کے مرتب کرنے کے بعد تمام ہمراہی واقف کاروں سے جدا جدا اس کی تصدیق کرائی اور جب اس کی صحت کا یقین ہو گیا تو کوشش شروع کی کہ ہر چار طرف سے بابک خرمی کی ناکہ بندی کر دے۔ اس کے ساتھ یہ بھی انتظام کیا کہ جو سڑک اردبیل تک مختلف شہروں اور گھاٹیوں میں ہوتی ہوئی گذری ہے اور جو شمالی ایران و عراق عرب کے درمیان قافلوں کا گذرگاہ ہے جہاں بابک خرمی مسلمان تاجروں اور سیاحوں کو علانیہ لوٹا کرتا تھا۔ اس کو خطروں سے پاک کر دے۔ چنانچہ اپنے بھروسے کے نامور سرداروں کو تھوڑی تھوڑی فوج کے ساتھ اس ساری سڑک پر جا بجا متعین کر دیا۔ محمد بن یوسف شہر خش میں جا کے ٹھہرا اور اسے حکم ہوا کہ تہیں پڑاؤ ڈال کے اپنے گرد خندقیں کھود لے۔ ہیثم غنوی کو مقام رستاق الرشق میں بھیجا اور حکم دیا کہ وہاں کے قلعے میں قیام کر کے اسے لڑائی کے لئے خوب

مضبوط اور تیار کرے اور علویہ اعور کو حصن النہر میں ٹھہرایا۔ یہ مقام
اردبیل سے بہت قریب تھا اور ان سب سرداروں کو حکم دیا کہ قافلہ
اردبیل سے چلے تو وہاں کی متعینہ فوج کے سپاہی اپنی حفاظت میں اسے
حصن النہر میں پہنچائیں۔ وہاں سے علویہ اعور اپنی ہمراہی فوج کی حفاظت
میں اسے ہیثم کے پڑاؤ یعنی قلعہ رستاق ارشق تک پہنچا دے۔ ہیثم اس
کو ابوالعباس کے پڑاؤ تک پہنچائے اور وہ اپنی حفاظت میں اسے خاص
افشین کے مستقر یعنی شہر برزند میں پہنچا دے یہی انتظام ان قافلوں
کے لئے بھی جاری رہتا جو ادھر سے ادھر روانہ ہوا کرتے۔ اس طریقے
سے ناکہ بندی کر کے افشین نے اول تو بابک خرمی کے علاقے کو چاروں
طرف سے گھیر لیا اور دوسرے قافلوں کی آمد و رفت بھی جاری کر دی
جو بابکیوں کی لوٹ مار سے رک گئے تھے اور ملک کی تجارت اور
حاجیوں کی سیاحت بند ہو گئی تھی۔

یہ انتظام ایک مدت تک مستقل طور پر جاری رہا اور سپہ سالار
اعظم افشین خاموشی سے بیٹھ کے سوچ رہا تھا کہ بابک پر کیوں کر اور
کدھر سے حملہ شروع کرے۔ اس لئے کہ اس کوہستانی علاقے میں گھسنا خود
کشی اور اپنے سارے لشکر کو فنا کر دینا تھا خصوصاً بابک کے ایسے ہوشیار
باغی کے سامنے جس نے اپنے پیروؤں کو مذہبی تعلیم کے علاوہ حمایت
وطن کا بھی جوش دلا کے ہر قسم کی جانبازی پر آمادہ کر دیا تھا لیکن باوجود
اس سکون و سکوت کے افشین غافل نہ تھا۔ اس نے اس سرزمین کے تمام
جاسوسوں کو گانٹھا اور اپنا بنانا شروع کر دیا۔ عام جاسوسوں کے علاوہ
بابک کا جو جاسوس گرفتار ہوتا، اس سے افشین پوچھتا: "بابک تمہیں

اس خدمت کا کیا معاوضہ دیتا ہے؟ وہ جو معاوضہ دیتا ہو اس کا دوگنا مجھ سے لو اور میرے دوست بن جاؤ۔" یہ وعدہ دے کے اور اپنا زیر بار احسان بنا کے وہ اسے چھوڑ دیتا۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں نئے جاسوسوں کے علاوہ جو اس کی طرف سے حریف کی نقل و حرکت کا پتہ لگاتے، بابک خرمی کے تمام جاسوس بھی دل میں اسی کے طرف دار ہو گئے۔ بہ ظاہر وہ بابک ہی کے ساتھ تھے مگر اصل میں افشین کا کام کرتے اور جو رقمیں انہیں وہاں سے انعام و اکرام میں ملتیں ان سے دونی رقم آ کے افشین سے لیتے اور بابک کی گھڑی گھڑی کی خبر پہنچاتے رہتے اور اس کی تمام تدبیروں سے ہوشیار سپہ سالار خلافت عباسی آگاہ ہو جاتا۔

اب اس مہم کی تقویت کے لئے معتصم نے اپنے ایک نامور ترکی سردار بغا کبیر کو بہت بڑا خزانہ دے کے روانہ کیا کہ افشین کے پاس پہنچا دے اس لئے کہ سپاہیوں کی تنخواہ اور انتظامات حملہ آوری کی ضرورت سے لشکر گاہ میں روپے کی سخت ضرورت تھی۔ بغا کبیر یہ خزانہ لے کے اردبیل میں پہنچ گیا اور بابک کو اپنے جاسوسوں سے اس کی خبر ہو گئی کہ ایک بہت بڑا خزانہ بغداد سے آیا ہے اور اردبیل سے برزند کو آنے والا ہے۔ اس دولت کا حال سنتے ہی اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اور ارادہ کیا کہ راستے میں اچانک جا پڑے اور اسے لوٹ کے اپنے قبضے میں کر لے۔ بغا کبیر خزانے کے اونٹوں کے ساتھ کوچ کر کے وقت عصر کے قریب مقام خش میں پہنچا اور ابو سعید کی خندقوں کے باہر ٹھہر گیا۔ اس کی خبر بھی بابک کو ہو گئی اور وہ بغا کبیر کی نقل و حرکت کو پہاڑوں

کی آڑ ہی آڑ میں خوب غور سے دیکھنے لگا۔ بہر حال قافلہ حصن النہر تک پہنچا تھا کہ یکایک بابک خرمی ایک زبردست لشکر کے ساتھ آپہنچا اور قلعے کے مختصر لشکر سے جو قافلے کی حراست پر مامور تھا لڑائی شروع ہو گئی قلعہ کے چند سپاہی ایسے زبردست حریف کا بھلا کیا مقابلہ کر سکتے تھے؟ سب کے سب مارے گئے اور ان کے ساتھ قافلہ سالار بھی لقمۂ شمشیر ہوا۔ آخر بابک خوشی خوشی قافلے کے لدے پھندے اونٹوں پر قابض ہو کے اپنی گھاٹیوں میں ہنکالے گیا اور اپنے دارالغاوت شہر بذ میں لیجا کے دوسرے دن دربار کیا جس میں تمام حاضرین نے خوب شرابیں پیں اور نشہ کی ترنگ میں بابک نے حاضرین دربار سے کہا "مکار و بدعہد ابن المنیس کی دغابازی کے بعد آج ہم نے خوشی کا جشن کیا ہے اور شراب ارغوانی کے جام پئے ہیں، اس لئے کہ آج ہم نے مرحوم عصمت اور اس کے ساتھ والے بہادر شہیدوں کا انتقام لیا ہے۔ یقین ہے مدینۃ السلام بغداد کے عظیم الشان خزانے کے ساتھ معمولی لوگ نہ ہوں گے۔ خیر اب وقت آیا ہے کہ بغداد کی سربمہر دولت ہمارے سامنے لا کر کھولی جائے۔ اور ہم اسے اپنے حق پرست مومنوں اور جانباز سپاہیوں میں تقسیم کریں۔"

قافلے کے اونٹ جو زبردست پہرے میں اسی طرح رکھے گئے تھے اور کسی نے انہیں ہاتھ تک نہیں لگایا تھا قصر بذ کے صحن میں لائے گئے اور ایک اونٹ کا راحلہ کھولا گیا تو سب نے حیرت سے دیکھا کہ بڑے بڑے سخت بوروں میں ٹھیکرے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی سب کی رنگت اڑ گئی اور بابک نے گھبرا کے حکم دیا کہ "دوسرا بورا اتارو۔" اس

میں جو دیکھا گیا تو سنگریزے تھے اس نے سب کو اور زیادہ بدحواس کر دیا۔ اب لوگوں نے گھبرا گھبرا کے اونٹوں کی پیٹھ سے جن کی تعداد دو سو کی تھی گٹھر اتارے اور سب میں سوا بالو، کنکر، پتھر اور ٹھیکروں یا سنگریزوں کے کچھ نہ پایا۔

دیر تک خاموش و نادم رہنے کے بعد بابک نے سر اٹھا کے کہا۔ "افسوس مجھے دھوکا دیا گیا اور دھوکے دھوکے میں میرا عہد ٹوٹ گیا میرے ساتھ تم سب نے عہد کیا تھا کہ جب تک خصمت اور اس کے مرحوم رفقا کے خون کا بدلہ نہ لے لو گے شراب نہ پیو گے، ہمارا افسوس کہ ہمارا عہد ٹوٹ گیا مگر اس میں یزداں کی یہ مصلحت تھی کہ ہم میثاق کے ثواب سے محروم نہ رہیں۔ خیر اب میں اس سے زیادہ سخت انتقام لوں گا، انتقام کے علاوہ دشمنوں کو اس مکاری کی بھی سزا دینا ہے۔ مگر ان جاسوسوں کو لا کے حاضر کرو جنہوں نے ان واقعات کی خبر دی ہے۔ میں انہیں بے سزا دیئے نہ رہوں گا، اور جب تک ان کو سزا نہ مل جائے یہ دربار برخاست نہیں ہو گا"۔ جاسوسوں کی تلاش میں چاروں طرف آدمی دوڑائے گئے اور سارا شہر چھان ڈالا گیا مگر ان کا کہیں پتہ نہ تھا آخر طیش کے لہجے میں بابک نے کہا "تو کیا اب میں یہ سمجھوں کہ میرے جاسوس اور مخبر ہی مجھے دھوکہ دے رہے ہیں؟" اور اپنے مخبروں اور کوہبانوں پر نہایت سختیاں شروع کر دیں۔

آخر دس بارہ دن کے بعد ایک چالاک جاسوس یہ خبر لایا کہ افشین بڑا چالاک سپہ سالار ہے اور اس نے عجب فطرت سے آپ کے جاسوسوں کو دھوکا دے دیا معلوم ہوتا ہے کہ اسے آپ کے ارادوں

اور آپ کی فوج کی نقل و حرکت کی پوری پوری اطلاع ملتی رہتی ہے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ مقام خش سے جب خزانہ آگے بڑھے گا تو آپ اس پر قبضہ کر لیں گے۔ افشین نے یہ کیا کہ وہ خود چپکے سے خش میں پہنچ گیا، پورے قافلے کو ظاہری ساز و سامان سے وہیں چھوڑا اور خود بغا کو اور اس کے خزانے کو چپکے سے اپنے خزانے میں منتقل کر کے اس طرح برزند واپس گیا کہ نہ اس کے ساتھ طبل بجتا تھا، نہ قرنا پھنکتے تھے نہ علم اور بیرقیں بلند تھیں۔ سارے لشکر نے غیر معمولی خاموشی سے کوچ کیا اور آپ خوش ہوئے کہ تھوڑا بہت لشکر جو حفاظت کے لئے آگیا تھا وہ بھی واپس گیا۔ ان کے نکل جانے کے بعد قافلہ اپنی اسی شان و وضع سے روانہ ہوا جس شان سے کہ بغداد سے یہاں تک آیا تھا اور اس کے ہمراہ چند معمولی سپاہی تھے جب وہ خش سے تھوڑی دور آگے بڑھا تو آپ نے اس پر حملہ کر کے کل اونٹوں اور سامان پر قبضہ کر لیا۔ مگر جب بعد میں لا کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ خزانہ پہلے ہی نکل گیا اور اس قافلے میں خزانے کے بجائے سنگریزوں اور ٹھیکروں سے بھرے ہوئے بورے تھے۔"

یہ سن کے بابک خرمی کو ایسا طیش آیا کہ اسی وقت تھوڑی سی منتخب فوج کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور جاتے ہی حصن ارشق کا محاصرہ کر لیا۔ قلعے میں ہیثم کی فوج مقابلے کے لئے موجود تھی۔ بابک نے اسے پیام بھیجا کہ قلعہ ہمارے حوالے کر دو۔ ہیثم نے انکار کیا اور لڑائی کا زور و شور بڑھ گیا۔ بابک کو یقین تھا کہ میں اس قلعے کو بہت جلد فتح کر لوں گا اور اب کوئی قوت اسے میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتی۔ لیکن

وہ قلعے پر تابڑ توڑ دھاوے بول رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہے کہ افشین
طبل جنگ بجاتا ہوا آ پہنچا اور ایک قریب کی گھاٹی سے نکل کے اس
طرح آناً فاناً میں آ پڑا کہ بابکیوں کو بھاگنے کی بھی مہلت نہ ملی جتنے تھے
سب مارے گئے، خود بابک دو چار رفیقوں کے ساتھ بھاگا اور اپنے
مستقر شہر بُدّ کو جانے کا راستہ نہ ملا تو گھبرا کے موقان میں چلا گیا وہاں
سے بُدّ میں کچھ آدمی بھیج کے کچھ فوج منگوائی اور جب وہ آ گئی تو اس کی
حفاظت میں بد کی راہ لی اور اپنی ناکامی پر کف افسوس ملنے لگا لیکن
ہمت نہیں ہارتا تھا۔ ان ناکامیوں نے اس میں اور زیادہ مستعدی پیدا
کر دی اور کوشش کرنے لگا کہ افشین کے لشکروں میں رسد نہ پہنچنے دے
جس کی انہیں بہت ہی ضرورت تھی۔

بنجاروں کا ایک بہت بڑا قافلہ غلہ اور بہت کچھ سامان لئے
برزند کو آرہا تھا کہ افشین کے لشکر کو قحط کی مصیبت سے نجات دلائے
بابک کے ایک سردار نے ناگہانی حملہ کر کے اسے لوٹ لیا۔ افشین کو
یہ حال معلوم ہوا تو بہت گھبرایا اور اسی وقت حاکم مراغہ کو لکھا کہ
"عساکر خلافت میں رسد کی کمی ہے فوراً غلہ اور کھانے پینے کا سامان
بھیجو"۔ اس نے اس حکم کی تعمیل میں بنجاروں کا ایک اور بڑا بھاری قافلہ
روانہ کیا۔ جس میں صدہا اونٹوں اور خچروں کے علاوہ ایک ہزار بیل تھے
اور سب پر غلہ لدا ہوا تھا اور افشین کے سپاہیوں کا دارومدار اسی
قافلے کے پہنچنے پر تھا حفاظت کے لئے تھوڑی فوج بھی اس قافلے
کے ساتھ تھی۔ بابک نے نہایت ہی چالاکی سے ناگہاں حملہ کر کے اسے
بھی لوٹ لیا اور سارا غلہ چھین لے گیا جب اس قافلے کی بھی خبر افشین

کے لشکر میں پہنچی تو تمام سپاہیوں کے حواس جاتے رہے مگر افشین نے حوصلہ دلایا اور وعدہ کیا کہ میں بہت ہی جلد رسد منگواتا ہوں تم گھبراؤ نہیں اور اسی وقت خط بھیج کے حاکم شیروان سے رسد طلب کی اور تاکید کی کہ فوراً بھیجو۔ اس کے ساتھ ہی اس نے حفاظت کا کافی انتظام کر دیا۔ چنانچہ حکمران شیروان نے بہت کافی مقدار میں رسد روانہ کی۔ اور افشین کی بیدار مغزی سے وہ پوری رسد لشکر میں پہنچ گئی اور جب خزانے کے بعد غلہ بھی مل گیا تو فوج کی حالت سدھر گئی۔

اسی اطمینان کے زمانے میں ایک رات کو افشین نے زنانے خیمے میں اپنی بی بی شیریں سے کہا "بابک نہایت ہی ہوشیار شخص ہے، ان پیچیدہ پہاڑیوں اور گرد کی گھاٹیوں کے چپے چپے سے واقف ہے اور میں اس سر زمین سے بالکل آگاہ نہیں، کوہبانوں سے پوچھ پوچھ کے قدم بڑھاتا ہوں مگر ہر قدم پر خوف معلوم ہوتا ہے کہ بابک کے کسی فریب میں نہ پھنس جاؤں اور امیرالمومنین کے فرمان چلے آتے ہیں کہ بابک پر جلدی حملہ کر دو۔"

شیریں: "آج وہ عباسیہ خاتون بھی جنہیں امیرالمومنین نے آپ کے ہمراہ کر دیا ہے شاکی تھیں کہ آپ لڑائی میں ایسی تاخیر کر رہے ہیں کہ فوج کے لوگ اکتائے جاتے ہیں اور اگر ان میں بد دلی پیدا ہو گئی تو پھر بابک پر قابو ملنا غیر ممکن ہو جائے گا۔"

افشین: "کون؟ عالیہ بنت جعفر؟ وہ یہ کہتی تھیں؟ افسوس انہیں کی وجہ سے مجھے اس مہم پر آنا پڑا، یہی جو انہوں نے تم سے کہا ہے

کہیں امیر المومنین کو لکھ بھیجیں تو قیامت ہو جائے۔ شیریں تم ان کا ادب لحاظ کیا کرو وہ امیر المومنین کی قرابت دار اور خاص عباسی خاندان کی بی بی ہیں اگر یہاں قریب ہوں تو تھوڑی دیر کے لئے بلوا بھیجو۔"

شیریں۔" ابھی بلواتی ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے اپنی لونڈی کیوان دخت کو بلا کر حکم دیا کہ "برابر والے خیمے میں جو بی بی رہتی ہیں انہیں اسی وقت اپنے ساتھ بلا لاؤ۔"

کیوان دخت۔" عالیہ بنت جعفر جنہیں امیر المومنین نے ہمارے آقا کے ساتھ بھیجا ہے؟" شیریں نے یہ سن کے کہا۔" ہاں وہی۔" اور کیوان دخت عالیہ کو بلانے چلی گئی۔

افشیں۔" میں اس عورت سے بہت ڈرتا ہوں، امیر المومنین کے دل پر اس کا بڑا اثر بیٹھا ہوا ہے اور ہمیں جس طرح بنے اسے راضی رکھنا چاہئے۔ میں لڑائی کی فکروں میں شاید کبھی بھول جاؤں مگر تم نہ بھولنا۔"

شیریں۔ میں نے ان کی خاطر تواضع میں کبھی کمی نہیں کی۔"

افشیں۔" تمہیں یہی کرنا چاہئے تھا۔" اتنے میں عالیہ آگئی اور دونوں میاں بیوی تعظیم کو اٹھے اور افشیں نے مزاج پرسی کے بعد پوچھا کہ "میں نے سنا ہے آپ کو شکایت ہے کہ میں لڑائی میں بے وجہ دیر لگا رہا ہوں مگر آپ شاید جانتی ہوں گی کہ بابک کس قدر دلیر اور کتنا چالاک ہے؟ علاوہ بریں وہ یہاں کے چپے چپے سے واقف ہے اور ہمارے ساتھی فقط کوہبانوں کے سہارے پر چل رہے ہیں مگر ان مقامات کے تمام لوگوں پر بابک کا اتنا اثر پڑا ہوا ہے کہ ان کا اعتبار کرنے

میں بھی دل پس و پیش کرتا ہے۔"
عالیہ :- "یہ آپ بجا فرماتے ہیں۔ لیکن خرابی یہ ہے کہ میں دیکھتی ہوں آپ کی فوج والے اکتانے لگے ہیں اور خدانخواستہ وہ بددل ہوگئے تو بابک کی چالاکیوں سے زیادہ نقصان پہنچا دیں گے۔
افشین :- "تو آپ جو فرمائیں میں کروں"
عالیہ :- "لڑائی میں بھلا میں کیا مشورہ دے سکتی ہوں مگر یہ چاہتی ہوں کہ جاسوسی کا کام آپ مجھ سے لیں"
افشین :- "آپ سے! آپ بھلا کیا کر سکیں گی ؟"
عالیہ :- "میں بہت کچھ کر لوں گی۔ اس مہم میں آپ کو امیر المومنین کا حکم بجا لانے کا خیال ہے اور میں اپنے بھائی بھتیجوں کے خون کا انتقام لینے کو آئی ہوں اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جو میرے دل کو لگی ہے آپ کو نہیں"
افشین :- "آپ کو خود ہی شوق ہے تو جب اور جہاں چاہیں تشریف لے جائیں میں مانع نہیں ہو سکتا لیکن یہ نہ کہیے گا کہ میں نے آپ کو کسی خطرے کے مقام پر بھیجا تھا"
عالیہ :- "نہیں! میں نہ کہوں گی اور نہ کوئی اور کہہ سکتا ہے۔ میں دعویٰ تو نہیں کر سکتی مگر کوشش کروں گی کہ اس مہم میں آپ کو جلد کامیاب کر دوں"
افشین :- "اور میں بھی کل ہی سے حملے کی تیاریاں شروع کر دوں گا"
صبح کو افشین نے سنا کہ عالیہ اپنے خیمے سے غائب ہو گئی۔ یہ سنتے ہی اس نے باہر آ کے ترکی سردار بغا کو بلوایا جو خزانہ لایا تھا اور کہا "میں چاہتا ہوں کہ اب بابک پر حملہ شروع کر دیا جائے مگر

احتیاط کے لئے پہلے آپ تھوڑا سا لشکر لے کے جائیں اور بابکیوں کے قلعہ شاہی ہشتادسر کے گرد ایک چکر لگائیں۔ اس کے بعد محمد بن حمید کے لشکر کے پڑاؤ میں جا کے ٹھہر جائیں، اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ وہ لوگ مقابلے میں کیا کارروائی کریں گے مگر اس کے ساتھ اس نے ابوسعید کو حکم بھیجا کہ تم اپنے پڑاؤ خش سے اپنی فوج آگے بڑھاؤ۔

اس حکم کے مطابق ابوسعید لشکر کے ساتھ روانہ ہوا اور ادھر خود افشیں اپنا لشکر لے کے چلا، مقام دروذ میں افشیں اور ابوسعید کی فوجیں مل گئیں اور افشیں نے یہیں پڑاؤ ڈال کے گرد خندقیں کھدوانا شروع کر دیں۔ جب خندقیں مکمل ہو گئیں تو چاروں طرف حصار کی ایک مضبوط دیوار بھی کھینچ لی۔ یہاں سے بابک کا دارالحکومت شہر بذ صرف چھ میل کی مسافت پر تھا۔

اب سردار بغا نے بغیر افشیں کو خبر کئے یہ کارروائی کی کہ قلعہ ہشتادسر کا چکر لگانے کے بعد لوٹ کر ابن حمید کے پڑاؤ میں آنے کے بجائے بابک شہر بذ کے متصل ایک قریے میں داخل ہو کے ٹھہر گیا اور ایک ہزار آدمی دانہ چارہ لانے کے لئے اطراف و جوانب میں بھیجے وہ لوگ یہ سامان فراہم کرنے کے بعد لئے آتے تھے کہ بابکیوں کا ایک زبردست لشکر اپنے شہر سے نکل کر یکایک ان پر آ پڑا، جو کچھ سامان ان کے پاس تھا لوٹ لیا، اکثر کو قتل کر دیا، چند کو پکڑ لے گئے اور صرف دو آدمیوں کو چھوڑ دیا کہ افشیں کو اپنی مصیبت و تباہی کی داستان سنائیں۔

یہ حال جیسے ہی بغا کو معلوم ہوا گھبرا کے اس گاؤں سے نکلا

اور ایک شکست خوردہ سردار کی طرح ڈرتا کانپتا ابنِ حمید کے پڑاؤ میں پہنچا وہاں کی خندقوں میں پناہ لی۔ پھر افشین کو اپنی حالت لکھی اور کمک مانگی۔
افشین کو اس واقعہ کا افسوس ہوا جو بغا کی غلطی سے پیش آیا تھا اور اس کی مدد کے لئے فوراً اپنے بھائی فضیل کو چند نامور سرداروں کے ساتھ جن میں احمد بن حنبل، ابن ہشام، ابن جوشن اور جناح اعور کے ایسے نامور سپہ گر تھے، اس کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ فلاں تاریخ تک بابک سے لڑائی چھیڑ دو۔ اور عین اسی دن خود بھی اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا کہ شہر بذ پر پوری طاقت سے یورش ہو۔ بغا حکم کے مطابق اپنا لشکر لے کے بڑھا مگر یکا یک مینہ پڑنے لگا اور سردی کی اس قدر شدت ہوئی کہ وہ اور اس کے ساتھی اس کی تاب نہ لا سکے۔ مجبوراً سب کوے کے پلٹ آیا مگر افشین جو اپنے کیمپ سے چل چکا تھا اس نے کسی چیز کی پروا نہ کی اور بابکیوں پر حملہ کر دیا۔ اکیلا افشین گو بہادری سے لڑ رہا تھا مگر خرمیوں پر کوئی زور نہ چلتا تھا، اس لئے کہ ان کی کثرت تھی۔ افشین کے ہمراہی دو گروہوں میں تقسیم ہو کر دو جانب سے چلے تھے، ان میں سے ایک تو جس میں خود افشین تھا حریف سے لڑ رہا تھا مگر دوسرا گروہ بابکیوں کی چالاکی سے راستہ بھول کے ایک ایسی گھاٹی میں نکل گیا جہاں سے نکل کے افشین تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ اور فتح کا دارومدار اسی کے پہنچنے پر تھا۔

اب افشین کے گروہ کی حالت نازک تھی، ساعت بساعت وہ کمزور ہوتا جا رہا تھا اور بابکیوں کے زور شور کے حملے اس کے حواس بگاڑے دیتے تھے۔ خود افشین کو یاس تھی مگر چونکہ ان دنوں

وہ دنیا کا ایک بہت ہی نامور معرکہ آرا تھا۔ اس لئے اپنے شکستہ دل ہمراہیوں کو جوش دلا کے جان دینے پر آمادہ کرتا اور حریف کی فوج میں گھس گھس کے ان کا حوصلہ بڑھاتا۔ لیکن بابکیوں کی یلغارشیں دم بھر میں اس جوش کا خاتمہ کر دیتیں۔ اس وقت بابکی بہت خوش تھے، اور جانتے تھے کہ ہم حریف کو پسپا کیا ہی چاہتے ہیں۔ ناگہاں خرمیوں کی پشت پر شہر بذکے گرد کی گھاٹیوں میں سے نکل کے افشیں کی فوج کے دوسرے گروہ نے اس زور شور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ کوہ و دشت کانپ گئے، اور ساتھ ہی انہوں نے یک بیک خرمیوں پر ان کی پشت پر سے حملہ کر دیا۔ ان کے جواب میں ادھر سے بھی افشیں نے تکبیر کہہ کے اپنے ہمراہیوں کو للکارا، اور ایسا زبردست حملہ کیا کہ بابکیوں کے جو میدان کو اپنا سمجھ چکے تھے ہوش اڑ گئے، اور آگے پیچھے دونوں طرف سے دشمنوں میں گھر کے داہنے بائیں بھاگنے لگے، انہیں بھاگتے دیکھ کے شہر والوں نے پھاٹک بند کر لئے کہ ایسا نہ ہو مسلمان اندر گھس پڑیں۔ اور بے پناہ مفسروں کا نہایت ہی بے رحمی سے قتل و قمع ہونے لگا، قریب قریب تمام خرمی جو اس لڑائی میں شریک تھے سب مارے گئے اور جو زندہ بچے گرفتار کر لئے گئے۔

اب افشیں سر سے پاؤں تک خون میں نہایا، خون آلودہ تلوار ہاتھ میں لئے ایک بلند ٹیکرے پر کھڑا تھا اور لوگ اسیروں اور مال غنیمت کو لا لا کے پیش کر رہے تھے کہ چند ترکی سپاہی ایک

خرمیہ عورت کو پکڑ کے لائے اور کہا: "یہ عورت بھاگ کے فصیل کی دیوار کے پاس پہنچ گئی تھی، اسے دیکھ کے اوپر سے کسی نے رسی میں ٹوکری باندھ کے لٹکائی جس میں یہ بیٹھ گئی اور لوگ اوپر کھینچ رہے تھے کہ ہم نے رسی کو تلوار سے کاٹ کے اسے گرا لیا۔" افشیں کے ہمراہی سپاہیوں نے جو اس کی صورت دیکھی تو کہا: "حضور اسے زندہ نہ چھوڑیں آغاز جنگ میں یہ دشمنوں کے ساتھ تھی اور انہیں للکار للکار کے لڑا رہی تھی۔" اتنے میں اس دوسرے گروہ کے لوگ آ گئے جنہوں نے آتے ہی افشیں کو سلام کیا اور ساتھ ہی اس عورت پر جو نظر پڑی تو کہنے لگے: "یہ فتح اس نیک عورت کی بدولت نصیب ہوئی ہے ہم لوگ آپ کے لشکر سے ملنے کے لئے بذ کی طرف آ رہے تھے کہ خرمیوں کا ایک چھوٹا سا گروہ نمودار ہوا جس نے ہمارا راستہ روک کے پہاڑیوں کی بلندی پر سے ہم پر تیر برسانا شروع کئے ہم نے پرواہ نہ کی اور اوپر چڑھنے لگے تو وہ لوگ نیچے اتر کے ہم پر حملہ آور ہوئے، کچھ دیر مقابلہ رہا اور اس کے بعد وہ پہاڑیوں کے پہلو ہی پہلو ایک طرف ہٹنے لگے اور ہم ان کے ساتھ لگے ہوئے دور تک چلے گئے، تھوڑی دور جا کے وہ لوگ زور سے بھاگے ہم نے تعقب کیا اور ان کو رگیدتے ہوئے دور نکل گئے یہاں تک کہ وہ لوگ یک بیک غائب ہوتے گئے اور ہم پیچیدہ گھاٹیوں میں محصور تھے کسی طرف راستہ نہ ملتا تھا ہر چہار طرف پہاڑوں سے ٹکراتے پھرتے تھے اور کوئی صورت نہ بن پڑتی تھی کہ کیونکر آپ تک پہنچیں۔ اسی پریشانی میں تھے

کہ ہمیں اپنے سامنے یہ عورت نظر آئی۔ ہم بے اختیار اس کے پیچھے دوڑے۔ اور یہ بھاگی۔ ہم بھی باوجود اس کے کہ راستہ تنگ اور نہایت ہی وحشت ناک نظر آتا تھا اس کے پیچھے چلتے گئے اور محض اس خیال سے کہ یہ پکڑ لے تو اس سے راستہ پوچھیں۔ آخر یہ بہت سی گھاٹیوں اور کئی غاروں سے گذر کے شہر بذ کی فصیل کے نیچے کھائی کے اندر پہونچی۔ اور کھائی ہی کھائی چلی۔ شہر کی دیوار اور کھائی دیکھ کے ہمیں راستہ ملنے کی امید ہوئی۔ اور آگے بڑھے۔ یہاں تک کہ اس نے ہمیں بتایا کہ وہ لڑائی ہو رہی ہے۔ اُدھر جاؤ۔ ہم نے ادھر جو میدان جنگ کو گرم پایا تو اسے چھوڑ کے دشمنوں پر حملہ کیا۔ اور خدا نے ایسی نمایاں فتح عطا کی۔"

افشین:۔ "تم کیا یہ سمجھتے ہو کہ یہ تمہیں راستہ بتانے کو آئی تھی؟"

اک ترک:۔ "یہ تو ہم نہیں سمجھتے۔ مگر اس کی مدد سے ہمیں راستہ ملا۔ اور یہ اسی کا احسان ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ ہمیں شہر کے پھاٹک پر پہونچ کے وہ مقام بتا دیا جہاں آپ سے لڑائی ہو رہی تھی۔"

دوسرا ترک۔ (جو افشین کے ساتھ والوں میں سے تھا۔ جو کچھ ہوا اسے قسمت ضرور ہونا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ دشمنوں میں کوئی خاص شان ضرور رکھتی ہے یا ان کی جاسوس ہے۔"

افشین:۔ (اس عورت سے) "خود تم ہی بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں۔"

عورت:۔ "آپ کے یہاں احسان کا جو بدلہ ہوا کرتا ہو وہ میرے ساتھ کیجئے۔"

ایک عرب سپاہی:۔ "احسان کا بدلہ تو احسان ہے
مگر یہ ثابت کرو کہ تم نے ہم پر احسان کیا
ہے"
عورت :۔ "یہ احسان نہ تھا کہ تمہارے لشکر کو جو کمزور ہو رہا تھا اور
شکست کھا کے بھاگا جاتا تھا۔ میں نے کمک پہونچادی۔ ؟ اور تمہارے
ایک بڑے لشکر کو اس قدرتی قید خانے سے نکال لائی۔ جہاں وہ
عمر بھر پہاڑوں سے ٹکراتے اور راستہ نہ پاتے۔"
افشین :۔ مگر تم یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟" اور تمہارا کیا نام ہے؟"
عورت :۔ ایک معمولی خرمی عورت ہوں۔ ماہ آفرید میرا نام ہے۔
اور حضرت بابک کی ساقیہ ہوں۔"
افشین :۔ تو کیا خود بابک اس لڑائی میں موجود تھا؟"
ماہ آفرید :۔ تھے کیوں نہیں؟" وہ ہمیشہ لڑائی میں زیادہ شراب
پیا کرتے ہیں اور جب تک لڑائی ہوتی رہتی ہے میں شراب کے جام بھر
بھر کے دیتی رہتی ہوں۔ مگر اثنائے جنگ میں ایک کام کے لئے میں اجازت
لے کے شہر میں چلی گئی اور جب وہ کام ہو چکا تو خیال کر کے کہ میرے
سوا اور کسی کے ہاتھ سے شراب پینے میں انھیں مزہ نہیں آتا۔ واپس
آئی۔ مگر میرے پہونچنے سے پہلے لڑائی ختم ہوگئی اور میں پھر شہر میں
جا رہی تھی کہ آپ کے لوگوں نے پکڑ لیا۔"
افشین :۔ مگر بابک میدان میں موجود تھا تو کہاں چلا گیا؟ ہم نے تو
کسی بابکی کو بچ کے نہیں جانے دیا۔
ماہ آفرید :۔ (ہنس کے) "کیا آپ سمجھتے ہیں کہ حضرت بابک پاک

بہاد کو آپ پکڑ سکیں گے؟ یہ خیال خام ہے اور محال وہ خالص روح ہیں اور محض نور۔ جسم فقط دیکھنے کا ہے۔ اور محض دھوکا ہے۔ ان میں ایسی قوت ہے کہ ہوا میں اڑکے جا سکتے ہیں۔ زمین میں سما کے نکل جا سکتے ہیں۔ کہیں نہ کسی ترکیب سے نکل گئے ہوں گے ۔"

افشیں :" خوب۔ عورت تیرا کفر۔ اور بابک کے ساتھ تیرے تعلقات مجبور کرتے ہیں کہ ہم تجھے قتل کریں۔ مگر تجھ سے ہمیں ایسی مدد ملی ہے اور تو نے ایسا احسان کیا ہے کہ تجھ پر ہماری تلوار نہیں اُٹھ سکتی۔ جا تو آزاد ہے (اس کی رسیاں کھلوا کے) اب یہاں نہ ٹھہر۔ اور اپنے کافر و زندیق آقا کو جا کے شراب پلا۔ لیکن جانے سے پہلے شہر اور اپنے آقا کے کچھ حالات بتا دے ۔"

ماہ آفرید :" جو بتانے کے قابل ہیں ان کے بتانے میں مجھے تامل نہ ہوگا۔ مگر اس وقت جب اطمینان سے بیٹھ کے پوچھیں گے

افشیں :" اچھا تو میرے خیمے میں چل، اور ہم لوگوں سے کوئی اندیشہ نہ کر ہم احسان فراموش نہیں ہیں ۔"

یہ کہہ کر افشیں نے اپنی فوج کو مرتب کر کے اندازہ کیا کہ اس لڑائی میں کتنے آدمی کام میں آئے۔ پھر مال غنیمت کو کھڑے کھڑے سپاہیوں میں تقسیم کیا۔ اسیروں کا شمار کرایا اور حکم ہوا کہ اسی جگہ شہر بذ کے تیروں کی زد سے ہٹ کے خیمہ نصب ہوں ۔"

———←———(✶)———→———

چھٹا باب (۶)

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہی

افشین کے لشکر نے رات یہیں بسر کی۔ بابکیوں کے خوف سے ہر طرف پہرے پر سپاہی مقرر کر دیئے گئے۔ لوگوں نے جا بجا آگ روشن کی۔ معمولی قسم کا کھانا پکا پکا کے کھایا اور سرِ شام ہی افشین کے خیمے میں دسترخوان بچھا۔ جس پر چند معزز افسران فوج کے ساتھ ماہ آفرید کو بھی بیٹھنے کی اجازت دی گئی۔ کھانے کے بعد سب مہمان ہاتھ منہ دھو کے خیمے کے اندر ہی آگ کے پاس جا کے بیٹھے۔ اس لئے کہ سرد اور ٹھنڈی ہوا سے ہاتھ پاؤں ٹھٹھرے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر باتیں کر کے جب سب لوگ چلے گئے اور خیمے میں ماہ آفرید کے سوا کوئی نہ رہا تو افشین نے اس کی طرف متوجہ ہو کے کہا۔ "اب تم اپنے آقا بابک کے حالات بیان کرو۔"

ماہ آفرید۔ "ان کے حالات کیا؟ وہ مظہر یزداں ہیں۔ خدا نے اپنے صفات کمال کو ان کی صورت میں متشخص کر کے دکھایا ہے۔"

افشین :۔ اس قسم کے حالات کی مجھے ضرورت نہیں۔ یہ بتاؤ کہ وہ رات کو کس جگہ سوتے ہیں؟ اور کن کن لوگوں سے زیادہ ملتے، جلتے ہیں؟"

ماہ آفرید :۔ "لڑائی کے سوا اور کبھی وہ اپنے شہر سے نہیں نکلتے اور آج کل تو جنگ کے کاموں میں مصروف رہا کرتے ہیں۔ مگر اور زمانوں میں سوا دین کی باتیں سکھانے اور نجات کا راستہ بتانے کے ان کا اور کوئی کام نہیں رہتا۔"

افشین :۔ کیا ان دونوں شراب نہیں پیتے۔"

ماہ آفرید :۔ شراب کیوں نہ پیتے؟ شراب ان کے نزدیک یزدان حقیقی اور عالم نور کی معراج ہے۔ بے کشی ان کے دین میں ثواب ہی نہیں بلکہ عبادت ہے۔

افشین :۔ اور زنا بھی غالباً ذریعۂ نجات ہوگا؟"

ماہ آفرید :۔ ان کا یہ کام عورتوں کو نفع پہونچانے اور انہیں ان کے حقوق دلوانے کے لئے ہے۔ دنیا کے تمام قانون اور مذہبوں میں عورتوں کے خیالات اور ان کی خواہشوں کا خیال نہیں رکھا گیا ہے اور مردوں نے سارے عالم میں عورتوں کو اپنی خواہش پوری کرنے کا ذریعہ بنالیا ہے۔ ہمارے حضرت بابک یزداں مظہر نے عورتوں کو اس بارے میں آزادی دے دی۔ اور وخشور (پیغمبر) اعظم زردشت کے اس اصول کو برقرار رکھ کے کہ جن عورتوں کو آپ لوگ محرمات ابدیہ کہتے ہیں وہ بھی اپنی خواہشوں سے عام ازیں کہ وہ باپ بھائی کے ساتھ کیوں نہ ہوں نہیں روکی جاسکتیں۔ ان تمام مظالم کو مٹا دیا جو سلاطین عجم

کے محلوں اور امرائے فارس کے گھروں میں کمزور عورتوں پر ہو رہے تھے اس لئے حضرت بابک کی ذات عورتوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ رحمت یزدانی ہے"

افشین "ماہ آفرید۔ تو نوجوان اور خوب رو عورت ہے اور مجھے یہ سن کے افسوس ہوتا ہے کہ ایسا بد اخلاق اور بد کار دین اختیار کرکے تو اپنی خواہش پوری کرنے میں آزاد ہونے کے دھوکے میں مردوں کی عام شہوت رانی کا ذریعہ بن گئی ہے"

ماہ آفرید "میں ایک آزاد بی بی اور اپنے نفس کی مختار رہنے کے بعد پھر مردوں کی لونڈی نہیں بن سکتی۔ اور نہ حضرت بابک پاک نہاد کو چھوڑ سکتی ہوں"

افشین "تو مسلمان ہو جا۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایک عربی یا ترکی مسلمان بانو بن گئی تو اس ذلت کی حالت سے بہت زیادہ معزز اور اپنی خانگی زندگی میں زیادہ آزاد ہو جائے گی"

ماہ آفرید " اس بارے میں آپ مجھ سے کچھ نہ فرمائیں میں اپنے دین کو نہ چھوڑوں گی۔"

افشین "یہ بھی نہیں منظور کہ میں تجھے اپنی محبوبہ بیوی بنا لوں؟"

ماہ آفرید "نہیں مجھ سے نہ ہوگا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ لوگ اپنی اپنی عورتوں پر بڑی سختیاں کرتے ہیں جن کو میں آزادی کے بعد ہرگز نہ برداشت کر سکوں گی"

افشین "دیکھو ماہ آفرید۔ عورت کی اصل فطرت یہی ہے کہ کسی ایک کی ہو کے رہے اور جس سے تعلق ہو جاتا ہے اسی کی ہو جاتی ہے"

ماہ آفرید "بیشک عورت کی اصلی خواہش اور سرشت یہی ہے، مگر بقول حضرت بابک کے یہ اسی کی کمزوری اور بے عقلی ہے۔ وہ فرماتے کہ عورت نے عہد سلف سے آج تک آزما کے دیکھ لیا ہے کہ جیسی وفاداری اس کی سرشت میں ہے۔ ویسا وفادار مرد دنیا میں نہیں ملتا جس کی وجہ سے ایک کی ہو جانے کے بعد وہ ہمیشہ نقصان اور صدمے اٹھاتی اور زندگی بھر ایک سخت نامرادی اور کوفت میں مبتلا رہتی ہے لہذا اس تجربے نے ثابت کر دیا کہ عورت کو بھی ایسا ہی آزاد ہونا چاہیئے جیسے کہ مرد ہیں۔ بلکہ وہ مردوں سے زیادہ آزادی پانے کی مستحق ہے تاکہ اطمینان و آزادی کی زندگی حاصل کر کے وہ اچھی اولاد پیدا کر سکے۔ اور اسے اچھی طرح پرورش کرے۔"

اس گفتگو کو افشین نے حیرت سے سنا۔ اور متحیر ہو گیا کہ بابک خرمی نے کس رسوخ کے ساتھ بے حیائی کے فخر و ناز کو اس عورت کے دل میں راسخ کر دیا ہے۔ اور مجبوراً اٹال کے کہنے لگا "تو تمہارے یہاں جتنی عورتیں اسیر ہو کے آئی ہیں ان سب کے ساتھ جبراً یہی سلوک ہوتا ہو گا۔ اور بابک کو اختیار ہو گا کہ جب چاہیں اسے بے آبرو کر ڈالیں۔؟"

ماہ آفرید "آپ اسے بے آبروئی کہتے ہیں تو کہیں اصل میں تو کسی عورت اور لونڈی کے لئے یہ چیز باعث فخر و ناز ہے کہ ہمارے آقائے پاک نہاد اس کی طرف لطف و محبت سے توجہ کریں۔ مگر جہاں یہ ہے کہ ہم لوگوں میں جبر کرنا ناجائز ہے۔ ہم انسان کو مرد ہو یا عورت مختار مانتے ہیں۔ یزداں کو یہ حق نہیں کہ کسی کی آزادی اور خود مختاری میں

فروخت ڈالے۔ ہمارے یہاں قلعے میں ہزاروں عورتیں پکڑ کے آئیں۔ اور جس کو پسند آئیں اس کے حوالے کر دی گئیں۔ بہت سی پری جمال مہ طلعتوں کو خود حضرت بابک نے پسند فرما کے اپنے لئے چن لیا۔ مگر اس طرح قابو پانے کے بعد کسی مرد کو حتے کہ خود حضرت بابک کو بھی یہ حق نہیں ہو جاتا کہ ایسی کسی عورت کو اس کی مرضی کے خلاف اپنی خواہش پوری کرنے پر مجبور کریں۔ ان سے بہ لطف و محبت اور یوں نہیں مانتیں تو بہ عجز و الحاح خواہش کیجاتی ہے اگر وہ رضامند ہو گئیں تو بہتر ورنہ وہ فروخت کر ڈالی جاتی ہیں۔ یا یوں ہی چھوڑ دی جاتی ہیں۔

افشین "شہر میں اسیر شدہ عورتوں میں سے کوئی بھی ایسی ہے جو بدکاری پر مجبور نہ کی گئی ہو؟ اور آج تک عزت و آبرو کے ساتھ کسی خرمی کے گھر میں رہتی ہو۔

ماہ آفرید "ہوتی کیوں نہیں؟" "کئی ایک ہیں"

افشین "بھلا بتاؤ وہ کون کون ہیں؟"

ماہ آفرید "(آپ ہی آپ چونک کے) "یہ میں نہ بتاؤں گی میں جانتی ہوں کہ آپ نے ہمارے قلعہ پر کیوں چڑھائی کی ہے۔ حضرت بابک کو غیب کی تمام باتیں معلوم ہو جاتی ہیں انھوں نے شہر بذ کے بچے بچے کو بتا دیا تھا کہ عباسیہ لڑکی ریحانہ کے لئے جو ہمارے ہاتھ میں گرفتار ہے بغداد سے فوج کشی ہو گی آپ بڑا زبردست لشکر لے کے آئیں گے۔ جس کا مقابلہ کرنا غریب خرمیوں کو مشکل ہو گا۔ اور ہم لوگوں پر جو تباہیوں کا ساظلم اسحاق ابن ابراہیم کر چکا ہے

رہی بلکہ اس سے بڑھ کے پُر ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے مقابلہ اور اپنی حفاظت کا سامان پہلے ہی سے کر لیا ہے۔ قلعۂ بدّ کے اندر سے سینکڑوں زیر زمین راستے مختلف وادیوں میدانوں اور پہاڑوں میں نکال لئے گئے۔ اور آس پاس کی بستیوں اور آبادیوں میں سے کوئی نہیں ہے۔ جس کو بدّ سے زمین کے نیچے نیچے راستہ نہ گیا ہو۔

افشین: "تعجب ہے، تو بابک نے اپنے بھاگنے کے لئے ایسا زبردست بندوبست کر رکھا ہے!"

ماہ آفرید: "یہ سامان انھوں نے اپنے لئے نہیں کیا بلکہ یہ ان کے رفیقوں اور شہر والوں کے لئے ہے۔ وہ خود تو جس طرح چاہیں جا سکتے ہیں۔ چاہے نظروں سے غائب ہوں اور دشمنوں کے بیچ میں سے ہو کے نکل جائیں چاہیں زمین دھسا کے کہیں اور ہو رہیں ان کا راستہ روکنا کس کے امکان میں ہے؟"

یہ سُن کے افشین نے دل میں کہا "اب سمجھ میں آیا کہ بابک باوجودیکہ چاروں طرف سے گھرا ہوا تھا۔ کیوں کر بیچ میدان میں سے غائب ہو گیا۔" پھر ماہ آفرید کی طرف دیکھا۔ اور مسکرا کے کہا "تو تم اس عباسیہ لڑکی ریحانہ کا حال نہ بیان کرو گی جو تمھارے مقتدا بابک کے محل میں قید ہے؟"

ماہ آفرید: "ایک لفظ بھی نہیں۔ اس پر ہم سب کو اور خود حضرت بابک کو حیرت ہے کہ وہ نادان لڑکی ان کی محبت و عنایت کی قدر نہیں کرتی۔ اس کی ضد پر سب کو غصہ آتا ہے اور بار بار لوگ سمجھاتے ہیں کہ جناب بابک کی محبت کو اپنی خوش نصیبی سمجھ کے قبول کرو۔ مگر

وہ کمبخت نہیں مانتی۔ ادھر حضرت بابک کا یہ حال ہے کہ گویا اس سے خوب صورت عورت دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوئی ہے وہ کوئی ایسی بڑی صورت دار بھی نہیں ہے غالباً بغداد کے عباسی خلیفہ کی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے انہیں اس سے عشق سا ہو گیا۔ مگر وہ اپنی حماقت سے نہیں مانتی۔ اور جبر اس لئے نہیں کیا جاتا کہ ہمارے یہاں ہر زن و مرد اپنے معاملے کا اختیار رکھتا ہے چاہے مانے نہ مانے۔"

افشین :- "اور رہتی وہ انھیں کے محل میں ہے"

ماہ آفرید :- "جی اور کیا؟ مگر میں نہیں بتا سکتی آپ چپکے چپ کے سب باتیں پوچھے لیتے ہیں۔ لیکن یہ بتانے کی باتیں نہیں ہیں۔"

افشین :- "اچھا تمھیں نہیں منظور ہے تو اس ذکر کو جانے دو۔ مگر ایک بات مجھے سچ سچ بتا دو تو تمھارا بڑا احسان ہوگا۔"

ماہ آفرید :- "آپ پوچھیں تو سہی بتانے کی بات ہو گی تو ضرور بتا دوں گی۔"

افشین :- "یہ بتاؤ کہ تم اس گھاٹی میں کیونکر پہونچیں جس میں ہمارا آدھا لشکر پھنس گیا تھا؟ اور اسے یہاں کیوں پہنچا دیا؟ تم بابک کی اتنی بڑی معتقد اور اپنی قوم کی سچی دوست ہو، پھر اپنے دشمنوں کی مدد کرنے کی کیا وجہ؟"

ماہ آفرید :- "سچ سچ کہہ دوں؟ آپ برا تو نہ مانیں گے؟"

افشین "نہیں میں برا نہ مانوں گا۔"

ماہ آفرید "ایسا نہ ہو کہ آپ کو غصہ آجائے اور میرے قتل کا حکم دیدیں۔"

افشین "ہرگز نہیں میں تم کو آزادی دے چکا۔ اور یہ فقط تمہارا احسان ہے جو میرے پاس بیٹھی ہو۔ ورنہ تم کو اختیار ہے کہ جب چاہو چلی جاؤ۔ یہ بھی دیکھ چکا ہوں کہ تم اپنے مذہب میں بہت پکی ہو۔ اور کسی لالچ سے اسے نہ چھوڑو گی۔ تمہاری جان لینا ہوتی تو یہی کافی تھا۔"

ماہ آفرید "اس راز کے بتانے کی مجھے جرأت نہیں ہوتی آپ کو اس کے سننے کا ایسا ہی شوق ہے تو اس وقت بتاؤں گی جب آپ کی گرفت سے باہر ہو جاؤں گی۔"

افشین "اس کی جو صورت بتاؤ میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔"

ماہ آفرید "تو آپ میرے ساتھ رات کے اندھیرے میں شہر بذ کی فصیل کے نیچے چلیں۔ میں پکار کے لوگوں سے کہوں کہ ڈوکری لٹکائیں۔ اور مجھے اس میں بٹھا کے اوپر کھینچ لیں۔ جب ڈوکری میں بیٹھ کے آدھی بلندی پر چڑھ جاؤں گی تب یہ راز بتاؤں گی۔"

افشین کو اس راز کے دریافت کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ راضی ہو گیا۔ اس کے ساتھ یکہ و تنہا رات کے اندھیرے میں فصیل کے نیچے گیا۔ ماہ آفرید کے پکارنے سے پہرے والوں نے ڈوکری لٹکائی۔ اور وہ اس میں بیٹھ کے اوپر کی طرف چلی۔ آدھی بلندی پر

پہونچ کے اس نے کھینچنے والوں سے کہا "ٹھہرو" اور اخشین سے بیان کرنا شروع کیا "میں اپنے دین میں پکی ہی نہیں مسلمانوں کی سخت ترین دشمن ہوں۔ میرے بھائی خود زاد کو آپ کی سازش سے قلعہ شاہی کے حاکم محمد بن مغیث نے دغابازی کر کے بڑی بے رحمی سے مار ڈالا۔ اور سنتی ہوں ان کا سر بغداد میں جانے والا ہے۔ جس وقت سے یہ خبر سُنی ہے۔ کبھی حالت پر قرار نہیں آتا۔ ازکاروں پر لوٹتی ہوں اور ڈھونڈھتی پھرتی ہوں کہ اگر کوئی مسلمان ملے تو سینہ چاک کر کے اس کا کلیجہ چباؤں۔ اور اس کے دل کو اپنے ہاتھوں سے ملوں۔ مگر یہ تمنا نہیں پوری ہوتی۔ اور جب کسی مسلمان کی بوٹیاں نہیں، ملتیں تو خود اپنی بوٹیاں نوچنے لگتی ہوں۔ آج لڑائی کے شروع ہی میں حضرت بابک پاک نہاد کو ایک جاسوس نے خبر دی، کہ مسلمانوں کا آدھا لشکر جو دوسری طرف سے آرہا تھا۔ دھوکہ دے کر فلاں گھاٹی میں پہونچا دیا گیا۔ جہاں شام تک سر ٹکراتا رہے گا۔ اور راستہ نہ پائے گا۔ اور آج رات کو ایک خرمی لشکر جا کے اسی قدرتی قید خانے میں ان لوگوں کا کام تمام کر دے گا یہ سن کے مجھے خیال ہوا کہ جس وقت وہ مسلمان مارے جائیں گے اس وقت اگر میں وہاں موجود ہوں تو شاید میری یہ تمنا پوری ہو جائے۔ اس گھاٹی کا راستہ جانتی تھی کہ بہت ہی قریب ہے اور فصیل کے نیچے سے ایک سرنگ میں ہو کے گیا ہے۔ اس لئے حضرت بابک سے اجازت لے کے ایک خنجر اپنے کپڑوں میں چھپا لیا۔ اور وہاں پہونچی۔ اور بے سوچے سمجھے ان گم گشتہ مسلمانوں کے سامنے نمودار ہو گئی۔ انھوں نے جو

مجھے دیکھا تو سمجھے کہ ادھر سے راستہ ہوگا۔ میرا تعاقب کیا۔ میں گھبرا کے پلٹی کہ قلعے کے اندر پہونچ جاؤں۔ مگر انھوں نے میری جان نہ چھوڑی اور شہر کے پھاٹک تک بڑھتے چلے آئے۔ پھاٹک کے پاس پہونچ کے میں نے فصیل کے اوپر جو لوگ تھے ان سے ٹوکری لٹکانے کو کہا۔ انھوں نے ٹوکری لٹکائی۔ مگر جب تک وہ اوپر کھینچیں وہ سب مسلمان لشکر میرے سر پر آپہونچا اور اب مجھے سوا اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ ان کو اشارہ کرکے بتاؤں کہ دیکھو وہ سامنے لڑائی ہو رہی ہے۔ اُدھر جاؤ۔ ان لوگوں نے ادھر میدان جنگ کو گرم دیکھ کر فوراً حملہ کر دیا۔ ان کے حملہ کرنے کے بعد مجھے اپنے آقا بابک کا خیال آیا جو آگے پیچھے دونوں طرف دشمنوں میں گھرے تھے۔ فوراً تہ خانے کے راستے سے جو عین اس مقام پر نکلا ہے جہاں حضرت بابک کھڑے تھے میں میدان جنگ میں آگئی اور گھبراہٹ میں ایک جام شراب انھیں پلایا تھا کہ خرمیوں میں بھگدڑ پڑ گئی اور ایسی بدحواسی سے بھاگے کہ ان کا ایک ریلا مجھے دور ہٹالے گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت بابک تو قلعے کے اندر پہونچ گئے۔ اور میں آپ کے ہاتھ گرفتار ہو گئی۔" یہ حالات بتا کے ماہ آفرید نے کہا "بس اب میں کچھ نہ بتاؤں گی۔ اور تم نے مجھ پر جو احسان کیا ہے اس کے معاوضے میں اس وقت میں تم پر احسان کرکے کہتی ہوں کہ فوراً اپنے لشکر میں واپس جاؤ۔ کسی کو ذرا بھی خبر ہو گئی تو گھبر کے پکڑے جاؤ گے اور پھر تمہارا کچھ زور نہ چلے گا۔ اس جگہ میں تمہارے بس میں نہیں بلکہ تم میرے بس میں ہو۔" یہ کہتے ہی اس نے فصیل والوں کو ٹوکری کھینچنے کا حکم دیا مگر قبل اس کے کہ اوپر پہونچ کے غائب ہو افشین نے کہا "ہم

دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرکے دوستی پیدا کرلی ہے اور امید ہے اس کا خیال تمہارے دل میں بھی ضرور ہوگا۔ اسی کو یاد دلا کے کہتا ہوں کہ کبھی کبھی مجھ سے مل جایا کرو۔ تم کو تو فقط اس حقیر درجے کی مروت و اخلاق کا خیال ہے جو مجھ سے ظاہر ہوا مگر میں تمہارے اس احسان کے علاوہ تمہاری باتوں کا شیفتہ اور تمہاری صورت پر فریفتہ بھی ہوں۔ ماہ آفرید نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ فصیل کے اوپر پہنچ کے نظر سے غائب ہو گئی۔ اور افشین اس کے خیال میں محو اور اس کی باتوں کو یاد کرتا ہوا اپنے خیمے میں واپس آیا۔

ساتواں باب (۷)
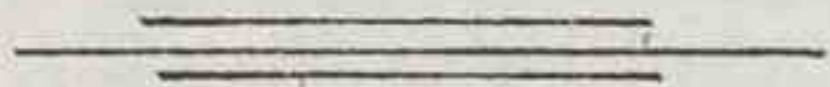
ناکام حملے

جس رات کا یہ واقعہ ہے۔ اس کی صبح کو بغا نے اپنی فوج کے ساتھ بڑھ کے قلعۂ ہشتاد پر دھاوا کیا۔ بڑے جوش و خروش کے ساتھ فتح کے نعرے لگاتا ہوا پہاڑوں کی بلندی تک چڑھ گیا اور خرمیوں کے ایک چھوٹے سے گاؤں پر قابض ہو گیا جو اس بلندی پر قلعہ کے متصل آباد تھا۔ اس میں خرمیوں کی جو مختصر سی فوج تھی وہ بھاگ کے ہشتاد سر میں چلی گئی۔ بغا نے ان کے مکانوں اور خیموں کو خوب لوٹا، چند خرمیوں کے ساتھ بابک کے پیر بھائی ابن جاویدان کو گرفتار کیا۔ اس بلندی سے اتر کر شہر بذ کی طرف چلا۔ مگر جاتے ہی شام ہو گئی بغا نے اپنی فوج ظلیعہ کے افسر داؤد سیاہ کو ایک سوار بھیج کے حکم دیا کہ "رات ہونے کو آئی اور ہمارے سپاہی چلتے چلتے شل ہو گئے ہیں تم اس سرزمین سے واقف ہو۔ اس لئے کوئی ایسی مضبوط و محفوظ پہاڑی ڈھونڈھ کے بتاؤ جہاں ہم پڑاؤ ڈالیں اور رات بسر کریں۔" داؤد کی تجویز کے مطابق جب

ایک بلند پہاڑی پر چڑھ گئے۔ وہاں پہنچے تو سامنے افشیں کا پڑاؤ دکھائی دیا۔ بگر بغا نے خیال کیا کہ یہ بابکیوں کا لشکر ہے اور صبح ہوتے ہی انشاء اللہ ان کافروں پر حملہ کریں گے۔

لیکن رات کو اس شدت سے برف پڑی۔ اور ایسی سرد اور تند ہوا چلنا شروع ہوئی کہ بغا اور اس کے ساتھیوں کو موت سامنے نظر آنے لگی۔ پانی جہاں یا جس کے پاس تھا جم گیا اور سب کمبلوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ صبح کو ان کے ہاتھ پاؤں اس قدر ٹھٹھرے ہوئے تھے کہ کسی کو اپنی جگہ سے ہلنے کی تاب نہ تھی۔ سارے دن برف پڑتی رہی اور بغا کے اس مصیبت زدہ لشکر کی یہ حالت تھی کہ پینے اور گھوڑوں کو پلانے کے لئے کسی کو پانی بھی نہ نصیب ہوا اس مصیبت میں تیسرا دن ہوا اور خستہ حال سپاہیوں نے بغا سے کہا "اب نہ ہمارے پاس کھانا ہے۔ نہ دانا ہے نہ چارہ۔ اور سردی و برف باری کا یہ حال ہے۔ لیکن چاہے جو کچھ ہو۔ اب اسی حال میں یہاں پڑا رہنا غیر ممکن ہے۔ خدا کا نام لے کے اٹھئے۔ دشمن پر حملہ کیجئے۔ یا واپس چلئے۔ بہرحال کچھ کرنا چاہیئے"

بغا نے مجبوراً پہاڑی سے اترنا شروع کیا۔ اور یہ خیال کر کے کہ بذ کے پھاٹک کے سامنے خود سپہ سالار افشیں خیمہ زن ہوں گے اسی طرف چلا تاکہ دونوں مل کے بذ پر یورش کردیں۔ پہاڑی کے نیچے پہونچا تو یہ دیکھ کے حیرت ہو گئی کہ آسمان صاف ہے اور برف باد ان کا نام و نشان بھی نہیں۔ خدا کی اس عنایت پر خوش ہوا۔ اور زور و شور سے طبل جنگ بجاتا ہوا بذ کی طرف چلا۔ مگر اس کے پھاٹک تک پہونچ کے دیکھا تو افشیں اور اس کے لشکر کا کہیں پتہ نہیں۔ اور خرابی یہ ہوئی کہ آج ہی

صبح کو بابک خرمی نے ایک بڑے زبردست لشکر کے ساتھ نکل کے افشیں پر حملہ کیا افشیں نے جم کے مقابلہ کیا۔ لیکن اثنائے جنگ میں دیکھا کہ ہر طرف داہنے بائیں سے یک بیک بابکیوں کی نئی فوجیں نکل پڑی ہیں گویا انہیں زمین اُگل رہی ہے۔ اس کے مقابل افشیں نے اپنے سپاہیوں کو دیکھا تو نہایت ہی بدحواس اور شکستہ خاطر پایا۔ یہ دیکھتے ہی اس نے مجبوراً پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ اسے ہٹتے دیکھ کے حوصلہ مند بابکیوں نے حملہ پر حملہ شروع کر دیئے۔ اور آخر افشیں اور اس کے لشکر کو پیچھے ہٹا کے واپس گئے۔ اس لئے کہ اب افشیں کا لشکر ایک ایسی گھاٹی میں پہنچ گیا تھا۔ جہاں قدم جما کے وہ اطمینان اور مضبوطی سے مقابلہ کر سکتے تھے۔ یہ دیکھ کر بابکی واپس چلے اور افشیں موقع پا کے اپنی لشکرگاہ میں پہونچ گیا۔

اسی اثنا میں جب بغا طبل جنگ بجاتا ہوا بذ کے قریب پہونچا تو حسب اتفاق اس کے مقدمۃ الجیش کا سردار قلعۂ شاہی کے حاکم ابن المجیث کا ایک غلام تھا۔ اس نے شہر بذ کے باہر ایک بابیہ عورت کو دیکھا جو قریب آئی اور پوچھا "تم یہاں کس لئے آ رہے ہو" اس نے کہا "میں سردار بغا کے مقدمۃ الجیش کا سردار ہوں۔ وہ آتے ہیں کہ تمہارے شہر پر دھاوا کریں۔" عورت نے کہا "اس دعوے میں نہ رہنا۔ اپنے سردار سے کہو کہ فوراً واپس جائیں ورنہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی۔ تمہارے سردار اعظم افشیں کو بڑی زبردست شکست دی اور انکے

پیچھے پیچھے تعاقب کرتے ہوئے گئے ہیں۔ اُن کے واپس آتے ہی ادھر سے وہ تم پر حملہ کر دیں گے۔ اور ادھر شہر سے دوسرا لشکر نکل پڑے گا پھر تم دونوں میں گھر کے بالکل تباہ ہو جاؤ گے۔

غلام:۔ "اور اے خاتون تم کون ہو کر ہمارے حال پر ایسا احسان کیا۔"

عورت:۔ "میں کوئی ہوں تمہیں کیا غرض؟ اس نازک گھڑی میں تم اپنی فکر کرو۔ میری فکر کرنے کا وقت نہیں ہے۔"

غلام نے فوراً واپس جا کے لغا کو اس واقعہ کی خبر کی۔ وہ سُن کے بہت پریشان ہوا۔ اور ہمراہی سرداران فوج کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ ایسی حالت میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ ایک نے کہا۔ "ہمیں تو یہ مکر و فریب معلوم ہوتا ہے۔" دوسرا بولا "اگر ایسا ہے تو اس کی تصدیق دم بھر میں ہو سکتی ہے۔ سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کے دیکھیئے۔ اگر سردار افشیں وہاں سے نہیں ہٹے ہیں تو اُن کا پڑاؤ وہاں سے صاف نظر آئے گا۔" لغا نے اس پہاڑی پر چڑھ کے دیکھا۔ اور معلوم ہوا کہ میدان خالی ہے۔ افشیں کے لشکر کا کہیں پتہ نہیں سب کے حواس جاتے رہے اور رائے قرار پائی کہ اب واپس چلنا چاہیئے۔ چنانچہ فوراً کوچ کر دیا گیا اور سب تیزی سے لپکے ہوئے چلے اور جس راستے سے آئے تھے اسے چھوڑ دیا۔ اس لئے کہ اس میں تنگ و تاریک گھاٹیاں زیادہ پڑتی تھیں۔ اور بعوض اس راستے کو لغا قلعہ ہشتادسر کے گرد چکر کھاتا ہوا چلا۔

لیکن بغا کی فوج والے اس قدر پریشان اور خستہ ہو رہے تھے کہ قدم اٹھانا دشوار تھا۔ بعض نے عاجز آکے صاف کہہ دیا کہ "اب ہم سے نہیں چلا جاتا۔" اس پر قیامت یہ ہوئی کہ ذرا فاصلے پر دس بابکی سوار نظر آئے جو پیچھے پیچھے لگے چلے آتے تھے۔ اُن کو بغا نے دیکھ کے اپنے دوستوں سے کہا۔ "مجھے ان لوگوں سے اندیشہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ہمارے کوچ میں خلل انداز ہوں اور اپنے ساتھیوں کو بلا کے ہمیں کسی گھاٹی میں گھیر لیں۔" بغا کے بھائی فضیل نے کہا اصل میں یہ لوگ ڈاکو اور لٹیرے ہیں۔ رات کو شیر ہوتے ہیں اور دن کو بھیڑ۔ بہتر یہ ہوتا کہ جلدی جلدی کوچ کر کے ہم رات سے پہلے ہی اس گھاٹی سے گذر جاتے جو آگے آئے گی، مگر دوسرے لوگوں نے جن کے ہاتھ پاؤں رہ گئے تھے۔ اصرار کے ساتھ کہا۔ "مگر ہم میں اب چلنے کی تاب نہیں ہے۔ سپاہیوں نے بیدم ہو کے ناتوانی ہتھیار پھینک پھینک دیئے جو پیچھے بار برداری کے خچروں پر رکھوا دیئے گئے ہیں ان خچروں کے ساتھ کوئی فوج نہیں ہے آگے بڑھ گئے تو دشمن آسانی سے حملہ کر کے اپنا قبضہ کر لیں گے اس کے سوا بابک مرشد کا بیٹا اور بابکیوں کا سب سے بڑا سرغنہ ابن جاویدان جسے ہم نے گرفتار کر لیا تھا وہ بھی بار برداری کے خچروں کے ساتھ ہے۔ اگر بابکی اسے چھڑا لے گئے تو ہمارا سارا رعب خاک میں مل جائے گا۔ لہٰذا بجائے کوچ کے یہیں کہیں پڑاؤ ڈال کے ٹھہر جانا چاہیئے۔ بغا اس کے خلاف تھا مگر کثرت رائے دیکھ کے آمادہ ہو گیا اور ایک بلند اور صاف ٹیلے پہ پڑاؤ ڈال کے ٹھہر گیا۔ فوج والے یوں ہی بیدم ہو رہے تھے اس پر مصیبت یہ

پڑی کہ زادِ راہ صرف ہو چکا تھا کھانا نہ ملنے سے ہاتھ پاؤں میں تھوڑی بہت جو سکت باقی تھی وہ بھی نہ رہی۔ لیکن خیر چھولداریاں کھڑی کیں، بچھونے بچھا کے لیٹے اور پہاڑی کے ڈھال پر چاروں طرف پہرہ مقرر کر دیا۔ کہ ذرا بھی کھٹکا ہو تو سب کو ہوشیار کر دیں۔

ناگہاں معلوم ہوا کہ ان کی پشت کی جانب سے بابک خرمی آ پہونچا۔ اس کی فوج نے آناً فاناً میں چاروں طرف سے پہاڑی کو گھیر لیا اور لڑائی چھڑ گئی۔ بغا فوراً گھوڑے پر سوار ہو کے مقابل ہوا۔ مگر اس کے ہمراہیوں میں مقابلے کی طاقت نہ تھی سرداران فوج میں سے فضیل بن کاوس ایسا زخمی ہوا کہ لڑائی کے کام کا نہ رہا۔ جناح سکری اور ابن جوشن مارے گئے دو ایک بہادر افسر گرفتار ہو گئے اور سپاہی جانیں لے لے کے بھاگے۔ بغا نے ہزار کوشش کی انھیں روکے مگر روک نہ سکا۔ آخر وہ بھی میدان چھوڑ کے بھاگا۔ اور مشکلوں سے اپنی پہلی لشکر گاہ میں پہونچا۔ غنیمت یہ ہوا کہ بابکی فتح پاتے ہی لوٹ مار میں مصروف ہو گئے۔ خیمے ڈیرے سارا مال و اسباب اسلحہ و سامان جنگ اور بہت سے قیدی ان کے قبضے میں آئے۔ خصوصاً جب جاویدان کا بیٹا بھی زندہ مل گیا تو ان کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ اور مارے خوشی کے انھوں نے تعاقب کا ارادہ نہ کیا۔ ورنہ بغا کیا کوئی بھی زندہ بچ کر نہ جاتا۔ افشیں کو جب اس شکست کا حال معلوم ہوا تو بڑا صدمہ ہوا۔ مگر مجبور تھا اب یہ رائے قرار پائی کہ ان پہاڑیوں میں اور ایسے پیچیدہ کوہستان میں ہوشیار بابکیوں پر قابو پانا غیر ممکن ہے۔ لہٰذا بجائے زبردست حملہ کرنے کے

ان کو گھیرنا اور ان کی قوت توڑنے کی دوسری ترکیبیں کرنا چاہیئے۔ موسم سرما بھی شروع ہو گیا اور تمام پہاڑ اور میدان سفید ہو رہے تھے۔ لہٰذا اس نے حملہ آوری کی کارروائی بالکل روک دی اپنے پڑاؤ میں ٹھہر گیا اور بغا کو حکم دیا کہ تم مراغہ چلے جاؤ اور اس جانب سے بابک کا راستہ روکو۔"

آٹھواں باب

مراغہ کا قتل عام

اب بغا مراغہ میں ہے اور قلعہ بذ کی شمالی و مغربی سڑکوں کی ناکہ بندی کئے ہوئے ہے۔ بابک کے لشکر میں یہ خبر پہونچی تو لوگوں میں تشویش پیدا ہوئی۔ اس لئے کہ غلہ اور رسد کا سامان بابکیوں کے پاس مراغہ ہی سے پہونچ رہا تھا ہم مذہبوں کو پریشان دیکھ کے بابک کا بڑا نامور سپہ سالار طرخان اٹھ کھڑا ہوا۔ اور زمین بوس ہو کے عرض کیا یہ اگر حضور یزداں مظہر مجھے اجازت دیں تو میں مراغہ میں جا کے بغا کا سارا انتظام درہم برہم کر دوں۔ میرا وطن وہیں ہے۔ اور شہر مراغہ سے تھوڑے فاصلہ پہ ایک گاؤں میں رہتا ہوں۔ جہاں کے اکثر لوگ میرے طرف دار ہیں۔ دس ہی بارہ روز کے اندر وہاں میں ایک بہت بڑا گروہ تیار کروں گا اور وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے علاقے کی شمالی سرحد پہ بغا نے جو مکاری کا جال تن رکھا ہے۔ اسے دم بھر میں مکڑی کے جالے کی طرح

توڑکے رکھ دوں گا۔" بابک نے خوشی سے اجازت دی۔ اور وہ چند رفیقوں اور غلاموں کو ساتھ لے کے تاجر مسافروں کے بھیس میں مراغہ کی طرف روانہ ہوا۔

پہلے چند روز تک خاص مراغہ میں ٹھہر کے پتہ لگایا کہ بغا کیا کر رہا ہے۔ یہاں وہ تقیہ کئے ہوئے تھا۔ اپنے آپ کو نہایت ہی دیندار اور پابند شرع مسلمان ظاہر کر کے معزز مسلمانوں سے ملتا تھا۔ شرفائے مراغہ کو دعوتیں کر کے اپنے ہاں بلاتا۔ اور باتوں باتوں میں ان سے حالات دریافت کرتا تھا۔ آخر اسے بغا کی تمام کارروائیاں معلوم ہو گئیں اور اپنے گاؤں میں پہنچا جو مراغہ سے دس میل پر تھا۔ یہاں کے اکثر لوگ پہلے ہی سے اس کے موافق تھے۔ جو خلاف تھے ان کو بھی لوٹ مار اور حصول دولت کا لالچ دلا کے اپنے موافق کر لیا اور چپکے ہی چپکے پاس پڑوس کے گاؤں میں اپنا اڈہ ڈال کے دس ہزار کے قریب فوج بھی جمع کر لی۔

اب طرخان نے ارادہ کیا کہ اس زبردست لشکر کے ساتھ ایک دن ناگہاں مراغہ پر جا پڑے اور بغا وہاں کے والی کو قتل کر کے اس علاقے میں اپنا سکہ بٹھا دے۔ لیکن یہ منصوبہ ابھی اس کے دل ہی میں تھا کسی ہمراہی کو اس کی خبر نہ تھی۔ جو غلام اور رفقا بذ سے اس کے ہمراہ آئے تھے ایک دن خلوت میں ان کو جمع کر کے کہا۔" یہاں میں اگرچہ خوش و خرم اور اپنے وطن میں ہوں اور ایسے پرانے دوست موجود ہیں جو بچپن میں ساتھ کھیلے ہیں

اور بہت سے قریبی رشتہ دار بھی ہیں۔ مگر جو بھروسہ مجھے آپ صاحبوں پر ہے یہاں کے کسی شخص پر نہیں۔ ان لوگوں کو دو سال پہلے میں نے اپنا ہمدم و ہمراز اور ہم مذہب و ہم خیال بنا لیا تھا مگر میرے ہٹتے ہی مجھے سب نے چھوڑ دیا اور نئے والی مراغہ کے دوست بن کے ہمارے ہم مذہبوں پر ظلم و جور کرنے لگے۔ اُن سے کام ضرور لوں گا۔ مگر ان کو ہمراز بنانے کے قابل نہیں سمجھتا۔ کیوں ہرمزیار تمہاری کیا رائے ہے۔

ہرمزیار۔" (جو بذ سے اس کے ساتھ آیا تھا اور گو کہ بابک سے کسی قدر بد عقیدہ تھا مگر اس کا بڑا جان باز رفیق تھا)، "آپ ان لوگوں میں سے کسی پر بھروسہ نہ کیجیئے۔ اور انھیں پر کیا میں تو کہتا ہوں۔ آپ کبھی بابچی پر بھروسہ نہ کریں۔"

طرخان۔ (ہنس کے)، "اتنی آزادی اچھی نہیں ہوتی۔ تم ہمیشہ بیبا کی سے ایسی باتیں زبان سے نکال بیٹھتے ہو۔ مگر سب تمہارے سے نہیں ہو سکتے۔ ہمارے ساتھ ہمارے خوبصورت دوست فرخ چہر بھی ہیں جو عصمت کے ساتھ گئے تھے اور محض اپنی دانائی و لیاقت سے محمد بن مغیث کے خون آلودہ ہاتھوں اور اس کے دغابازی کے خنجر سے بچ کے چلے آئے۔ یہ غالباً میرے ہمراز تو خوشی سے بن جائیں گے۔ مگر تمھاری ان بے دینی کی گستاخیوں کو نہیں گوارا کر سکتے۔"

فرخ چہر۔" میں آپ کا غلام ہوں مگر ہرمزیار کا بھی دوست ہوں۔ اور خوب جانتا ہوں کہ یہ راست باز اور سچے دوست ہیں۔

آپ کو جو رائے دیں گے سچی اور نیک نیتی سے ہوگی اور بابکیوں پر جو انھیں اعتراض ہے وہ بھی فقط اس سبب سے ہے کہ یہ سچے بابکی ہیں۔ آپ بھی تو بابکیوں کی حالت دیکھ رہے ہیں کہ جب عربوں کا زور ہو جاتا ہے ان کا کلمہ پڑھنے لگتے ہیں، اور جب حضرت بابک کی قوت غالب آتی ہے تو ان کے معتقد و پیر بن جاتے ہیں، ایسے لوگوں کا کوئی کیا اعتبار کر سکتا ہے؟"

ہرمزیار۔" ابھی میں تو آپ سے یہ کہتا ہوں کہ حضرت بابک یزداں مظہر کا ساتھ دینے میں بھی آپ اپنی مصلحتوں کو نہ بھولا کریں۔ میں آپ سے بطور راز کے کہتا ہوں کہ آپ اور حضرت بابک لاکھ ہاتھ پیر ماریں ایک دن ہونا یہی ہے کہ بغداد کا لشکر ہماری ساری قوت کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دے گا۔ بڑے بڑے لوگ قومی جھنڈے بلند کر کے دیکھ چکے کہ عربوں سے لڑنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ میرے نزدیک آپ اپنی فکر کریں اور سوچ رکھیں کہ جس وقت بڈ کو افشیں فتح کر لے گا آپ بھاگ کے کہاں جائیں گے؟"

طرخان۔" ہرمزیار،" میرے صفحۂ دل پر جو کچھ لکھا تھا اسے تم نے پڑھ لیا۔ اسی مصلحت سے میرا ارادہ ہے کہ مراغہ کو اپنے قبضے میں کروں اور جب تک بابکی اختر عروج پر ہے۔ حضرت بابک کا ساتھ دوں مگر جیسے ہی وہاں کا رنگ بگڑتا دیکھوں اس علاقے میں آ کے اطمینان سے بیٹھ رہوں۔"

ہرمزیار۔" یہی میری رائے بھی ہے۔"

فرخ بہچہر۔" مگر یہ اطمینان ہے کہ حضرت بابک کے مغلوب ہو جانے کے

بعد آپ یہاں آزاد بن کے بیٹھ سکیں گے؟"

طرخان:- "میں ان سب پہلوؤں پر نظر ڈال چکا ہوں۔ اگر عربی لشکر نے ادھر کا رُخ کیا تو چند روز مقابلہ کر کے اور اپنی قوت کا پورا ثبوت دینے کے بعد میں اس شرط پر مسلمان اور خلافت اسلامی کا دوست بن جاؤں گا کہ میں ہی مراغہ کا فرماں روا رکھا جاؤں۔ اس کو عربوں نے مان لیا تو بہتر۔ اور نہ مانا تو بھاگ کے کوہ قاف کے اُدھر ہو رہونگا۔ جہاں عربوں کا گذر نہیں ہے۔"

فرخ چہر:- "اس میں تو زیادہ ناکامی کا اندیشہ ہے۔ ایسا نہ کیجیے کہ ہر طرح آپ ہی کی جیت ہو؟"

طرخان:- "ایسی جو صورت تمہارے خیال میں ہو بیان کرو۔"

فرخ چہر:- "ایسا نہ ہو کہ آپ کہیں عرب بھائیوں کی سی کہہ گیا۔"

طرخان:- "نہ میں ایسا تنگ خیال ہوں اور نہ ایسا بیوقوف کہ اپنے نفع و ضرر کو نہ سمجھوں۔ میں تمھیں سچا اور عقلمند جانتا ہوں اور مجھے یقین ہے۔ کہ تم اگرچہ عرب ہو مگر میرے خیر خواہ ہو۔ اور یہ نہ ہوتا تو میں تمھیں اپنے ساتھ کیوں لاتا؟" اب کی مرتبہ جب تم قلعہ شاہی سے آئے ہو۔ تو لوگوں کو شبہ ہوا تھا کہ تم ابن مغیث سے مل گئے ہو۔ مگر میں نے اس کو باور نہ کیا۔ اور تمھیں اپنے ساتھ لے لیا کہ تمھاری آزادی بہادری اور عقلمندی سے فائدہ اٹھاؤں۔"

فرخ چہر:- "ابن مغیث کے ہاتھ سے بچنے کا سبب یہ ہوا کہ شراب کا پینا اگرچہ بڑے ثواب کا کام ہے، مگر مجھے وہ نقصان کرتی ہے۔ اس وجہ سے میں نے نہ پی اور ہوشیار رہا۔ عصمت مرحوم کے ہاتھ

میں دیا۔ جس کے پیتے ہی وہ گر کے بے ہوش ہو گئے تو مجھے نظر آیا کہ ہم سب جال میں پھنس گئے فوراً اس کی آنکھ بچا کے کمرے سے نکلا اور دروازہ پہ یہ ظاہر کر کے ابن مغیث کے حکم سے اپنے اور ساتھیوں کو بلانے جاتا ہوں۔ محل کے باہر ہو گیا مگر قریب ہی ایک گلی میں کھڑا ہو رہا کہ دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ عصمت اور ان کے رفقا کو زنجیروں میں جکڑے بے رحمی سے مارتے ہوئے لئے جاتے ہیں۔ چپکے سے ان کے پیچھے ہو لیا۔ اور اس تہ خانے کے قید خانے کو دیکھا جس میں وہ بند کئے گئے۔ اب میں قلعے کے اندر کی سنسان اور تیرہ و تار گلیوں میں پھر رہا تھا اور نہیں جانتا تھا کہ کہاں جاتا ہوں کہ یکایک قسمت نے پھاٹک پر پہونچا دیا۔ اتفاقاً اس وقت ہزاروں سوار اور پیدل قلعے سے باہر نکل رہے تھے ان کے ساتھ میں بھی باہر نکلا۔ دیکھا کہ قلعے والے ہمارے مغرور رفیقوں کا مال و اسباب لوٹ رہے ہیں۔ اور سواروں نے ہمارے ساتھیوں کا تعاقب کیا۔ اندھیری رات تھی میں ایک گھاٹی میں جا کے چھپ رہا پھر جب اطمینان ہوا تو گرتا پڑتا یہاں آیا کہ حضرت بابک کے حکم سے ایک زبردست لشکر لے جا کے ابن المغیث کو اس کی دغابازی کا مزہ چکھاؤں اور یہاں جب مجھے اور کسی میں اتنا حوصلہ نہ نظر آیا تو آپ سے عرض کیا۔"

طرخان "ہاں تم نے مجھ سے خواہش کی تھی کہ قلعہ شاہی پہ حملہ کرنے کے لئے چلوں۔ مجھے تمہارے کہنے کا پورا یقین آگیا تھا اور میں

چلتا مگر افسوس افشیں بلائے ناگہاں کی طرح آپہونچا۔ اور حضرت بابک پاک نہاد نے بذ میں ٹھہرنے کا حکم دیا اس پر بھی مجھے تمہاری یہ کارگذاری اس قدر پسند آئی تھی کہ حضرت بابکؒ سے اجازت حاصل کر کے تم کو اپنی رفاقت میں رکھ لیا۔ خیر اب ان باتوں کو چھوڑو۔ اور جو بات کہتے تھے کہو۔"

فرخ چہر:۔ "مجھے تو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسی وقت مراغہ پر قبضہ کر لیں اور اس کے بعد ہی خلافت کے دوست بن کے بابکؒ سے الگ ہو جائیں۔ اسی وفاداری کے صلے میں آپ کو مستقل طور پر یہاں کی حکومت مل جائے گی۔"

طرخان:۔ "لیکن مجھے قطعی یقین نہیں ہے کہ حضرت بابک کو ناکامی ہوگی۔ اس صورت میں اگر انھیں فتح ہو گئی جس کی ہم سب کو امید ہے تو حضرت بابک میرے استیصال کے درپے ہو جائیں گے؟" اس وقت خلیفۂ بغداد مجھے بابک کے پنجے سے ہرگز نہ چھڑا سکے گا۔ وہ دور ہے۔ اُس کی فوج مدتوں میں یہاں تک پہونچتی ہے اور جب تک اس کی مدد آئے آئے بابک کے پرجوش سپاہی مجھے فنا کر دیں گے۔

فرخ چہر:۔ "اس صورت میں یہ بہت آسان ہو گا کہ آپ چند روز کے لئے بھاگ کے بغداد میں چلے جائیں اور وہاں سے زبردست لشکر لا کے بابک کو زیر کریں!"

طرخان:۔ "نہیں۔ مجھے اس میں خطرے نظر آتے ہیں۔ ہرمزیار تمہاری کیا رائے ہے؟"

ہرمزیار:۔ "میں حضرت بابک کا ساتھ چھوڑنے کی تو رائے نہ دوں گا مگر

انجام میں ان کے کامیاب ہونے کی مجھے بالکل امید نہیں ہے۔"
طرخان:۔ "مگر ایک اور بات بھی ہے جس کی وجہ سے میں بابک سے نہیں بگاڑ سکتا۔ اس بات کو آج تک میں نے چھپایا تھا۔ مگر تم پر ظاہر کیے دیتا ہوں بابک کے پاس ایک طرح دار عربیہ کنیز ہے ریحانہ اور وہ اس پر فریفتہ ہیں اس کے راضی کرنے کی روز کوشش کی جاتی ہے مگر وہ کسی طرح سے نہیں مانتی۔ میں نے جس روز اسے دیکھا اس کی نگاہ غلط انداز کا ایک ایسا تیر میرے کلیجے پر پڑ گیا کہ آج تک کلیجہ پکڑے پھرتا ہوں اور کسی حال پر قرار نہیں آتا۔ اگر اس نے ہمارے آقا بابک کی خواہش کو کسی طرح منظور نہ کیا تو پھر میں اسے مانگ لوں گا۔"
فرخ چہر:۔ "اور اگر وہ آپ سے بھی راضی نہ ہوئی تو؟"
طرخان:۔ "میں اسے زبردستی راضی کروں گا۔"
فرخ:۔ "یہ تو ہمارے کیش و آیئن کے خلاف ہے۔"
طرخان:۔ "ہوا کرے میں اس معاملے میں بابک کی پیروی نہیں کرتا۔ ہم لوگ خرمی ہیں۔ اور ہمارا کام ہے کہ جس طرح بن پڑے اپنا دل خوش کریں بابک پاک نہاد کو بغیر راضی کیے کسی مہ جبین کو اپنا بنانے میں مسرت نہیں ہوتی تو نہ ہو۔ ہمیں ہوتی ہے ہم خواہ مخواہ اپنے دل پر جبر کیوں کریں؟"
ہرمزیار:۔ "اور سچ پوچھیے تو ہم سب کا یہی طریقہ ہے اور حضرت بابک بھی بظاہر اگرچہ اس پر عمل نہیں کرتے ہیں اور کسی کو صاف لفظوں میں اس کی اجازت نہیں دیتے مگر عملاً انھوں نے ہم سب کو اس کی اجازت دے رکھی ہے۔ ہر فتح اور ہر حملے میں جو جوان اور حسین عورتیں پکڑی جاتی ہیں وہ بلا لحاظ اس کے کہ راضی ہیں یا نہیں، پاجی سواروں میں تقسیم کر دی جاتی ہیں

اور سب انھیں بلا تامل تصرف میں لاتے ہیں، اگر جائز نہ ہوتا تو حضرت بابک اس کو منع کرتے؟"

طرخان:۔ "بیشک جائز ہے۔ اور جائز نہ ہو تو پھر ہم خرمی کیسے؟ لیکن فرخ چہر میں چاہتا ہوں کہ بظاہر الگ رہتا۔ اگر تم اس نازنین کو کسی طرح مجھ تک پہونچا دیتے تو تمھارا اغلام ہو جاتا۔"

فرخ چہر:۔ "میں خدمت کو حاضر ہوں۔ مگر بذ میں اور وہ بھی حضرت بابک کی حرم میں میری رسائی کیونکر ہو گی؟ ہرار کچھ ہو پھر بھی میں ایک اسپہر شاہ غلام ہوں۔ ہرمزیار کو مجھ سے زیادہ کامیابی ہو سکتی ہے۔"

ہرمزیار۔ "مجھے جانے میں تو کوئی تامل نہیں۔ لیکن یہ سمجھ لیجیے کہ اگر حضرت بابک نے اسے چھوڑا تو میں اپنے دوستوں کی مدد سے چرالاؤں گا پھر آپ یہ نہ فرمائیں کہ خود اپنے مقتدا کے ساتھ دغا بازی کی۔"

طرخان:۔ "ہرگز نہ کہوں گا بلکہ تمھاری مدد کروں گا۔ لیکن اس خوبی سے لانا کہ سارے بذ میں کسی خبر نہ ہو۔"

فرخ چہر:۔ "ہاں ہرمزیار ادھر جا کے یہ کارروائی کریں۔ اور آپ اپنی فوج کے ساتھ چل کے مراغہ پر قبضہ کرلیں، وہاں میں نے سنا ہے افشین کی طرف سے بغا کبیر آیا ہے اور لوگوں کو آپ کے خلاف بنا رہا ہے۔"

طرخان:۔ "تب تو ہمیں فوراً اس شہر کو اس کے اثر سے بچانا چاہیے مراغہ ہی کا علاقہ ایسا مقام ہے جس میں ہو کے ہم کسی امن و امان کے مقام میں پہونچ سکتے ہیں، اگر ہمارے یہ پہاڑ اور بذ کا علاقہ گھر گیا تو حضرت بابک اور ہم لوگ سب اسی طرف سے بھاگ کے کوہ قاف کے اس پار نکل جا سکتے ہیں۔"

فرخ چہر: "اور افشین کو اکثر رسد بھی مراغہ سے پہنچتی رہی ہے۔"

طرخان: "بہر حال ہمیں اس ملک پر قبضہ کر لینا چاہیئے۔ مصلحت ہوگی تو بابک کی قوت ٹوٹتے ہی میں المعتصم کا وفادار دوست بن کے یہاں کا والی بن جاؤں گا۔ جب تک یہ لڑائی جاری ہے افشین کے پاس یہاں سے مدد نہ پہونچنے دوں گا اور پھر حضرت بابک اور ان کے دوستوں کے لئے ضرورت کے وقت اطمینان سے بھاگ جانے کا راستہ بھی کھلا رکھوں گا۔ ہرمزیار تم میری ماہ طلعت ربجانہ کو لے آؤ۔ اور کیا اچھا ہو۔ کہ جس دن میں فتحیاب ہو کے مراغہ کے خوبصورت اور عالیشان قصر میں داخل ہوتا۔ اسی دن میری یہ حسین معشوقہ بھی تمہاری کوشش سے وہاں آجائے پھر مجھے فتحمندی کے ساتھ اس ماہ طلعت کا وصال بھی نصیب ہوتا۔ ان دونوں خوشیوں پہ ہم سب ساتھ بیٹھ کے جام عیش پیتے اور سارے موسم سرما میں جشن مناتے رہتے۔"

ہرمزیار: "میں کوشش کروں گا کہ آپ کی دونوں تمنائیں ایک ساتھ پوری ہوں۔ یہ کہہ کر ہرمزیار چلا گیا اور صحبت بھی ختم ہو گئی

نواں باب

جیسا کیا ویسا پایا

دوسرے دن سے وحشت زدہ طرخان فرخ چہرے مراغہ پر قبضہ کرنے کے بارے میں مشورہ کرنے لگا، آخر دونوں نے اتفاق کیا کہ اس برف و باران کے زمانے میں علانیہ لڑائی چھیڑنا بے سود ہوگا بہتر یہ ہے کہ آپ چپکے چپکے یہاں کے لوگوں کو حملے کے لیے تیار کریں اور ایک ہزار بہادروں کو چھانٹ لیں جو آخر تک بہادری سے ہمارا ساتھ دیں۔ یہ بندوبست جب اطمینان کے قابل ہو جائے تو ایک رات کو ہم سب خاموشی کے ساتھ کوچ کر کے جائیں اور ناگہاں مراغہ پر پڑیں۔ وہاں کے والی بغا کو گرفتار کر لیں اور شہر پر قبضہ کر کے سارے ملک کو اپنے موافق بنا لیں۔

طرخان نے دوسرے ہی دن سے لوگوں کو اپنے موافق بنانا شروع کیا۔ روز دن بھر فوجی فنون کی مشق ہوتی نیزہ بازی و شمشیر زنی کی مہارت بڑھائی جاتی۔ اچھے اچھے تنومند جوان چھانٹ کے

دوست بنائے جاتے۔ انعام واکرام سے ان کے دل ہاتھ میں لئے جاتے اور ان سے ربط وضبط بڑھایا جاتا۔ مگر رات کو طرخان فرخ چہر اور دو چار آدمی بیٹھ کے مشورے کرتے اور سوچا جاتا کہ یہاں سے کب۔ کس وقت اور کس شان سے چلیں گے۔ وہاں پہونچ کے کیوں کر حملہ کریں گے۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد وہاں کی رعایا کے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟ اور کیونکر سارے ملک پر اپنا رعب بٹھالیں گے۔

آخر حملے کے لئے دن بھی قرار پا گیا جو تمام لوگوں سے مخفی رکھا گیا اور روز مقررہ کے آتے ہی ایک ہزار منتخب اور باضابطہ لشکر اور دو ہزار دیہاتی ہنگامہ آراؤں کو ساتھ لے کے طرخان اور فرخ چہر آدھی رات کو روانہ ہوئے۔ صبح سے پہلے ہی مراغہ پہونچ گئے۔ یہ لوگ ایک وادی میں ٹھہر گئے۔ جہاں سے مراغہ میل ڈیڑھ میل کی مسافت پر تھا۔ مگر ان میں سے پانچ سو سپاہی خود طرخان کی سرداری میں اس طرح شہر کی دیواروں کے نیچے سے گئے کہ نہ کسی نے ان کے قدموں کی چاپ سنی اور نہ کسی کو آہٹ معلوم ہوئی۔ یہ سب صبح تک شہر کی دیوار سے لپٹے بیٹھے رہے اور ایسی خاموشی کے ساتھ کہ کسی کی سانس بھی سنی نہ جاتی تھی۔ تڑکے شہر کے اندر موذنوں نے اذانیں دیں۔ اور حسب معمول پھاٹک کھلا۔ اسے کھلے چند ہی منٹ ہوئے ہوں گے۔ کہ طرخان دس ہمراہی سواروں کے ساتھ پھاٹک میں داخل ہوا۔ اور دربان قاعدے کے مطابق قریب آئے اور پوچھا۔ "تم کون لوگ ہو اور کہاں سے آئے ہو؟"

طرخان: "میں حضرت باک خرمی کا سفیر ہوں، والی مراغہ کے پاس آیا ہوں"

دربان: "تو ابھی شہر کے باہر ٹھہریئے۔ جب حضور عالی کی اجازت ہو تب اندر جایئے گا۔" اب طرخان کے ہمراہی پانچ سو سواروں نے پھاٹک کے اندر اور باہر بھیڑ لگا دی، اور طرخان نے دربان سے دعوے اور بے پروائی کے لہجے میں کہا: "ہم شہر پناہ کے باہر پڑے رہنے کے لئے نہیں آئے ہیں"

دربان۔ (آگے بڑھ کے اور راستہ روک کے) تم کوئی ہو بے اجازت اندر نہیں جا سکتے۔" یہ کہہ کے اُس نے اپنے دس رفیقوں کو بلایا۔ جو صبح تک پھاٹک کی نگہبانی کیا کرتے تھے۔ لیکن قبل اس کے کہ کوئی قریب آ سکے۔ طرخان نے دربان کے سینہ پہ اس زور سے نیزہ مارا کہ انی پیٹھ سے نکل کے چمکی، اور دل چھد جانے کے باعث وہ اُسی جگہ گر کے ڈھیر ہو گیا۔ اُس کے ساتھیوں نے جو یہ انجام دیکھا تو اپنی جانیں لے کے بھاگے۔ اور طرخان نے زور و شور سے ایک نعرہ فتح بلند کر کے اُن کا تعاقب کیا، اور ساتھ ہی اُس کے پانچ سو رفیق فتح و نصرت کے نعرے لگاتے ہوئے شہر میں گھس پڑے اُن کا شور اُن سپاہیوں نے سنا جو ذرا فاصلے پہ ٹھہر گئے تھے۔ فرخ چہر نے سابق کی قرارداد کے مطابق انھیں منہ اندھیرے ہی تیار کر رکھا تھا۔ اپنے ساتھیوں کے نعرہ ہائے جوش سن کے وہ سب بھی دوڑ کے شہر میں داخل ہو گئے اور سارے شہر میں قتل عام ہونے لگا۔

ان لوگوں کے ناگہاں آپڑنے سے والی کے حواس جاتے رہے، اور اس کے تمام ہمراہیوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ طرخان جب قتل عام کرتا ہوا

اُس کے محل پہ پہونچا تو وہ بھاگ چکا تھا۔ اُس نے جاتے ہی قصر امارت پہ قبضہ کر لیا، اور اُس کے بالاخانے پہ تلوار کھینچ کے کھڑا ہو گیا۔ جس کا یہ اشارہ تھا کہ جب تک یہ تلوار کھنچی رہے شہر میں قتل و غارت کا سلسلہ نہ موقوف ہو۔ دوپہر تک شہر کے اکثر جوان لوگ قتل ہو گئے، اور ہزاروں عورتیں اور لڑکے رسیوں میں باندھ کے محل کے نیچے جمع کئے گئے اور انھیں کے قریب میدان میں لوٹ مار کا مال لا لا کے جمع کیا جا رہا تھا۔

اب دوپہر ہونے کو آئی تھی، اور شہر کی مہریوں میں خون بہہ رہا تھا کہ فرخ چہر نے طرغان کے پاس جا کے کہا۔ "اب خونریزی موقوف کیجیے۔ شہر فتح ہو گیا۔ جتنے لوگ لڑنے کے قابل تھے قتل ہو گئے اور جتنے باقی ہیں پناہ اور امان مانگ رہے ہیں۔"

طرغان۔ "اگرچہ خونریزی سے میرا دل ابھی سیر نہیں ہوا۔ مگر تمہاری خاطر سے میں امان دیتا ہوں۔" یہ کہہ کے تلوار میان میں کر لی۔ اور ساتھ ہی ہر طرف امان امان کا غل ہوا۔ اور لوگ دوڑ دوڑ کے وحشی بلکیوں کو قتل و غارت سے روکنے لگے۔

امان دینے کے بعد طرغان غرور و تمکنت سے نیچے اُترا، مال غنیمت کو غور سے دیکھا اور جانچا۔ پھر اسیر شدہ عورتوں کو گھور گھور کے دیکھا۔ اور فرخ چہر کی طرف دیکھ کے کہا۔ "ان میں بہت اچھی اچھی طرحدار پریجمال ہیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کوہ قاف اور گرجستان کے حُسن کا نمونہ مراغہ میں بھی پایا جا سکتا ہے۔ مگر آہ! ان میں سے کوئی حسینہ میری مہ جبیں ریحانہ کو نہیں پہونچ سکتی!"

فرخ چہر۔ "میری نظر میں تو ان لونڈیوں میں ایسی ایسی ماہ طلعت ......

حیا دو .. نگاہیں موجود ہیں کہ ریحانہ کی اُن کے سامنے اصل وحقیقت نہیں ۔"

طرخان "میرے دوست فرخ چہر تم کو حُسن کی قدر نہیں اور نہ یہ جانتے ہو کہ حُسن کیا چیز ہے ۔ بیشک ان کنیزوں میں بہتوں کی رنگت ریحانہ سے زیادہ صاف ہے ۔ بہتوں کی آنکھیں اُس کی شرمیلی آنکھوں سے بڑی اور مستانہ ہیں ۔ بہتوں کی زلفوں کا خم و پیچ زیادہ دل ستاں ہے ۔ اور بہتوں کے نازک ہونٹ لعل بے بہا سے زیادہ خوش رنگ گلاب کی پنکھڑیوں سے زیادہ نازک ہیں ۔ مگر ریحانہ آہ ریحانہ چیز ہی اور ہے ۔ دنیا کے اعلیٰ سے اعلیٰ حُسن اپنی خوبیاں اور اپنی دلفریبیاں لے کے آئیں مگر وہ سب پہ غالب آجائے گی ۔ اُس کی ادائیں ہی اور ہیں ۔ اور اُس کے حُسن میں کچھ ایسی آن بان ہے کہ آسمان کی حوریں بھی مقابلہ نہ کر سکیں گی ۔ فرخ چہر خوب یاد رکھو ؎

دلبر آں نیست کہ موئے و میانے دارد
بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد

مَیں تو اُس مہ جبیں کے سوائے کسی کو دل نہیں دے سکتا ۔

فرخ چہر ۔ "آپ کا یہ عشق خطرناک ہے ۔ اور مجھے خوف ہے کہ آپ اس میں ضرر نہ اٹھائیں ۔"

طرخان ۔ (غرور سے) "مجھے کون ضرر پہونچا سکتا ہے ۔"

فرخ چہر "اس بات کو نہ بھولئے کہ وہ حضرت بابک کی محبوبہ ہے ۔ گو اُن سے نفرت کرتی ہے ۔"

طرخان ۔ بابک اُس کے اتنے عاشق نہیں ہیں اور نہ اُس کے لئے ..

اس قدر بیتاب ہیں جس قدر کہ میں۔ اور اس سبب سے مجھے امید ہے کہ وہ مجھے پسند کریگی۔"

فرخ چہر: "لیکن حضرت بابک آپ کے دشمن ہو جائیں گے۔"

طرخان: "اس معاملے میں ان کی دشمنی کی بھی میں پروا نہیں کرتا۔ میں مراغہ کا فاتح اور حاکم و فرمان روا ہوں۔ جس کی وقعت شہر بذ اور اس کے گردو پیش کے پہاڑوں سے کم نہیں ہو سکتی۔ بابک کو اب بادشاہ مراغہ کا لحاظ کرنا پڑے گا۔ اگر شاہ مراغہ خلافت سے مل گیا تو اُن کی ساری سطوت خاک میں مل جائے گی۔"

یہ مغرورانہ جواب سن کے فرخ چہر خاموش ہو گیا۔ اور طرخان نے کہا۔ "اب چلو مغرور والی مراغہ کے قصر دیوان کی سیر کریں۔ اور دیکھیں کہ اس نے اپنے حریم میں کیسی کیسی مہ جبینیں جمع کر رکھی ہیں۔" اور محل کے کمروں میں پھرنے اور ان میں جو شاہانہ عیش و عشرت کا سامان جمع تھا اس کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنے لگا۔ اور دیکھتے دیکھتے بولا۔ "ایسے نفیس ریشمی قالین ایسے سونے چاندی کے ظروف۔ ایسا قیمتی سامان زیبائش، ایسے نرم اور گدگدے پلنگ اور بچھونے۔ ایسی اطلس و کمخواب کے تکیے اور کہیں بھی ہو سکتے ہیں؟" وہ جشن طرب دنیا بھر میں لاجواب ہو گا۔ جو اس قصر اور ان کمروں میں منایا جائے مگر آہ! جب تک پہاڑی ریحانہ نہ ہو سب بیکار ہے۔ وعدے کے مطابق ہرمز نیار کو آجانا چاہیئے تھا۔ مگر اس وقت تک کہیں پتہ نہیں لیکن وہ بات کا دھنی اور بہادر ہے۔ لائے گا ضرور۔ خیر جب وہ آئے۔ چلو حرم کے اندر چل کے والی مراغہ کی نمائش گاہ محسن کو

دیکھیں۔"

یہ کہہ کر محل کے خواجہ سراؤں کو ساتھ لیا۔ اور فرخ چہر کے ساتھ حرم کے اندر قدم رکھا۔ بے کس اور بے بس عورتیں جو اپنے آقا کے غم میں خون کے آنسو بہا رہی تھیں ڈانٹ ڈانٹ کے اور مار مار کے بشاش اور ہنس مکھ بنائی گئیں۔ والی کی تین منکوحہ بیبیاں پچاس ساٹھ حرمیں، دس بارہ بیٹیاں بھتیجیاں اور قرابت دار خاتونیں اور اُن کے ساتھ پانچ چھ سو کنیزیں پیش خدمتیں اور ملازمہ عورتیں تھیں ان سب عورتوں کو طرخان نے بہت غور سے دیکھا اور ان کے حسن و جمال کی تعریف کی، پھر ان سے کہا "تم گھبراؤ نہیں۔ تم کو جو نیا شوہر اور آقا ملا ہے وہ تمہارے پہلے شوہر سے زیادہ عیش طلب اور اچھا ہے تم کو وہ بہت اچھی شراب پلائے گا اور پہلے سے اچھا عیش کرے گا۔ تم ظاہر میں خندہ جبیں ہو۔ مگر صورت کہے دیتی ہے کہ تمہارے دل غم میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اپنے دلوں کو ڈھارس دو۔ میری محبوبہ آگئی، تو تم سب کو اپنے جشن عیش میں شریک کرونگا۔ اور ایسا مسرت و انبساط کا تماشہ دکھاؤں گا کہ تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔" اس کے بعد اس نے مفرور والی کی خواب گاہوں کو دیکھا جو طرخان کی نظریں جنت کی کوشکوں سے بھی زیادہ آراستہ و پیراستہ تھیں ان کی سیر کرتا جاتا تھا اور فرخ چہر سے کہتا جاتا تھا کہ مراغہ کے حریم ولایت کی حور وش نازنینیں بڑی حسین ہیں۔ اپنی محبوبۂ خاص تو میں پری جمال ریحانہ کو بنا چکا ہوں لیکن یہ سب اس قابل ضرور ہیں کہ صحبت عیش اور جشن طرب میں شریک کی جائیں۔"

اسی اثنا میں ایک ایسی دلکش اور آراستہ و پیراستہ خواب گاہ

عیش نظر آئی کہ طرخان کی آنکھیں کھل گئیں۔ کھڑے ہو کے ساز و سامان کو دیکھنے لگا۔ اس میں اعلیٰ درجے کی مسہریاں تھیں۔ حریر و دیبا کے نرم بچھونے تھے۔ زرتار تکیے تھے۔ اور باریک ریشمی ململ کے پردے لٹک رہے تھے۔ اس خواب گاہ کو دیکھتے ہی بے اختیار کہہ اٹھا۔ "بس اسی خواب گاہ کو میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔" پھر دوسری خواب گاہوں میں جا جا کے وہاں کی اچھی چیزیں بھی چھانٹ چھانٹ کے اُسے منتخب خواب گاہ میں بھیجنے لگا۔ تاکہ ہر کمرے کا سارا سامان عیش اس میں جمع ہو جائے۔

اسی تگ و دو میں اُس نے ایک کھڑکی سے جھانک کے دیکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ ہرمزیار محل کے دروازے پہ خچر سے اُترا۔ اور ایک عورت کو جو سارا جسم برقعوں میں چھپائے ہے سہارا دے کے اُس کو خچر سے اتار رہا ہے۔ یہ دیکھتے ہی مارے خوشی کے اچھل پڑا۔ فوراً فرخ چہر کو آواز دی۔ اور جیسے ہی وہ آیا کہا "میرا وفادار اور کارگذار بہادر ہرمزیار آ گیا۔ اور میری محبوبہ کو بھی لے آیا بس اب اسی گھڑی سے میرا جشن عیش شروع ہو جائے گا۔ میں اُسی خواب گاہ عیش میں چلتا ہوں جس کو میں نے پسند کیا ہے۔ تمام لوگوں کو گرد و پیش سے ہٹائے دیتا ہوں تم اُن کو وہیں لے آؤ۔ تاکہ اطمینان اور تنہائی میں ......
اپنی محبوبہ سے مل کے ہم آغوش ہوں۔ ہرمزیار کی سرگذشت سُن کے اُسے انعام دوں۔ میرے اس جشن میں اوّل سے آخر تک ہرمزیار اور تم بھی شریک رہو گے۔ مفرور والیٔ مراغہ کی محل والیاں بھی شریک کی جائیں گی اور تم دونوں کو اختیار ہے کہ اُن میں سے جن جن کو پسند کر دے لو تاکہ میرے ساتھ تم بھی پورا عیش کرو۔"

یہ حکم دے کے طرخان اُس خواب گاہ میں گیا۔ اور فرخ چہر ایک

ناگوار فکر میں پڑگیا۔ اس فکر میں خاموش کھڑا تھا کہ ہرمزیار نے آکے نہایت گرمجوشی سے صاحب سلامت کی اور ہنس کے پوچھا: "مجھے دیر تو نہیں ہوئی؟ ٹھیک وقت پہ آگیا؟"

فرخ چہر: "بالکل ٹھیک وقت پہ آگئے۔ مگر جس کے لینے کو گئے تھے اسے بھی لے آئے؟"

ہرمزیار: "اور بے ان کے آ بھی سکتا تھا؟ دیکھتے نہیں کہ میرے ساتھ موجود ہیں۔ حضور طرخان کہاں ہیں؟"

فرخ چہر: "چلو میں تمھیں ان کے پاس پہنچا دوں۔ تمھارے انتظار ہی میں ہیں۔" یہ کہہ کر وہ ہرمزیار اور اس کے ساتھ والی برقع پوش کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس وقت فرخ چہر نے ایک اور مسلح سپاہی کو جو ذرا فاصلے پر کھڑا تھا پاس بلایا۔ اور اسے بھی ساتھ لے کے پرتکلف خوابگاہ کے دروازہ پر پہونچا۔ اجنبی سپاہی دروازے پر ٹھہر گیا۔ اور فرخ چہر اور ہرمزیار عورت کو لے کے اندر گئے۔ طرخان نے جیسے ہی ہرمزیار کو کمرے کے اندر دیکھا بے اختیار دوڑ کے اسے سینے سے لگا لیا اور کہا "شاباش۔ بہادر اور بات کے دھنی ایسے ہوتے ہیں۔ اس خورشید نازنین کے لانے میں تمھیں بڑی دشواریاں پیش آئی ہوں گی۔"

ہرمزیار: "دشواریاں! خود مجھے اپنی کامیابی پر تعجب ہے۔ حضرت بابک نے کسی طرح منظور نہ کیا۔ میں نے ہاتھ جوڑے۔ قدموں پہ گرا۔ مگر انھوں نے سماعت نہ کی۔ یہاں تک کہ مجبور ہو کے میں نے دوسری تدبیر اختیار کی۔ اور اس نازنین کو چھپا کے حضرت بابک کے محل سے نکال لایا۔"

طرخان: "بڑا کام کیا۔ اور مجھے زندگی بھر کے لئے اپنا غلام بنا لیا۔

اُس خوشی میں اس وقت میں ایک ایسا جشن کرنے والا ہوں جس کے آگے جمشیدی بھی بے مزہ ہو جائے۔ مجاہد سے اور فرخ چہر کے لئے بھی یہاں کے بزدل حاکم کے محل میں ایک سے ایک بڑھ کے پری جمال نازنینیں موجود ہیں۔ جن میں سے جاکے اپنے لیے بانکی ترچھی دلدار معشوقہ چھانٹ لاؤ، مگر اب مجھ میں زیادہ صبر کی طاقت نہیں۔ میری اس حور وش معشوقہ کا رخ زیبا دکھاؤ اور نقاب اٹھا کے اس آفتاب حسن کے نورانی چہرے سے مرے جشنِ طرب کا افتتاح کرو۔"

ہرمزیار۔ "بہت خوب۔" یہ کہہ کے اس نے ریحانہ کے چہرے پر سے نقاب الٹی۔ جسے دیکھتے ہی طرخان نے پہچان کے کہا "آہ یہی ہے میری دلدار نازنین یہی ہے میری معشوقہ مہ جبیں!" چاہتا تھا کہ ان الفاظ کے ساتھ بڑھ کے ریحانہ کو گلے سے لگائے کہ ناگہاں ایک بجلی سی کوند گئی۔ اور طرخان کے جو ہاتھ ریحانہ کی ہم آغوشی کے لئے بڑھے تھے ان میں ہرمزیار کا سر دھڑ سے آ کر گرا۔ گھبرا کے اس مضطرب سر کو دونوں ہاتھوں سے سنبھالے ہوئے پیچھے ہٹا۔ اور "یہ کیا!" کہہ کر ریحانہ کی طرف سے نظر ہٹائی تو کیا دیکھا کہ ہرمزیار کا دھڑ اراستہ و پیراستہ خواب گاہ کے ریشمی قالینوں پہ تڑپتا اور اپنے خون سے نئی رنگ آمیز کر رہا ہے۔ مبہوت ہو کے فرخ چہر کی طرف نظر اٹھائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کی خون آلودہ تلوار کھنچی ہوئی ہے۔ جو ہرمزیار کی گردن کے بعد اب ریحانہ پر پڑنا چاہتی ہے۔ یہ منظر دیکھتے ہی زور سے چلایا "آہ ظالم! اسے بھی مار ڈالے گا؟" اور ساتھ ہی تلوار کھینچ کے فرخ چہر کی تلوار جو ریحانہ پر پڑنا چاہتی تھی اپنی تلوار پر روکی اور کہا۔ "اس نازنین سے پہلے مجھ سے مقابلہ کر۔" اب فرخ چہر اور طرخان میں تلوار چل رہی تھی۔ طرخان اپنے حریف کے تابڑ توڑ داؤ دھوکا

سے گھبرا گھبرا کے پیچھے ہٹتا جاتا تھا۔ اور فرخ چہر ایک قہر آلودہ چیتے کی طرح اُس پہ پلا پڑا تھا۔ اتنے میں وہ شخص جو کمرے کے دروازے پہ ٹھہر گیا تھا تلوار کھینچ کے یہ کہتا ہوا اندر گھسا کہ "اُس کو قتل کرنا میرا کام ہے۔ فرخ چہر بے انصافی نہ کرو۔ اور میری آبدار تلوار کے لقمے کو اُس سے نہ چھینو!" یہ کہتے ہی اُس نے جھپٹ کے طرخان کے دو ایک ہاتھ ایسے مارے کہ وہ چوٹ کھا کے ہٹا تو ایک مسہری سے ٹکرا کے نیچے گرا ساتھ ہی وہ شخص اُسے شیر کی طرح چھاپ بیٹھا۔ اور اُس کے سینے پہ کئی خنجر مارے مگر زرہ پہنے ہونے کی وجہ سے کارگر نہ ہوئے۔ یہ حالت دیکھی تو فرخ چہر نے بڑھ کے طرخان کے ہاتھ پکڑ لئے اور اُس نئے حملے آور نے زرہ کی زنجیریں کھول کے اُس کا گلا اور سینہ باہر نکال لیا۔ اور سینے میں خنجر بھونکنے کے پہلے اُسے قتل کیا۔ پھر سر کاٹا اور دھڑ کو تڑپتا چھوڑ کے دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اب فرخ چہر پلٹا کہ ریحانہ کا کام تمام کرے مگر حیرت سے کیا دیکھتا ہے کہ ریحانہ کا کہیں پتہ نہیں، اور خوابگاہ کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند ہے۔ لپک کے دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر زور نہ چلا اس لئے کہ باہر سے کنڈی چڑھا دی گئی تھی۔ حیرت کے ساتھ پلٹ کے اپنے ساتھی سے کہا۔ "ماہویہ یہ عورت کہاں غائب ہو گئی؟ اور باہر سے دروازہ کس نے بند کر لیا؟"

ماہویہ۔ "شاید اُسی عورت نے بھاگ کے باہر سے کنڈی چڑھا دی ہو۔"

فرخ چہر۔ "اس کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ مگر اب ہم نکلیں گے کیونکر؟ حالانکہ اس وقت ہمیں بھاگنے کی ضرورت ہے ——— مگر دیکھو اس

کمرے میں باہر کی طرف دو کھڑکیاں کھلی ہیں، اُن میں سے ممکن ہو تو ہم نکل جائیں۔"

یہ کہہ کے دونوں نے اُدھر جھانک کے دیکھا۔ یہ کھڑکیاں اس قصر کی پشت کی طرف ایک گلی میں تھیں۔ جس میں سناٹا پڑا تھا۔ اس لئے کہ ساری فوج اب شہر کے مختلف حصّوں میں منتشر ہو گئی تھی اور طرخان کے مخصوص ہمراہی سامنے کی ڈیوڑھی اور اُس کے آگے والے صحن میں تھے۔ جہاں مالِ غنیمت کا ڈھیر لگا تھا ماہویہ نے غور سے دیکھا تو نظر آیا کہ یہ کھڑکی گلی کی زمین سے کوئی دو گز بلندی پہ ہے جس سے کود کے نکل جانا دشوار نہ تھا۔ فرخ چہر نے سر نکال کے اور خوب جھک جھک کے دیکھا۔ کسی آدم زاد کا نام و نشان نہ تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ بابکیوں کے قتلِ عام نے ہزارہا خلقت کو مار ڈالا۔ ہزاروں آدمی گھر چھوڑ چھوڑ کے بھاگ گئے، اور جو دو چار باقی تھے اپنے گھروں میں دروازے بند کئے چھپے بیٹھے تھے۔ اور ایسے خاموش تھے کہ کسی کو اُن کی آہٹ بھی نہ معلوم ہو سکتی تھی۔ غرض شہر کے تمام گلی کوچوں میں انتہا درجے کا سناٹا تھا۔

یہ اطمینان کر کے ایک کھڑکی سے نکل کے دونوں گلی میں اُترے اور فرخ چہر نے داہنی طرف جانے کا قصد کیا تو ماہویہ نے کہا۔ "اُدھر کہاں؟"

فرخ چہر: "کہیں نہیں۔ جدھر لے چلو چلوں گا۔"

ماہویہ: (بائیں طرف اشارہ کر کے) "اِدھر چلئے۔"

فرخ چہر: "میں تو یہاں کے رستوں سے واقف نہیں تم جدھر لے چلو گے چلوں گا۔ مگر تم کہاں لئے چلتے ہو؟"

ماہو یہ :- میں اس وقت تمہیں شہر کی سیر کراتا۔ اس لئے کہ اب ہمیں کوئی پہچان نہ سکے گا۔ فقط اُس عورت ریحانہ نے دیکھا ہے۔ لیکن وہ نہ تم کو پہچانتی ہے نہ مجھ کو کسی کا بھی نام نہ لے سکتی۔ مگر خرابی یہ ہے کہ ہمارے کپڑے خون آلود ہیں اور میرے پاس ظالم طرخان کا سر ہے۔"

فرخ چہر :- "بے شک کپڑوں کے خون آلودہ ہونے تک مضائقہ نہیں اس لئے کہ آج یہ رنگ تو سب ہی نے کھیلا ہے۔ کون ہے جس کے کپڑوں میں خون نہیں۔۔۔۔ مگر ہاں اس سر کو کسی جگہ چھپا دینا ضروری ہے۔"

ماہو یہ :- اسی لئے میں اسے اپنے آقا اسحٰق بن ابراہیم کے گھر میں لئے چلتا ہوں۔"

فرخ چہر :- ان سے تو کوئی اندیشہ نہیں ہے؟"

ماہو یہ :- اندیشہ! وہ یہ سر دیکھ کر خوش ہوں گے۔ میں نے آپ کو اتنا ہی بنایا تھا کہ سردار فوج افشین نے مجھے حکم دیا ہے کہ طرخان کو قتل کروں اور اس کا سر کاٹ کے ان کی خدمت میں پیش کروں۔ مگر یہ حکم مجھے اپنے آقا اسحٰق کی زبانی ملا۔ وہ ان کے دوست اور خلافت کے خیر خواہ ہیں۔"

فرخ چہر :- تو بس وہیں چل کے ہم اطمینان سے بیٹھیں۔ اس وقت بڑی خوبی سے اس کام میں کامیابی ہوگئی

ماہو یہ :- اس کے لئے مجھے اس کے گاؤں میں جانا پڑتا۔ مگر میری خوش نصیبی سے قضا اسے یہیں مراغہ میں کھینچ لائی۔"

فرخ چہر :- راستہ چلتے چلتے، ماہو یہ۔ تم تو کامیاب ہوگئے۔ مگر

افسوس میری ایک حسرت باقی رہ گئی۔"

ماہویہ "وہ کیا؟ اگر میرے کرنے کا کام ہو تو کہو۔"

فرخ چہر۔" جس طرح میں نے ہرمزیار کو مارا ہے اسی طرح چاہتا تھا کہ بے حیا و بے شرم ریحانہ کو بھی مار ڈالتا۔ مگر افسوس وہ بچ کے نکل گئی۔

ماہویہ "اس غریب کی جان لینے سے کیا فائدہ؟"

فرخ چہر "تمھیں یہ گوارہ ہے کہ بنی عباس کی ایک عالی نسب لڑکی طرخان کے ایسے بے دین کافر اور عجمی نژاد دہقانی کی محبوبہ بنے؟ اور بے شرمی سے اس کے سامنے چلی آئے۔

ماہویہ "مگر کیا کرتی؟ مجبور تھی۔"

فرخ چہر "ہرگز نہیں۔ یہ بھلا مجبوری کا آنا تھا کہ ہرمزیار کے ساتھ طرخان کو آبرو دینے کے لیے بابک کے محل سے بھاگ آئی؟ اور یہاں اس کے سامنے اس طرح بے شرمی سے آ کے کھڑی ہو گئی۔ جس طرح کوئی بازاری عورت کسی دیوس فتر مساق کے ساتھ آتی ہے؟"

ماہویہ "مگر تمھیں کیا خبر کہ کس خیال سے یہاں آئی۔ اور ہرمزیار کیا کہہ کے اسے لایا؟"

فرخ چہر "میں ایسی باتوں کو کچھ نہیں مانتا۔ اگر دھوکا دے کے لائی گئی تھی تو کم سے کم یہ تو ہوتا کہ طرخان کی صورت دیکھ کے بھاگ جاتی۔ نہیں یقیناً وہ جان بوجھ کے بدکاری کے لئے آئی تھی۔ افسوس غائب ہو گئی۔ اور کچھ نہیں خبر کہ کہاں ہے۔"

ماہویہ "خیر اب تو گھر آ گیا۔ اندر چل کے کپڑے بدلو یہاں میرے آقا آ جائیں گے۔ ہاتھ منہ دھو کے کچھ کھا ڈپو۔ اور اس کا بھی پتہ لگائیں

گے۔ طرخان کے مارے جانے کی خبر مشہور ہونے کے بعد کیا ہوا۔"

اب مکان کا دروازہ سامنے تھا جسے ماہویہ نے کھلوایا۔ اور دونوں نے اندر داخل ہو کے پھر دروازہ بند کر لیا۔ اس لئے کہ آج کوئی شخص مراغہ میں دروازہ کھول کے گھر میں نہ بیٹھ سکتا تھا۔ اب گھر میں اطمینان سے بیٹھ کے دونوں نے اپنی تلواریں دھوئیں، کپڑوں کو خوب دھو دھو کے خون کے دھبے چھڑائے۔ پھر دستر خوان بچھا کے کچھ کھایا پیا۔ اور جب حواس دُرست ہو لئے تو فرخ چہر نے کہا ۔۔ "یہاں کا والی بقول جہنم رسید طرخان بڑا بزدل ہے۔ اس طرح بھاگا کہ ادھر پھر کے بھی نہ دیکھا۔ اب خدا جانے شہر کا کیا حال ہوگا۔ پہلا حاکم غائب ہے۔ طرخان کو ہم نے مار ڈالا۔ شہر میں کوئی حکمران نہیں۔ پھر لوگوں میں خونریزی ہونے لگی ہوگی۔"

ماہویہ۔ "جی نہیں۔ بغا کبیر قصر میں بیٹھے حکومت کر رہے ہوں گے اور انہوں نے والی کو بھی ڈھونڈ کے بلوا لیا ہوگا؟" فرخ چہر نے حیرت سے پوچھا۔ "بغا یہاں کہاں؟"

ماہویہ۔ "بغا کو اسی کام کے لئے افشین نے یہاں بھیجا ہے۔ وہ میرے آقا ہی کے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ مجھے جب میرے مالک نے طرخان کے قتل کو روانہ کیا تو وہ بھی بھیس بدل کے قصر کے پاس پہنچ گئے کہ موقع پاتے ہی شہر اور دارالامارت پہ قبضہ کر لیں۔ طرخان کے مارے جانے کی خبر مشہور ہوتے ہی وہ اپنے سپاہیوں کو جمع کر کے جو اِدھر اُدھر پھیلا دیئے گئے تھے۔ قصر امارت پہ قابض ہو گئے ہوں گے۔"

فرخ چہر "خیر تو اب چلو شہر کی سیر کریں اور دیکھیں کیا ہوا۔"
ماہویہ "چلو!" اس گفتگو کے بعد دونوں گھر سے نکل کے قصر امارت کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے ہی میں معلوم ہو گیا کہ قصر امارت پر بنی کبیر کا قبضہ ہے۔ اور والی کی جستجو ہو رہی ہے جس کا پتہ نہیں یہ سنتے ہی ماہویہ گھر میں واپس جا کے طرخان کا سر لے آیا۔ اور اُسے لے کے قصر کے اندر داخل ہونے کا تھا کہ فرخ چہر نے کہا "تو اب تم جا کے بغا سے ملو۔ اور میں جب تک ریحانہ کا پتہ لگاؤں!" یوں فرخ چہر تو دوسری طرف گیا۔ اور ماہویہ نے طرخان کا سر جا کے بغا کے سامنے ڈال دیا۔ بغا سر کو پہچان کے بہت خوش ہوا۔ اور اس سے کہا "ماہویہ۔ تم نے بڑا کام کیا۔ تمہاری کوشش سے سُرخ رُو ہوا۔ مگر اس کا صلہ تمہیں کو ملنا چاہیئے۔ اس لئے میں تو یہاں کا انتظام کرتا ہوں۔ اور تم میرے خط کے ساتھ اس سر کو ہمارے سپہ سالار افشین کے پاس پہونچا دو۔ یہاں کے حاکم اب تمہارے آقا اسحٰق بن ابراہیم ہوں گے۔ اور میں انہیں سمجھا دوں گا کہ یہاں کا سب سے بڑا عہدہ تم کو دیں۔ مراغہ کا نالائق والی اب ایک گھڑی کے لئے بھی اپنی خدمت پر نہیں رہ سکتا!"

اس حکم کے مطابق ماہویہ گھر جا کے اپنے آقا سے رخصت ہوا، اور اُسی دن شام کو افشین کی لشکر گاہ کی طرف روانہ ہو گیا، اور مراغہ کی حکومت اسحٰق کے ہاتھ میں تھی۔

دسواں باب

پرائے بن کے اپنے آتے ہیں

شہر مراغہ کے جنوب میں دس بارہ میل جاکے وہ شاہراہ عام ملتی ہے جس میں سے ہو کے مشرقی فارس کے قافلے ممالک مغرب کو جاتے ہیں۔ بابکیوں کے زور نے ان دنوں یہ راستہ بند کر رکھا ہے اور تاجرانہ قافلوں کی آمد و رفت بالکل موقوف ہو گئی ہے۔ مگر اب بھی کبھی خچروں کے وہ چھوٹے چھوٹے قافلے نظر آجاتے ہیں جو دنیوی کاروبار کے لئے نہیں۔ بلکہ دینی تجارت کے شوق میں زندگی سے ہاتھ دھو کے اور گویا کفن باندھ کے روانہ ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ دیندار مسلمانوں کو کوئی مزاحمت سفر حج سے نہیں روک سکتی۔

اسی سڑک پر دو برقع پوش عورتیں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی پا پیادہ جا رہی ہیں کوہستانی ملک ہے جس میں گذرنا آسان نہیں۔ کبھی تنگ گھاٹیوں میں گھستی ہیں کبھی بلند پہاڑیوں پر چڑھتی ہیں۔ مگر چلی جاتی ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ قدم رکے صد ہا طرح کے خطرے ہیں۔ درندوں

کی آوازیں چاروں طرف سے سُنائی دیتی ہیں۔ سانپ اور اژدہے اکثر داہنے بائیں رینگتے نظر آجاتے ہیں چوروں اور ڈاکوؤں کا دھڑکا لگا ہوا ہے۔ بادیکسیوں کی بے رحمیاں قدم قدم پر یاد آتی ہیں جن کے خیال سے ان عورتوں کے بدن میں لرزہ پڑ جاتا ہے۔ مگر قدم نہیں رُکتا آخر چلتے چلتے ایک نے اپنی ساتھ والی سے کہا "آخر کوئی بستی ملے گی۔ یا یہ پہاڑ اور جنگل ہی رہیں گے"؟

دوسری "بیٹی! بستی ملے بھی تو ہمیں اس سے بچنا چاہیئے۔ انسان سے زیادہ ظالم و بے رحم کوئی نہیں شیر۔ بھیڑیا۔ ریچھ۔ چیتا کوئی اتنا خوفناک نہیں ہے۔ جتنا آدمی ہوتا ہے۔ یہی دعا ہے کہ خدا ہمیں انسان کے شر سے بچائے"

پہلی "مگر اماں تم مجھے لئے کہاں جاتی ہو"؟

دوسری "بیٹی ریحانہ، کیا بتاؤں کہ کہاں لئے چلتی ہوں؟ نہ خود راستہ جانتی ہوں۔ نہ کسی سے پوچھ سکتی ہوں۔ مراغہ میں اتنا سُنا تھا کہ ادھر دس بارہ میل پر وہ بڑی سڑک ہے۔ جس پر سے ہمیشہ قافلے گزرتے رہتے ہیں۔ اسی خیال سے یہاں چلی آئی۔ اس سڑک پر تو پہنچ گئی مگر کسی قافلے کا نام و نشان نہیں"

ریحانہ "مگر تم تو آدمیوں سے بھاگتی ہو"

عالیہ۔ (ناظرین خود ہی سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ ریحانہ کی ماں عالیہ ہے) "بیشک ڈرتی ہوں۔ مگر افسوس بے آدمی کے کام بھی تو نہیں چلتا میں اس فکر میں ہوں کہ سوداگروں یا حاجیوں کا کوئی قافلہ ملے تو اُس کے ساتھ ہو لوں۔ اُن میں شاید رحم دل لوگ ہوں اور ہماری بیکسی پر

ترس کھائیں۔"

ریحانہ:۔ لیکن امّاں جان اب تو مجھ میں چلنے کی طاقت نہیں ہے۔"

عالیہ۔ تم تو ابھی بچی ہو۔ کبھی ایسی مصیبت کاہے کو پڑی تھی۔ اے اس گھڑی تو میرے پاؤں بھی رہ گئے اور اب چلنا بیکار ہے اس لئے کہ اس سڑک پر ہم پہونچ گئے۔ کسی جگہ ٹھہر کے کسی قافلے کے آنے کا انتظار کرنا چاہیئے۔"

ریحانہ:۔ تو یہاں ٹھہروگی کہاں؟ مجھے تو یہ پہاڑ پھاڑے کھاتے ہیں۔ رات کو بھی یہیں رہنا ہوا تو کیا کروں گی"؟

عالیہ:۔ ریحانہ گھبراؤ نہیں۔ جو خدا سر پر مصیبت ڈالتا ہے۔ اُسے نباہنا بھی آتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اس سڑک کے کنارے انھیں پہاڑوں کے کسی کھوہ میں چل کے اور جگہ صاف کر کے ہم ٹھہر جائیں۔ اور یہ دیکھیں کہ اُس کے پاس کوئی غار بھی ہے۔ اگر کوئی ڈاکو یا آفت دکھائی دے گا تو غار کے اندر چلے چلیں گے۔"

ریحانہ۔ (سہم کے) "غار کے اندر! اور جو اُس میں کوئی شیر بیٹھا ہو۔"؟

عالیہ۔ (لاپروائی سے) "ہو۔ ظالم بھڑوں اور بابکیوں سے وہ زیادہ بُرا نہ ہوگا۔ جس وقت کوئی قافلہ آئے گا ہم اُس کے ساتھ ہولیں گے۔ (ایک طرف پہاڑوں میں دیکھ کے) دیکھو وہ جگہ اچھی اور امن کی معلوم ہوتی ہے۔ وہاں سے بیٹھ کے ہم سڑک کو ہر وقت دیکھتے رہیں گے۔ اور کوئی خوف کی چیز دکھائی دے گی تو وہیں چھپ رہیں گے۔"

ریحانہ نے کوئی عذر نہ کیا۔ اور دونوں نے وہاں جا کے دیکھا تو

بہت ہی محفوظ جگہ تھی۔ ایک تاریک غار اس کے قریب تھا۔ اور بڑی بڑی چٹانیں کچھ ایسی ترتیب سے پڑی ہوئی تھیں کہ ان میں دبک کے اور ایک آدھ پتھر کو ہٹا کے انسان درندوں کے حملے سے بچ سکتا تھا تھوڑے فاصلے پر ایک چشمہ تھا۔ جس کا صاف و شفاف پانی ہر وقت ایک آبشار کی طرح پہاڑ کے اوپر سے گرتا رہتا تھا۔ عالیہ نے درختوں کی ٹہنیوں سے جھاڑو دی۔ اور بیٹھنے کے لئے جگہ صاف کی۔ پھر اپنا برقع اتار کے بچھایا۔ دونوں بیٹھ گئیں۔ ریحانہ اس قدر تھکی ہوئی تھی کہ موقع پاتے ہی پاؤں پھیلا کے لیٹ گئی۔ مگر عالیہ نے کہا "ابھی لیٹو نہیں۔ کچھ کھا پی لو تب لیٹنا" یہ کہہ کر اس نے ستو، پنیر اور سوکھی روٹیاں اپنی کمر سے کھول کے سامنے رکھ دیں ریحانہ جو نہایت ہی بھوکی تھی اٹھ کے کھانے لگی۔ اور دو لقمے کھا کے بولی، "آج ایک کھانا مل گیا۔ کل کہاں سے لاؤ گی۔"؟

عالیہ "خدا دینے والا ہے۔ اس نے پیدا کیا ہے تو ہمیں بھوکا نہ رکھے گا۔"

صبر و شکر سے دونوں ماں بیٹیوں نے سیر ہو کے کھایا۔ اور چشمے سے جا کے پانی پی آئیں۔ اب اطمینان سے بیٹھ کے ریحانہ نے کہا "اماں جان آپ مجھے بچا تو لائیں۔ ورنہ میں کب کی مار ڈالی گئی ہوتی۔ مگر یہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ مراغہ میں کیسے پہونچ گئیں"؟

عالیہ "اگر انسان کو کسی بات کی سچے دل سے خواہش ہو تو خدا وہ کام کرا ہی دیتا ہے۔ تمہیں نہیں معلوم کہ میں اس وقت تک کہاں کہاں کی خاک چھان چکی ہوں۔ پہلے یہ تو پوچھا ہوتا کہ میں لونڈی سے آزاد کیسے ہو گئی"؟

ریحانہ "ہاں اماں یہ بھی بتاؤ۔"

عالیہ "میں آنا روئی کہ میرے مالک نے مجھے ایک شہر میں لے جا کے

اور ترکن لونڈی بنا کے بیچ ڈالا جس سوداگر نے مول لیا تھا وہ ہزاروں لونڈی غلاموں کے ساتھ بغداد لے گیا۔ اور امیر المومنین کے سامنے پیش کیا۔ میں نے اس وقت صف سے نکل کے امیر المومنین کو اپنی سرگذشت سنائی۔ انھوں نے جیسے ہی یہ سنا کہ تو نے گرفتار ہوتے وقت انکا نام لیا تھا۔ یک بیک بیتاب ہو کے کہا" لبیک" اور فقط تیری آزادی کے لئے افشین کو روانہ کیا کہ بابک کو گرفتار کریں۔ اور مجھے بابکیوں کے پنجے سے چھڑا کے ان کے پاس پہنچا گئیں۔ مجھے وہ اپنے وہاں روکتے رہے۔ مگر میں نہ مانی اور افشین فوج کشی کرکے بابکیوں کے سارے ملک کو تباہ کر سکتا ہے۔ مگر یہ کام میرے سوا کوئی نہ کر سکتا تھا۔"

ریحانہ۔ اماں تم نے بڑا کام کیا۔ بغداد ہو آئیں امیر المومنین سے مل آئیں اور مجھے بھی ڈھونڈ لیا۔"

عالیہ۔ "مگر آہ علی کا پتہ نہ لگا خدا جانے زندہ ہے یا مر گیا"

ریحانہ۔ (آبدیدہ ہو کے) خدا اسے دعا کرو۔ جیسے میں تو مل ہی جائینگے۔ مگر تم نے یہ نہ بتایا کہ تم مراغہ میں کیسے پہونچ گئیں؟"

عالیہ۔ "سنو طلبگار جب یہاں آئے ہی میں نے افشین سے رخصت ہو کے بھیس بدلا۔ اور پھر شہر بد میں گئی۔ افشین کی بیوی شاشیرین ادر اس کی لونڈی کیوان دخت سے مجھے معلوم ہوا کہ بابک کی خاص ساقیہ ماہ آفرید کا ایک بھائی خود زاد قلعہ شاہی میں محمد بن مغیث کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ اور اس کا سر بغداد میں امیر المومنین کے پاس بھیجا گیا۔ میں ماہ آفرید سے جا کے ملی اور اس پر ظاہر کیا کہ میں ابن المغیث کی لونڈی ہوں اور جس رات ابھی لوگوں کو قلعہ شاہی میں نہایت دغا بازی سے شراب پلائی جا رہی تھی۔ میں بھی شراب پلانے

دالدن بس تھی۔ اتفاق سے میں تمھارے بھائی خورزاد کے پاس بھر بھر کے بے جاتی تھی۔ اس نے مجھ سے محبت و الفت کی باتیں کیں اور مجھے اس سے انس ہو گیا۔ اس کے بعد جب لوگ باندھے جانے لگے تو اس نے میری طرف کمال بیکسی و یاس کے لہجہ میں کہا: "اگر تمھیں مجھ پر ذرا بھی ترس آیا ہو تو تم کرنا کہ مجھ پر جو کچھ گزرے اس کا حال خود جا کے میری بہن ماہ آفرید سے بیان کرنا اور کہنا کہ حضرت بابک کو آمادہ کر کے میرے خون کا بدلا ابن الی مغیث سے ضرور لیں۔ وہ تمھاری نیکی کا اور اگر زندہ رہا تو اس کے ساتھ بھی دعا کرے گا۔ ان باتوں کو میں نے ایسے لہجے اور ایسے درد میں لفظوں کو بیان کیا کہ ماہ آفرید کا دل بھر آیا اور رونے لگی۔ اور کہا انتقام تو مل جائے گا مگر آہ میرا بھائی خورزاد نہیں مل سکتے۔ اس نے مجھے اپنے وہاں ٹھہرایا۔ اور میں نے دو ہی تین دن میں اپنا دوست بنا لیا۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ تم بابک کے محل میں ہو۔ اور مصیبت میں مبتلا ہو۔ ماہ آفرید بھائی کے انتقام کے جوش میں ایک دن گئی کہ مقتول مسلمانوں کے کلیجے نکال کے چبائے مگر اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہونچ گیا۔ اور اس کے بعد وہ افشین کے ہاتھ میں قید ہو گئی اور افشین نے اس کے ساتھ ایسا اچھا سلوک کیا کہ مسلمانوں کی شکر گزار ہو کے بدبیں آئی اور مجھ سے اس کی تعریف کی۔ اب میں اس کے ساتھ بدبیں رہتی تھی۔ اور تیرے روز روز کے حالات دریافت کیا کرتی تھی اتنے میں معلوم ہوا کہ ہرمز یار طرخان کی طرف سے آیا۔ اور طرخان کو تیرا عاشق بتا کے تجھے بابک سے مانگا۔ بابک بظاہر دینے پر راضی تھا مگر میرے کہنے سے ماہ آفرید نے اختلاف کیا اور بابک کو اس قدر اُبھارا کہ اس نے کسی طرح منظور نہ کیا۔ اس کے تین دن بعد میں نے سنا، تو بابک کے

محل سے غائب ہے۔ اور ہرمزیار کا بھی پتہ نہیں۔ ماہ آفرید نے کہا کہ تجھے ہرمزیار فریب دے گے اور جھوٹی باتوں سے بہکا کے لے گیا۔ میں نے کہا اگر تم ہرمزیار کا پتہ بتاؤ تو میں جا کے اُس لڑکی کو واپس لے آؤں۔ اُس نے بتایا کہ وہ تمہیں شہر مراغہ میں طرخان کے پاس لے گیا ہوگا۔ یہ سنتے ہی میں ماہ آفرید سے رخصت ہو کے اور تمہارے جلد واپس لانے کا وعدہ کر کے مراغہ کو روانہ ہوئی ایک بہت اچھا خچر ماہ آفرید کی مدد سے مل گیا۔ جس نے مجھے مراغہ سے ایک منزل اودھر ہی ہرمزیار تک پہونچا دیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک خچر پر تم ہو اور دوسرے پر وہ ہے۔ اور اُس کے کئی ساتھی تمہیں اپنے حلقے میں لئے ہوئے ہیں۔ اُس سے الگ الگ اور اُس کے پیچھے پیچھے میں مراغہ میں پہونچی۔ اور اُس وقت سے پہلے جب کہ شہر لٹ رہا تھا میں بھی وہاں کے محل کی عورتوں میں مل گئی۔ یہاں تک کہ طرخان محل کے اندر آیا اور کئی بار اُس نے مجھ پر عشق ظاہر کیا۔ ایا میں اُس کے ساتھ باہر کے حصۂ قصر میں آئی۔ اور دیکھا کہ وہ اپنے لئے خواب گاہ درست کرا رہا ہے۔ اتنے میں تو بھی ہرمزیار کے ساتھ پہونچ گئی۔ اور وہ تجھے لے کے خواب گاہ کے اندر داخل ہوا۔ اب میں فکر میں تھی کہ کیونکر تجھے اُس ظالم کے پنجے سے چھڑاؤں۔ کہ طرخان کے ایک رفیق نے ہرمزیار کا سر اُڑا دیا۔ اور اُس سے طرخان سے تلوار چلنے لگی۔ اُس وقت ایک اور شخص جو تلوار کھینچے کمرے کے باہر کھڑا تھا چلاتا ہوا اندر گھسا اور طرخان سے لڑنے میں وہ شریک ہو گیا۔ اُس وقت میں گھسی اور تجھے ہاتھ پکڑ کے کھینچ لائی۔"

ریحانہ: ہے ہے وہ کیسی خوفناک گھڑی تھی، اور تم کو یہ معلوم ہی نہیں کہ جس شخص نے ہرمزیار کو قتل کیا۔ اُس نے دوسرا وار مجھ پر کیا تھا

کہیں وہ تلوار مجھ پر پڑ جائے تو میرا سر بھی بھٹے کی طرح اڑ جائے۔ مگر طرخان نے جھپٹ کے وہ تلوار اپنی تلوار پر لی۔ اور دونوں میں لڑائی ہونے لگی۔"
عالیہ:۔"مگر یہ کون شخص تھا جس نے ہرمزیار کو مارا اور تیری جان بھی لینا چاہتا تھا۔"
ریحانہ:۔"اور نہ یہ پتہ ہے کہ وہ تیسرا کون شخص تھا جو بعد کو کمرے میں شور کرتا ہوا گھس آیا۔"
عالیہ:۔"مگر بیٹی یہ تو بتاؤ کہ تم ہرمزیار کے ساتھ کیوں بھاگ آئیں؟"
ریحانہ:۔"ان لوگوں میں پردہ تو ہے نہیں۔ ہرمزیار جب چاہتا بابک کے محل کے اندر چلا آتا۔ اُس نے ایک دن مجھ سے کہا۔ اگر تم یہاں پڑی رہیں تو بابک تمھاری آبرو لے ڈالے گا۔ طرخان اب بابک کے خلاف ہو گئے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ امیر المومنین کے فرماں بردار ہو کے مراغہ کے حاکم ہو جائیں۔ جسے وہ خود ہی جا کے اپنے قبضے میں کر لیں گے لیکن امیر المومنین کے راضی کرنے کے لئے چاہتے ہیں کہ تمھیں بابک کے پنجے سے چھڑا کے عزت و حرمت کیساتھ بغداد میں بھیج دیں۔ اور اپنی وفاداری کا یہ ثبوت دے کے مراغہ کی سند ولایت حاصل کر لیں۔ بابک سے ہزار کہا وہ تمھیں دیتے نہیں اس لیے بہتر یہ ہو گا کہ تم خود رات کو محل سے نکل آؤ۔ پھر میں تمھیں حفاظت سے طرخان کے پاس پہونچا دوں گا۔ اور وہ دوسرے ہی روز تم کو بغداد روانہ کر دیں گے۔ یہ سن کے میں اُس کے ساتھ نکل آئی۔ اور مراغہ میں پہونچ کے خوشی خوشی طرخان کے پاس گئی۔ مگر افسوس وہ مار ہی ڈالے گئے۔ یہ بھی بدنصیبی تھی ورنہ اطمینان کے ساتھ اپنے گھر پہونچ جاتی۔"
عالیہ:۔(حیرت سے) "بیٹی اس میں مجھے فریب معلوم ہوتا ہے۔ مگر بہت

بڑا فریب جو ابھی تک ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ طرخان کا تو میرے سامنے والی مراغہ کی حرم سرا کے اندر یہ حال تھا کہ جس خوبصورت عورت کو دیکھتا یہی کہتا کہ میری ریحانہ اس سے زیادہ حسین ہے۔ اُس کی یہ نیت تو ہرگز نہیں ہو سکتی کہ تجھے بغداد بھیجتا۔ لیکن جن لوگوں نے اُسے مار ڈالا نہیں اس سے کیا دشمنی تھی۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ہم اگر وہاں تھوڑی دیر ٹھہرتے تو شاید کچھ معلوم ہو جاتا۔"

ریحانہ۔ "ہائے غضب! وہ بھلا ٹھہرنے کا وقت تھا؟ اور تم نے یہ بڑی عقلمندی کی کہ باہر نکلتے ہی اس کمرہ کا دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی چڑھا دی۔"

عالیہ۔ "اس میں بڑی مصلحت ہوئی۔ تم کہتی ہو جس نے طرخان کو مارا تمہاری بھی جان لینا چاہتا تھا۔ میں دروازہ کھلا چھوڑ آتی تو اُسے قتل کر کے ہمارا پیچھا کرتا۔ اور ہم اُس کے ہاتھ سے نہ بچ سکتے۔"

ریحانہ۔ "اب یہ ہوا ہو گا کہ وہ دونوں اُس کمرے میں بند پڑے رہے ہوں گے۔ یہاں تک کہ طرخان کے دوستوں نے آ کے اُن کو پکڑ لیا ہو گا۔"

عالیہ۔ "پکڑنا دھکڑنا کیسا۔ اُسی وقت اُن کے سر اڑا دیئے ہوں گے۔"

انھیں باتوں میں شام ہو گئی۔ ان باتوں میں وہ اس درجہ منہمک اور مصروف تھیں کہ موجودہ مصیبت اُن کے خیال ہی میں نہ تھی۔ اب دونوں نے جا کے چشمے میں وضو کیا۔ اور نماز مغرب پڑھ کے سو رہیں۔"

گیارھواں باب (۱۱)

انجام

دوسرے دن صبح کو دونوں ماں بیٹیوں نے وضو کر کے فریضۂ فجر ادا کیا۔ اور رات کی بچی کھچی غذا کھا کے خاموش بیٹھ گئیں۔ دیر تک وہ اس سڑک کو دیکھتی رہیں جو اُن کے قریب ہو کے گزری تھی اور دونوں جانب دور تک پھیلی نظر آتی تھی۔ اتنے میں ایک گڈریا بھیڑوں کے گلے کو ہنکاتا ہوا آیا اور قریب کی وادی میں انھیں چرانے لگا۔ اُسے دیکھ کے عالیہ بولی "معلوم ہوتا ہے کہیں قریب ہی آبادی ہے۔ جہاں سے صبح صبح یہ اپنا گلہ لے کے آپہونچا۔ ریحانہ تم بیٹھو میں جاتی ہوں۔ لوٹے میں تھوڑا سا دودھ لے آؤں تم کہتی تھیں کہ کل کیا کھائیں گے۔ دیکھو خدا نے کھانا بھیج دیا۔"

ریحانہ "جاؤ، مگر جلدی آنا۔ مجھے اکیلے یہاں ڈر لگتا ہے" "ابھی آئی" کہہ کر عالیہ نے لوٹا اُٹھا لیا۔ اور اس گڈریے کے پاس جا کے دودھ مانگا۔ گڈریے نے جو ایک کمسن لڑکا تھا۔ عالیہ کو سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا۔ اور کہا۔ "بیوی تم یہاں کہاں؟ یہاں تو کہیں نام کو بھی آبادی نہیں ہے۔ اور تم

مجھے یہاں کی رہنے والی بھی نہیں معلوم ہوتیں۔"

عالیہ "بھیا میری مصیبت سن کے کیا کرے گا؟ پرسوں حاجیوں کا ایک قافلہ گیا ہے میں اس کے ساتھ تھی۔ اتفاق سے حوائج ضروری کو گئی ہوئی تھی اور لوگوں نے کوچ کر دیا۔ اب یہاں اس انتظار میں بیٹھی ہوں کہ کوئی اور قافلہ آئے تو اس کے ساتھ ہو لوں۔"

گڈریا "تو تم اکیلی یہاں تین دن سے پڑی ہو۔"

عالیہ "اکیلی نہیں میرے ساتھ ایک اور بی بی بھی ہیں۔"

گڈریا "یہاں سے تو اچھا ہے کہ تم ہماری بستی میں چل کے ٹھہرو۔ وہ (ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے) اس پہاڑ کے اس پار ہے۔"

عالیہ "یہاں سڑک کے کنارے ہوں۔ کوئی قافلہ گزرے گا تو دیکھ لوں گی۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ کون جگہ ہے اور یہاں سے کہاں کہاں کو راستہ گیا ہے۔"

گڈریا "یہاں سے ایک رستہ مراغہ کو ہوتا ہوا کوہ قاف کو نکل گیا ہے ایک جنوب کی طرف کرمان شاہ کو گیا ہے۔ مشرق کی طرف خراسان کو راستہ گیا ہے۔ اور اسی کے راستے میں بابک خرمی کے اکثر قلعے پڑتے ہیں۔"

عالیہ "تو کیا بابک کا ملک یہاں سے قریب ہے؟"

گڈریا "یہ مشرق کی طرف کے پہاڑ سب انھیں کی قلمرو میں ہیں۔ اور یہاں بھی انھیں کی حکومت ہے۔ مراغہ سے جو لوگ بذ کو جانا چاہتے ہیں وہ بھی ادھر ہی سے ہو کے جاتے ہیں۔" گڈریا یہ باتیں کر رہا تھا کہ مصیبت زدہ اور خائف عالیہ کو مشرق کی طرف ایک بلند گھاٹی میں چند سوار اترتے دکھائی دیئے۔ دل میں ڈر گئی مگر اپنی گھبراہٹ کو چھپا کے گڈریے سے

کہا: "مجھے جلدی دودھ دو۔ اس لئے کہ میں زیادہ نہیں ٹھہر سکتی" یہ کہہ کر اس نے چند تانبے کے سکے قیمت کے طور پر اسے دیئے مگر فیاض گڈریے نے لینے سے انکار کر دیا اور کئی بکریوں سے لوٹا بھر دودھ دودھ کے اس کے حوالے کیا۔ عالیہ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنی قیام گاہ میں پہونچی اور لوٹے کو ریحانہ کے پاس رکھ کے کہا: "لو یہ پی لو۔ اس سے اچھا کھانا سفر میں نہیں نصیب ہو سکتا" ریحانہ نے دودھ پیا۔ اور ماں بیٹیاں بڑی بڑی چٹانوں کی آڑ میں اور گذرگاہ کے منظر سے دور بیٹھ کے باتیں کرنے لگیں۔

باتیں کرتے ہوئے پورا گھنٹہ نہ ہوا تھا کہ کچھ آہٹ معلوم ہوئی گھبرا کے دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اور ساتھ ہی کیا دیکھتی ہیں کہ چار وحشی نژاد کوہستانی آدمی کھڑے ہیں۔ دو کے ہاتھوں میں لمبے لمبے برچھے ہیں اور دو کی کمروں میں تلواریں ہیں۔ ان کے کھڑے ہوتے ہی ان لوگوں نے جو ان کے پاس کے بالکل قریب آپہونچے تھے۔ ان کو دیکھ لیا۔ اور شور کرتے ہوئے ان کی طرف لپکے۔ اب ان عورتوں سے نہ بھاگتے بنتا تھا اور نہ غار میں جا کے چھپ سکتی تھیں۔ ریحانہ بالکل سہم گئی۔ مگر عالیہ جسے زمانہ بہت سے سبق دے چکا تھا۔ چلائی کہ "میں نے اپنے کپڑوں میں ایک چھری اپنے پاس رکھ لی تھی اور تیری کمر میں بندھوا دی تھی۔ مرنا ایک دن ہی ہے لیکن اگر مرنے کی گھڑی سر پر آگئی تو ہمیں پاکدامن شریف زادیوں اور آبرو پر جان قربان کرنیوالی بیبیوں کی طرح مرنا چاہیئے۔ اگر ان ظالموں پر زور نہ چلا تو خود اپنے اوپر تو زور چلے اپنے ہاتھ سے اپنی جان لینا حرام ہے مگر ہم ایسی حالت میں ہیں کہ شاید ہمارے لئے خدا اپنے فضل و کرم سے اسے جائز کر دے۔

اتنے میں لوگ بالکل قریب آ گئے اور برچھے والوں نے اپنے برچھے ان کی طرف بڑھا کے کہا۔ "عورتو! ان برچھوں کے آگے تمہاری نازک چھریاں بیکار ہیں۔ مناسب یہی ہے کہ چھریاں پھینک دو۔ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔

عالیہ۔ "ظالم لٹیرو۔ اور بے رحم ڈاکوؤ۔ ہمارے جسم اس لئے نہیں بنے ہیں کہ ان کو تمہارے ناپاک ہاتھ لگیں۔ اور ان لمبے برچھوں پر تم دھمکاؤ ہماری چھریاں بڑا کام دے سکتی ہیں ع

تم پہ قابو نہیں دل پر تو ہے قابو اپنا!"

یکایک ایک شخص نے جو صرف تلوار باندھے تھا۔ اپنے رفیق کا برچھا ہاتھ سے پکڑ کے دوسری طرف ہٹا دیا۔ اور چلایا "فرخ نژاد جلدی نہ کرنا۔ گوہر مراد ہاتھ آ گیا۔ تم نے پہچانا بھی وہ نازنین جو پیچھے کھڑی ہے ریحانہ ہے۔ جس کی تلاش میں ہم مراغہ تک کی خاک چھان آئے۔ اور پہاڑوں میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔"

فرخ نژاد "وہی ہے! تو ہم بڑے خوش نصیب ہیں۔ آج اپنے حضرت یزداں مظہر بابک کے سامنے سرخ رو ہوئے اور حق عقیدت و اطاعت ادا کر دیا۔ مگر یہ خود خشاں یہاں کیونکر پہنچ گئی؟"

بوذرخشاں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مراغہ سے بھاگ کے یہاں چلی آئی میں سمجھا تھا کہ آج مجھے قلعۂ شاہی کی تباہی کے بعد ان مسلمان عورتوں کو قتل کر کے ایک ذرا آنسو پونچھنے کا موقع مل جائے گا۔ مگر میرے آنسوؤں کے پونچھنے سے یہ بہتر ہوا کہ حضرت بابک کی آرزو میرے ہاتھ سے پوری ہوئی۔"

تیسرا شخص :- اور یوذرخشاں میں نے اس دوسری عورت کو بھی کبھی اپنے قلعے میں دیکھا ہے۔ اخاہ! اب پہچانا۔ یہ تو وہی لونڈی ہے جو ریحانہ کے ساتھ پکڑ کے آئی تھی۔ اور حضرت بابک نے مجھے عطا کی تھی۔ جب تک میرے یہاں رہی۔ رات دن روتی ہی رہی۔ یہاں تک کہ میں نے عاجز آکے بیچ ڈالا۔ مگر آج دیکھتا کس غیظ و غضب سے چھری تانے کھڑی ہے ؟

فرخ زاد :- (یوذرخشاں سے) تو ہمارے مہربان دوست کیوان بھی بُرے نہیں رہے۔ سب سے زیادہ نفع میں یہی رہے دام بھی کھرے کر لیے اور لونڈی بھی اپنے ہی گھر رہی۔"

یوذرخشاں :- مگر اس وقت دونوں عورتوں کے تیور بُرے ہیں۔ (عورتوں سے) " مگر تم ڈرتی کیوں ہو؟ ہم تمھارے دشمن نہیں دوست ہیں۔ جب تک پہچانا نہ تھا ممکن تھا کہ تمھارے ساتھ کوئی سختی کرتے۔ اور اب تم جانتے ہو کہ ہم تمھیں عزت و آبرو و شان و شوکت سے غلاموں کی طرح خدمت کرتے ہوئے اپنے ساتھ لے چلیں گے۔ تمھاری ساتھ والی ہمارے حضرت یزدان مظہر کی معشوقہ اور ہماری سرتاج ہے۔ رہیں تم تو تم بھی کوئی غیر نہیں ہمارے ساتھی کیوان دوست کے گھر میں رہ چکی ہو۔"

عالیہ :- ہم تم اور تمھارے دوست دونوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تم کافر ہو، ڈاکو ہو اور وحشی ہو جاہل ہو۔ لٹیرے ہو۔ عرب کی شریف عورتوں کے لیے تمھاری اطاعت و صحبت سے مرجانا اچھا ہے اگر تمھارے دل میں کچھ بھی نیکی ہے تو ہمیں ہمارے حال میں چھوڑ کے چلے جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو کہ ہماری لاشوں کو لے جاؤ گے۔ ہمیں اس کا فروملحد کے پاس زندہ نہیں لے جا سکتے۔"

فرخ زاد :۔ (طیش میں آ کے) اگر پھر کوئی ایسا کلمہ ہمارے مقتدائے یزداں مظہر کی شان میں زبان سے نکلا تو ہم سر اڑا دیں گے۔ ہمارے نیزے ایک اشارے میں تمہاری زندگی ختم کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ مگر یہ ہماری مہربانی ہے جو تم سے نرمی سے پیش آ رہے ہیں۔"

عالیہ :۔ "اس نرمی سے یہ اچھا ہے کہ ہمیں مار ڈالو اور خود اپنے ہاتھ سے ہمیں حرام موت نہ مرنا پڑے۔ مگر تم سے اس کی امید نہیں۔"

بوذر خشان :۔ میں پھر سمجھاتا ہوں کہ ہمارا کہنا مانو۔ اپنی ضد چھوڑ دو اور یہ چھریاں پھینک کے ہمارے ساتھ چلو۔"

اب چوتھے شخص مہر دوست نے کہا :۔ "اور مجھے ایسا یاد پڑتا ہے کہ انھیں دنوں میں نے (عالیہ کی طرف اشارہ کر کے) اس عورت کو خورزاد مرحوم کی بہن ماہ آفرید کے پاس دیکھا ہے۔ میرے بھائی بہروز اور خورزاد میں بڑی محبت تھی۔ چنانچہ قلعۂ شاہی جم میں دونوں ایک ساتھ مارے گئے۔ اسی تعلق کی وجہ سے ماہ آفرید مجھ سے بہت اچھی طرح ملتی ہیں۔ گو کہ وہ کسی مرد کی پابند نہیں۔ مگر میرے حال پر عنایت کرتی ہیں۔ اور چند مہینوں سے مجھے نہ کسی عورت سے سروکار ہے اور نہ انھیں کسی مرد سے۔ اسی وجہ سے میں روزان کے پاس جاتا ہوں وہاں دو تین بار میں اس عورت کو ان کے ساتھ دیکھا۔ (عالیہ سے) "سچ سچ بتاؤ تم ہمارے قلعۂ بذ میں نہ تھیں؟"

عالیہ :۔ "میں تھی یا نہ تھی تمہیں کیا؟"

مہر دوست :۔ "ہمیں یہ کہ جب وہاں تھیں تو ہمارے ساتھ کیوں نہیں چلتیں؟"

عالیہ :۔ "نہیں میں نہ جاؤں گی"۔

کیوان دوست :۔ "اچھا میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم جہاں چاہو چلی جاؤ۔ مگر اپنے ساتھ والی نازنین کو ہمارے حوالے کردو۔ جس کے لئے ہمارے حضرت یزداں پریشان ہیں۔ تم کو معلوم نہیں کہ اس کی تلاش میں ہم نے کیسی کیسی مصیبتیں جھیلی ہیں۔ جب اسے ہرمزیار اپنے سردار طرخان کی سازش سے نکال لے گیا تو ہمارے حضرت بابک کو بڑا صدمہ ہوا۔ وہ اس پر بہت زیادہ فریفتہ تھے۔ اور جانتے تھے کہ ان کے محل میں رہتے رہتے چند روز میں راضی ہو جائے گی لیکن جب یہ یک بیک قلعہ سے غائب ہو گئی۔ تو ان کو اپنے علم غیب سے معلوم ہو گیا کہ ہرمزیار لے گیا ہے۔ اور طرخان کے پاس مراغہ میں لے گیا ہے۔ جو ان کے فضل و کرم اور تصرف باطنی سے مراغہ کا حاکم ہو گیا ہے۔ انھوں نے ناراض ہو کے ہرمزیار اور طرخان کو بد دعا دی اور ہم چاروں کو بھیجا کہ مراغہ میں جا کے اسے ڈھونڈھ لائیں۔ اس حکم کے مطابق ہم مراغہ میں گئے اور یہ دیکھ کے عبرت حاصل کی کہ جس دن حضرت بابک نے بد دعا کی تھی عین اسی دن طرخان اور ہرمزیار دونوں مار ڈالے گئے۔ طرخان فتحیاب ہو کے مراغہ کا بادشاہ بن گے اور ہر طرح کا عروج حاصل کر کے یکایک مار ڈالا گیا۔ اور ہرمزیار کو بھی اپنی بداعمالی کی پوری سزا ملی۔ اب ہمیں تلاش ہوئی کہ یہ حسینہ کہاں ہے۔ مگر کہیں پتہ نہ لگا۔ وہاں اب بغا کبیر کی حکومت ہے۔ اور ہم علانیہ نہیں رہ سکتے تھے۔ مگر ہم نے جستجو میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ آخر مجبور ہو کے ناکام واپس آئے اور مایوس و نامراد بذ کو جا رہے تھے کہ ہماری خوش نصیبی سے یہاں یہ دولت و نعمت ہاتھ لگ گئی۔ اس سے تم سمجھ سکتی ہو کہ ہم تمھاری عزت کریں گے"۔

عالیہ۔ "جسے تم عزت کہتے ہو اُس سے زیادہ کوئی ذلت ہمارے لئے نہیں ہو سکتی صلاح یہی ہے کہ ہمیں چھوڑ کے واپس جاؤ۔ اور بابک سے کہہ دو کہ اس عورت کا کہیں سراغ نہ لگا۔"

کیوان دوست۔ "بھلا اُن سے کوئی بات پوشیدہ رہ سکتی ہے؟ انھیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ ہم اس وقت یہاں کھڑے تم سے باتیں کر رہے ہیں۔"

عالیہ۔ "لیکن تم ہمیں زندہ نہیں لے جا سکتے۔"

بوذر خشان۔ (نیزہ بڑھا کے) "خیر تو ہم تم کو مار ڈالیں گے۔ اور اس نازنین کو زندہ پکڑے جائیں گے۔"

عالیہ۔ (ریحانہ سے) "بیٹی چھری کو خوب مضبوط پکڑے رہنا۔ اور انھیں دکھا دے کہ تیرے ہاتھ میں بھی یہ جان لیتے یا دینے والا حربہ موجود ہے۔"

فرخ زاد۔ "اچھا بوذر خشان ایک کام کرو۔ ہم چار دن انھیں یہیں گھیرے رکھیں۔ اور کسی طرف قدم بڑھانے نہ دیں۔ جب دانا پانی نہ ملے گا تو بہت جلد سیدھی ہو جائیں گی۔"

بوذر خشان۔ "اچھا یہی سہی۔ لو بیوی سُنو۔ خبردار یہیں رہنا۔ اب نہ کہیں حوائج ضروری کے لئے جانے پاؤگی۔ نہ اُس چشمے سے پانی پی سکوگی۔ اب دیکھیں تم کیا کرتی ہو؟"

عالیہ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ اور دل میں سوچنے لگی کہ ایسی قید میں تو ایک پہر کاٹنا بھی دشوار ہے۔ دن کس کے کاٹے کٹے گا۔ اور پھر خدا جانے رات کو کیا افتاد پڑے؟ تاہم خیال کیا کہ رات تک ہمیں فیصلہ تقدیر کا انتظار کرنا چاہیئے۔ شاید خدا کوئی نجات کی صورت پیدا کرے

وہ چار شخص ان کے چاروں طرف پھیل گئے۔ اور اس طرح گھیر لیا کہ وہ کسی طرف نہ جا سکیں۔ مگر انھیں حیرت تھی کہ آخر وقت تک دونوں عورتیں اسی طرح چھری لئے کھڑی رہیں۔ اور ہر وقت تیار تھیں کہ کوئی بھی قریب آنے آنے کا قصد کرے تو خنجر اپنے سینوں میں بھونک لیں، اب دو گھڑی دن باقی تھا کہ ریحانہ نے ماں سے کہا" اب مجھ میں کھڑے رہنے کی تاب نہیں میں تو بیٹھتی ہوں" یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئی اور سر زانو پر رکھ لیا۔ عالیہ جا کے اس کے سر پہ ہاتھ پھیر پھیر کے اسے تسلی دینے لگی۔"

یکایک فرخ زاد جو عالیہ کی پشت کی طرف تھا جو تاتار کے بہت ہی دبے پاؤں چپکے چپکے اس کے قریب گیا۔ اور یکایک جھپٹ کے اس کا وہ ہاتھ پکڑ لیا جس میں چھری تھی۔ ایک پہاڑی میں گونجنے والی چیخ عالیہ کے منہ سے نکلی ساتھ ہی ریحانہ نے بھی چیخ ماری اور بجائے اس کے کہ خنجر سے کام لے غش کھا کے گر پڑی۔ ساتھ ہی چاروں باقی رفیقوں نے جھپٹ کے دونوں کی چھریاں اپنے قبضے میں کر لیں۔ یوزختاں نے ہنس کے عالیہ سے کہا" اب تمہارے ہاتھ سے خطرناک کھلونے لے لئے گئے پس اب ہم تمھیں نہ چھیڑیں گے۔ چپکی چلی چلو۔"

عالیہ۔" میں تو نہیں چلتی"

فرخ زاد۔" تو ہم تمھیں گود میں اٹھا کے لے چلیں گے"

عالیہ۔" (چلا کے) "کمبختو" ریحانہ کی تو خبر لو۔ آہ خدا کرتا اسی وقت میں مر جاتی اور پھر اس بیوفا دنیا کو آنکھوں سے نہ دیکھتی" یہ سنتے ہی کیوان دو عالیہ کے لوٹے کو لیجا کے نہر سے پانی لایا اور ریحانہ کے منہ پر چھڑک چھڑک کے اسے ہوشیار کیا اس نے آنکھیں کھولیں اور حیرت سے ایک ایک

کا منہ تک رہی تھی کہ بوذر خشاں نے کہا: "اب دیر لگانے کی ضرورت نہیں ان عورتوں کو لے چلو۔ اور اپنے پاؤں سے نہ چلیں تو گود میں اٹھاؤ۔ حضرت بابک کی خوشی پوری کرنے میں ہمیں جلدی کرنی چاہیئے۔"

وہ یہ کہہ رہا تھا کہ عالیہ نے حیرت انگیز پھرتی سے فرخ زاد کی تلوار کے قبضے پر ہاتھ ڈال دیا۔ اور زور سے جھٹکا دے کے تلوار کھینچ لی۔ تلوار ہاتھ میں آتی ہی اس کا حوصلہ بڑھ گیا۔ جھپٹ کے ایک ہاتھ بوذر خشاں کے شانے پر مارا۔ ساتھ ہی چاروں باجی مارے خوف کے پیچھے ہٹ گئے اور فرخ زاد نے گھبرا کے کہا: "یہ عورت تو بلا کی معلوم ہوتی ہے تو بیوی کیا تم یہی چاہتی ہو کہ ہم نیزے سے تمھارا کام تمام کر دیں؟"

عالیہ: "ہاں میں یہی چاہتی ہوں۔ مگر مجھ سے پہلے اس بے زبان لڑکی کو مار دو۔" یہ کہہ کر اس نے فرخ زاد پر بھی ایک وار کیا اور جھپٹ کے ریحانہ کے پیچھے ہو گئی۔"

اب مجبور ہو کے چاروں رفیقوں نے جن میں سے دو خفیف سے زخمی تھے۔ ایک ساتھ عالیہ پر حملہ کیا۔ اس کے کمزور ہاتھ کے دو چرکے اور کھائے اور اسے نیزوں سے ڈھکیل کے زمین پر گرا لیا۔ اور قبل اس کے کہ وہ سنبھلنے پائے۔ اسے پکڑ لیا۔ اور اپنی پگڑیاں اتار اتار کے اسے خوب، خوب کس کے باندھنے لگے۔ اس وقت عالیہ اور ریحانہ دونوں کی یہ حالت تھی کہ چیخیں پہ چیخیں مارتی تھیں اور ان کی چیخیں گرد کے پہاڑوں میں ٹکرا ٹکرا کے ساری فضا میں گونج رہی تھیں۔

عالیہ کو یہ سب لوگ باندھ ہی رہے تھے کہ ناگہاں آواز آئی!

"عورتوں پر ظلم! ذلیل اور بے حیا ڈاکوؤ۔ اگر تم میں اتنی غیرت نہیں کہ

اُس سامنے والی ندی میں جا کے ڈوب مرو۔ تو آؤ ہم تمھیں تمہارے خون کے دریا میں ڈبو دیں۔" اور ساتھ ہی پانچ مسلح سپاہی ان لوگوں پہ جھپٹ پڑے۔ پوذرخشاں عالیہ کو باندھ کے سیدھا ہوا تھا کہ ایک تلوار کام کر گئی۔ اس کا سر اڑ کے دُور جا رہا۔ اور گلے سے خون کا فوارہ اچھل کے عالیہ کے کپڑوں پہ پڑا۔ ساتھ ہی دوسرے شخص کا جینوئے کا ہاتھ فرخ زاد پہ ایسا بھرپور ہاتھ کہ پھیپھڑے اور دل دونوں ایک ساتھ کاٹ گیا۔ اور وہ ہیبت زدہ ریحانہ کے آگے گر کے تڑپنے لگے۔ مہر دوست اور کیوان دوست ایک ساتھ ان نئے حملہ آوروں کے مقابل ہوئے۔ مگر جس بہادر نے پوذرخشاں کا سر اڑا دیا تھا۔ کیوانؔ دوست کا داہنا ہاتھ کاٹ کے گرا دیا۔ اور اس کے ایک رفیق نے مہر دوست کے سر پہ ایسا گرز مارا کہ وہ غش کھا کے گر پڑا۔ اب کیوان دوست باندھ لیا گیا اتنے میں ان میں سے ایک سوار نے بڑھ کے عالیہ کو کھولا۔ اور کہا "بیوی تم کون ہو؟ اور کیونکر ان پہاڑوں میں آ کے ان کا فرِ بیدین ڈاکوؤں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئیں؟"

مگر قبل اس کے کہ عالیہ کچھ جواب دے وہ بہادر سپہ گر جس نے پوذرخشاں کا سر اور کیوان دوست کا ہاتھ کاٹا تھا۔ بے اختیار چونک پڑا زور سے چلایا "وہ مل گئی! اور خوب مل گئی!" یہ کہتے ہی تلوار کھینچ کے جھپٹا کہ ایک ہی ہاتھ میں ریحانہ کا کام تمام کر دے۔ مگر عالیہ نے جس کے ہاتھ کھل چکے تھے۔ لپک کے وہ تلوار اپنے ہاتھ سے پکڑ لی۔ اگرچہ اس کی ہتھیلی آدھی کے قریب کٹ گئی مگر غیر معمولی شجاعت ظاہر کر کے اس نے ریحانہ کو بچا لیا اور چلائی "آہ ظالم! اسی لئے ان ڈاکوؤں کے پنجے سے ہمیں چھڑایا تھا؟ ہماری جان ہی لینا تھی تو انھیں کو مار ڈالنے دیا ہوتا۔ آہ!

تو از چنگال گرگم در ربودی — ولیکن عاقبت خود گرگ بودی

بیگناہوں ہی کے قتل کا شوق ہے تو پہلے مجھے مار پھر اس بھولی پاکدامن کی طرف توجہ کرنا جو یہ بھی نہیں جانتی کہ گناہ کیا چیز ہے ۔"

یہ سن کے اس بہادر شمشیر زن کے ایک رفیق نے کہا "ہاں فرخ چہر یہ کہتی ٹھیک ہے ۔ تمھیں ایسی بھولی معصومہ پر ہاتھ نہ اٹھانا چاہیے تھا ۔"

فرخ چہر " مگر یہ غلط کہتی ہے ۔ یہ مکار و بے شرم لڑکی بدکار ہے ۔"

عالیہ ۔" بدکار ! میری ریحانہ اور بدکار ! جھوٹ ، افترا ۔ بہتان ، آہ حاکم شرع نہیں کہ اس پر پاک دامن عورت کو تہمت لگانے کی حد جاری کرے ۔ اچھا ثابت کرے ، کہ اس نے کیا بدکاری کی ؟"

فرخ چہر " یہ بابک کے قلعے سے ہرمزیار کے ساتھ بھاگی ۔ ذوق و شوق سے طرخان کے پاس گئی ۔ اور اس طرح اس بدمعاش کے سامنے ہشاش و بشاش جا کے کھڑی ہوئی ، جس طرح کوئی فاحشہ عورت کسی شہوت پرست زانی کے سامنے خوش خوش جاتی ہے ۔"

عالیہ ۔" بس یہی اس کا جرم ہے ؟ اور اسی جرم پر تو اس کی جان لینا چاہتا ہے ۔"

فرخ چہر ۔" ہاں اسی جرم پر ۔ یہ تھوڑا جرم ہے ؟"

عالیہ ۔" تو جاہل ہے ۔ تجھے خبر نہیں کہ ہرمزیار اسے کیونکر لے گیا ؟ یہ غریب بابک کی قید میں تھی اور شب و روز مجبور کی جاتی تھی کہ اس کی محبوبہ بننا قبول کرے ۔ مگر اسے جان دینا منظور تھی اور یہ گوارہ نہ تھا ۔ اس پریشانی میں ہرمزیار نے اس سے کہا کہ تم میرے ساتھ بھاگ چلو تو میں طرخان کے پاس لے چلوں گا ۔ طرخان نے ارادہ کر لیا ہے کہ مراغہ پر قبضہ

کرنے کے بعد امیر المومنین المعتصم باللہ کا طرفدار اور ان کا وفادار خادم بن جائے۔ مگر وفاداری کا ثبوت دینے کی کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی۔ میں نے اسے یہ بات سوجھائی کہ تم کو بابک کے پنجے سے چھڑا کر عزت و حرمت کے ساتھ بغداد میں بھیج دے گا تو امیر المومنین کو اس کی وفاداری کا پورا یقین ہو جائے گا۔ میری یہ تجویز اسے پسند آئی اور مجھے بھیجا ہے کہ تمہیں جس طرح بنے لے آؤں اور جیسے ہی تم آؤ اس کے پاس پہونچ جاؤ وہ تمھیں بڑی شان و شوکت سے دربار خلافت میں بھیج دے۔ اور مراغہ کی امارت کا فرمان حاصل کرے۔ اس دھوکے میں ریحانہ خوش خوش طرخان کے پاس گئی اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہاں بے آبرو ہونے کے لئے جاتی ہے بلکہ یہ یقین تھا۔ کہ مجھے قید اور ذلت سے نجات ملی۔ اور طرخان مجھے عزت کے ساتھ بغداد میں بھیجے گا۔"

ریحانہ:- (نہایت جوش سے) "سچ سچ مجھ سے ہرمزیار نے یہی کیا تھا؟" کیا خبر کہ طرخان نے مجھے کسی برے ارادے سے بلایا تھا؟ اُفوہ! اس کی مجھے اب خبر ہوئی ہے۔ اچھا ہوا کمبخت وہ اور ہرمزیار دونوں مار ڈالے گئے مگر اماں تمھیں ان باتوں کی کیسے خبر ہو گئی؟"

فرح چہر:- اماں! "یہ تمھاری والدہ ہیں؟" یہ کہتے ہی اس نے قریب جا کے عالیہ کی صورت دیکھی۔ اور زور سے چلایا "بے شک وہی ہیں! آہ!! مصیبت اور رنج والم نے کس قدر صورت بدل دی کہ میں بالکل نہیں پہچان سکا" (تلوار پھینک کے اور سر پیٹ کے) "آہ! اس بیٹے پر نفرین ہے جس نے ماں کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ (عالیہ کے قدموں پر گر کے) آہ! اماں جان آپ کا نالائق اور روسیاہ فرزند علی بن فضیل آپ کے قدموں پر پڑا ہے

اس گستاخی کی سزا میں اس کا یہ گستاخ و ناپاک ہاتھ کاٹ کے پھینک دیجیے۔"

فرخ چہر کی زبان سے جیسے ہی علی کا لفظ نکلا۔ دونوں عورتیں بے اختیار اپنی جگہ سے اچھل پڑیں۔ ساتھ ہی ریحانہ کی زبان سے نکلا "میرے بھائی! اور عالیہ نے بیتابی کے ساتھ "میرا بیٹا علی! اب بھلا عالیہ میں کہاں تاب تھی۔ بیٹے کو قدموں سے اٹھا کے چھاتی سے لگایا۔ پیشانی چومی آنسو بہائے۔ اور اس کے چہرے کو غور سے دیکھ کے بولی "آہ یہ پھول سے رخسارے کملا کے کالے پڑ گئے۔ سبزہ آغاز تھا اب داڑھی نکل آئی! آہ چند ہی سال میں یہ پیارا چہرا کیا ہو گیا؟ اب ریحانہ بھی دوڑ کے بھائی سے لپٹ گئی اور مصیبت ناک زمانہ فراق کو یاد کر کے زار و قطار رونے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد کہا "بیٹا۔ اب تم بھی اپنا حال بیان کرو کہ اتنے دنوں کہاں رہے اور کیا کیا۔ اور اس آفت سے کیسے بچے؟"

علی "اماں جان آپ کے گرفتار ہو جانے کے بعد میں جان پر کھیل کے بابکیوں سے لڑنے لگا۔ آخر زخموں سے چور ہو کے گرا وہ لوگ مجھے مردہ جان کے چلے گئے ان کے چلے جانے کے بعد خدا جانے کتنی دیر بعد مجھے ہوش آیا۔ اور اپنی حالت یاد آئی۔ افتاں و خیزاں ایک قریب کے گاؤں میں گیا۔ اور لوگوں سے ظاہر کیا کہ میں ہمدان کا ایک بابکی فرخ چہر ہوں۔ مسلمانوں نے نیم جان کر دیا تھا۔ مدت کے بعد اچھا ہوا تو شہر بذ کی راہ لی۔ تاکہ ان لوگوں کے ظلم سے بچوں۔ یہاں راستہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ اور اپنے نزدیک مجھے مار کے ڈال گئے۔ لوگوں نے ہمدردی کی۔ اتفاقاً وہاں ایک معزز بابکی خورزاد مل گیا جس نے مجھے اپنے گروہ میں شامل کر لیا اور بذ میں لے گیا۔ میں اب اچھا تھا۔ مگر دل میں کہتا تھا کہ جب ماں باپ نہ رہے۔ ریحانہ

نہ رہی تو میں جی کے کیا کروں گا؟ آخر یہ سوچتے سوچتے یہ منصوبہ کیا کہ ان سب کے انتقام میں اپنی زندگی صرف کر دوں۔ چنانچہ اسی خورزاد کے ساتھ قلعۂ شاہی میں گیا۔ اور حاکم شاہی سے مل کے اسے اور اس کے تمام معزز ہمراہیوں کو قتل کرا کے ان کے سر بغداد بھجوا دے۔ اس کے بعد میں قلعۂ شاہی سے واپس آ کے طرخان کے گروہ میں شامل ہو گیا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ مراغہ پر قبضہ کرے اور بابک کو چھوڑ کے خلافت کا فرمان بردار ہو جائے۔ لیکن جب دیکھا کہ وہ ریحانہ کی آبرو لینے کے درپے ہے تو اُس کے قتل کے درپے ہو گیا۔ اور جب ہرمزیار ریحانہ کو لایا اور وہ خوش خوش اس کی خواب گاہ میں آئی تو غلیش میں آ کے پہلے ہرمزیار کو مار ڈالا۔ پھر ارادہ کیا کہ ریحانہ کو بھی مار ڈالوں مگر اسی طرخان سے لڑ رہا تھا کہ بغا کبیر کے اشارے سے اسحٰق بن ابراہیم کے غلام ماہو یہ نے کمرے میں گھس کے اسے قتل کر ڈالا۔ اس سے فراغت کر کے میں ریحانہ کی طرف پلٹا تو یہ غائب تھی اور دروازہ باہر سے بند تھا۔ مجبوراً کمرے کے پچھواڑے سے کود کے نکلا۔ اور اسی ریحانہ کی تلاش میں خاک اڑاتا ہوا یہاں آیا۔"

عالیہ :- خوب وقت پر آئے۔ ورنہ یہ باجی ڈاکو پھر ہمیں بابک کے مکان میں پکڑ لے جاتے۔"

علی :- اور غنیمت ہوا کہ بے گناہ ریحانہ کی جان بچ گئی! آہ۔ دھوکے دھوکے میں میں کیا کرتے والا تھا؟ اس کے بعد ماں بیٹے اور علی اور ریحانہ پھر گرم جوشی سے ملے اور اسی وقت مع رفقا کے روانہ ہوئے کہ المعتصم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ خوش قسمتی سے ایک

قافلہ بھی مل گیا۔ جس کے ساتھ ہو کے سب نے بغداد کی راہ لی۔

بارھواں باب

لعل گم شدہ

ایک چھوٹا سا قافلہ جس میں پانچ مسلح مرد ہیں اور دو برقع پوش عورتیں خچروں پر سوار اس سلسلۂ کوہ کو قطع کر رہا ہے جو عراق عرب و عراق عجم کے درمیان حد فاصل ہے اور خلیج فارس سے شروع ہو کے شمال میں کوہ جودی تک چلا گیا ہے۔ اس کوہستان کی ایک گھاٹی میں یہ قافلہ مشرق کی طرف سے داخل ہوا ہے اور مغرب کو جا رہا ہے۔ یہ گھاٹی بظاہر ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا پہاڑ کو کاٹ کے بنائی گئی ہے اس لیے کہ دونوں جانب سنگلاخ چٹانیں کھڑی کھڑی کاٹ دی گئی ہیں۔ اور بہت ہی پتلا گہرا اور تاریک راستہ بنایا گیا ہے۔ اس راستہ میں جاتے جاتے ان لوگوں کو داہنے ہاتھ کی طرف پتھروں میں کچھ تصویریں کندی ہوئی نظر آئیں۔ جن کو دیکھ کے یقین ہو جاتا ہے کہ کسی بڑے کامل فن نقاش کے ہاتھ کی صنعت ہیں۔

ان تصویروں کے برابر پہونچ کے قافلے والوں میں سے ایک خوش رو نوجوان اس قدیم نقاشی کو دیکھ کر مسکرایا اور بولا "یہ بڑا تاریخی

مقام اور ساسانیوں کی آخری عہد کی یادگار ہے۔ شیریں اور خسرو و فرہاد کے عشق کا افسانہ آپ نے سنا ہی ہے۔ اس افسانے کی سرزمین یہی جگہ ہے (ایک بلند قلعۂ کوہ کی طرف کو اشارہ کرکے) وہ دیکھو کوہ بے ستون ہے (ایک شکستہ عمارت کو دکھا کے) وہ دور پر قصر شیریں کے کھنڈر ہیں یہ گھاٹی وہ سڑک ہے جو فرہاد نے عشق شیریں کے جوش میں کوہ بیستون کو کاٹ کے بنائی تھی اور اسی طرف ذرا بلندی پر وہ دودھ کی نہر ہے۔ جو فرہاد نے شیریں کے لئے تیار کی تھی۔؟"

یہ سن کے اس عورت نے جو دونوں عورتوں میں کمسن اور نوخیز ونازنین تھی اپنی دل کش و نغمہ خیز آواز میں پوچھا۔ "کیا تم نے اوپر جاکے اس نہر کو دیکھا ہے؟"

نوجوان۔ "ہاں میں کئی بار دیکھ چکا ہوں۔"

نوخیزہ نازنین۔ "اور یہ تصویریں کس نے بنائی ہیں؟"

نوجوان۔ "فرہاد نے جس کا عاشقی کے کمال میں آج تک کوئی جواب پیدا نہیں ہوا۔ یہ کام انسان کے کرنے کے نہ تھے۔ مگر عشق شیریں کی دھن میں اس نے جوئے شیر بہائی۔ پہاڑوں کو کاٹ کے یہ سڑک بنائی۔ اور پتھروں کی دیواروں میں یہ تصویریں کھود کے بنا دیں۔"

نازنین۔ "اور تصویریں کس کی بنائی ہیں؟"

نوجوان۔ "اپنی محبوبہ شیریں کے سوا اور کس کی تصویریں بناتا؟ اس کی اور اس کی سہیلیوں کی تصویریں ہیں۔"

نازنین۔ "ذرا یہاں ٹھہر جاتے۔ میں ان تصویروں اور اوپر والی نہر اور شیریں کے قصر کو دیکھنا چاہتی ہوں؟"

نوجوان :- ریحانہ۔ دن بہت کم رہ گیا ہے اور ہمیں شام ہونے سے پہلے اس گھاٹی میں سے نکل کے جانا ضروری ہے ۔"

نازنین :- "یہیں شام ہو جائے تو کیا مضائقہ ہے ؟ آج رات قصر شیریں کے کھنڈروں میں ٹھہر جاؤ۔ چاندنی رات ہے پہاڑ کے اوپر اور شیریں کے جوئے کنارے چاندنی میں بڑا لطف آئے گا۔"

عالیہ :- "بیٹا علی تم اسے بکنے دو۔ اس جنگل اور پہاڑ میں رات کو جانے کیا آفت کھڑی ہو۔ خدا خدا کرکے کن مصیبتوں کے بعد بے رحم خرمیوں کے ہاتھ سے چھٹکارا نصیب ہوا اب کی ان کے ہاتھ میں پڑ گئے تو قیامت ہو جائیگی۔"

ریحانہ :- "میں تو اماں یہاں کی سیر کئے بغیر نہ جاؤں گی۔ تم للہ منع کرو میرے ابن عم علی وہی کریں گے جو میں کہوں گی۔"

علی :- "میں وہی کروں گا جو تم کہو گی۔ یہ کہہ کے علی نے خچروں کو روکا۔ اترا۔ ساتھ والی عورتوں کو اتارا۔ اور اپنے ہمراہی مسلح مردوں کی طرف دیکھ کے کہا۔" میں جانتا ہوں کہ آپ کو واپس جانے کی جلدی ہے اور ماہویہ نے جب آپ کو میرے ساتھ کیا ہے اس وقت کہہ دیا تھا کہ آپ کو بہت جلد واپس کردوں۔ مگر میری اس بنت عم کی خاطر سے امید ہے کہ آج شب کو آپ ہمیں یہاں ٹھہرنے کی اجازت دے دیں گے۔

یہ سن کے ان چاروں میں سے ایک نے جس کا نام نوشکین تھا کہا "میں آپ کی نازنین چچا زاد بہن کی خوشی پوری کرنے کو بسر و چشم حاضر ہوں اور اکیلا میں ہی نہیں میرے تینوں رفیقوں قباد۔ مہرزاد۔ اور خانم کو بھی کوئی عذر نہیں۔"

ان لوگوں کی رضامندی حاصل کرکے علی اپنی چچی عالیہ اور ان کی بیٹی ریحانہ کو اُن تصویروں کے پاس لے گیا۔ جو فرہاد کے قلم کی یادگار تھیں۔ دستِ بُردِ زمانے نے اگرچہ جابجا سے انھیں ہٹا دیا تھا۔ مگر اب بھی ان سے شیریں کے حسن وجمال اور اس کی شوخ اداؤں کا بخوبی اندازہ ہو سکتا تھا۔ شیریں اور اس کی سہیلیاں گھوڑوں پر سوار اور پہاڑوں میں مصروف شکار تھیں۔ ہرن آگے آگے بھاگے جاتے تھے اور وہ ان کا تعاقب کر رہی تھیں۔ ریحانہ ان تصویروں کو بڑے شوق اور نہایت غور سے اتنی دیر تک دیکھتی رہی تھی کہ شام کا وقت قریب آگیا۔ اور علی نے کہا "اب اوپر چلو بہن۔ شام ہو گئی تو پہاڑوں پر چڑھنا مشکل ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کے علی ایک راستے سے جسے وہ پہلے سے جانتا تھا۔ اپنے ساتھ والوں اور خچروں کو پہاڑوں پر چڑھا کے اس مقام پر پہنچا۔ جہاں منہدم جوئے شیر گذری تھی۔ نہر کو دیکھتے ہی وہ بے اختیار بول اٹھا "دیکھو ریحانہ یہی وہ نہر ہے جس میں بہہ کے شیریں کے پاس روزانہ دودھ پہنچا کرتا تھا۔" پھر اس نہر کے کنارے کنارے جا کے وہ قصرِ شیریں کے کھنڈر میں پہونچا اور اس کے سامنے ایک مسطح میدان کو گھاس اور خس وخاشاک سے صاف کر کے وہیں ٹھہر گیا۔

بچھونا بچھا۔ لکڑیاں جمع ہوئیں۔ چقماق سے آگ نکلی اور اس پر شکار طیور کا گوشت بھننے لگا۔ خچر باندھے گئے ان کو دانا دیا گیا۔ اتنے میں شام ہو گئی۔ اور قمری مہینے کی دسویں کا چاند جو شام ہونے سے پہلے ہی بر آمد ہو چکا تھا یک بیک چمک اٹھا۔ اور ریحانہ نے علی سے پوچھا "شیریں محل کی سیر اس وقت کروگے یا کل؟"

علی:۔ "اس وقت رات کو ان کھنڈروں میں گھسنا ٹھیک نہیں ہے۔"
ریحانہ:۔ "کیوں اس وقت جانے میں کیا ہوگا؟ کیا کوئی وہاں بیٹھا ہوا ہے۔ چاندنی پھیلی ہوئی ہے اور بے چھت کی دیواروں میں کہیں اندھیرا ہونے سے رہا۔"
علی:۔ "اندھیرا ہی نہیں۔ طرح طرح کے خطرے ہیں سانپ بچھوؤں کے علاوہ یہاں درندے بھی رہتے ہوں تو تعجب نہیں۔ اب صبح کو چلنا جب جی بھر کے یہاں کی سیر کرلوگی تب ہم آگے چلیں گے۔"

علی کے سمجھانے سے ریحانہ خوش ہو رہی اور کھانے پینے اور عشا کی نماز کے بعد عورتیں بچھونوں پر لیٹ کے سو رہیں۔ اور مردوں نے انتظام کیا کہ باری باری جاگ کے پہرہ دیں۔ آخری پہر نوشکین کا تھا مگر اتفاق سے صبح سے کچھ پہلے اس کی آنکھ لگ گئی۔ علی صبح کی نماز کے لیے اٹھا تو کیا دیکھتا ہے کہ سب اپنے اپنے بچھونوں پر ہیں۔ مگر ریحانہ کا پتہ نہیں۔ دل دھک سے ہو گیا۔ گھبرائے ادھر ادھر دیکھا مگر کہیں نظر آئی۔ کمال بدحواسی کے ساتھ نوشکین کو جگایا اور کہا "تم نے غضب کیا۔ ایسی ہی نیند تھی تو مجھے جگا دیا ہوتا خیر یہ تو جو ہونا تھا ہوا۔ میری بنت عم ریحانہ غائب ہیں۔"
نوشکین (حیرت سے) غائب ہیں! جب میں جاگتا تھا اس وقت تک تو اپنے بچھونے پر پڑی سو رہی تھیں۔ حوائج ضروری کے لیے ادھر ادھر گئی ہوں گی۔"
علی۔ "میں نے ہر طرف جا کے دیکھا۔ کہیں پتہ نہیں ہے۔"

اب عالیہ اور دیگر ہمراہی بھی بیدار ہوئے اور سب پریشان ہو گئے۔ اس

تھے کہ ریحانہ سوتے سوتے کہاں ہو گئی۔ عالیہ زار و قطار رو رہی تھی۔ اور منہ پیٹ پیٹ کے کہتی "ہائے میری پیاری ریحانہ کدھر گئی؟ میرا لعل کہاں گیا؟ میں نے کل اسے کیوں یہاں ٹھہرنے دیا؟ علی بن فضل کے لب پر حسرت ناک خاموشی تھی۔ نہ کوئی بات ذہن میں آتی تھی۔ اور نہ کوئی لفظ زبان سے نکلتا تھا۔ اسی پریشانی میں سب نے نماز صبح پڑھ کر درگاہ الٰہی میں دعا کی کہ "خدایا ریحانہ کا پتہ لگا دے"۔

آفتاب نکلنے کے بعد گھنٹہ دو گھنٹہ تک تو خفیف سی امید تھی کہ شاید ریحانہ کسی ضرورت سے کہیں گئی ہو اور آ جائے گی، مگر جب زیادہ دن چڑھا تو اس سے ملنے کی بالکل یاس ہو گئی اور غور کیا جانے لگا کہ آخر وہ کیا ہوئی؟"

عالیہ: "کچھ نہیں۔ سب سوتے رہے اور میری عالیہ کو بھیڑیا اٹھا لے گیا"۔

علی: "مگر پھوپھی جان یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ بھیڑیا یا اور کوئی درندہ اس پر جھپٹتا تو یہ غیر ممکن تھا کہ وہ جاگ کے شور نہ مچاتی۔ اور ہم سب جاگ نہ پڑتے رہبرا ہیوں سے، کیوں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟" قباد اور مہر زاد نے کہا۔ "ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ جانور اس طرح نہیں لے جا سکتا کہ چپکے سے اٹھا لے جائے اور کسی کو خبر نہ ہو"۔

نوشگین: "افسوس جو کچھ ہوا میرے سو جانے سے ہوا مجھے تو کوئی بات کہتے نہیں بن پڑتی"۔

عاظم: "مگر اتفاق کی بات تھی آنکھ لگ گئی میری نیند ایسی ہوشیار ہے کہ ذرا سے کھٹکے اور ادنیٰ سی آہٹ پہ آنکھ کھل جاتی ہے۔ ریحانہ

اُٹھ کے دبے پاؤں بھی کسی طرف جاتیں تو یہ ممکن نہ تھا کہ میں جاگ نہ پڑتا۔"

علی :- "تو پھر آپ کے نزدیک وہ کیا ہو ئیں ؟"

غانم :- "میں تو یہ نہ مانوں گا کہ کوئی جانور اٹھا لے گیا۔ نہ یہ باور کروں گا کہ انھیں کوئی آدمی لے گیا یا وہ خود کسی طرف چلی گئیں۔"

علی :- "پھر کیا ہوا ؟"

غانم :- "یا تو یہ جنوں کا کام ہے اور یا جادو اور عمل ہے۔ سوا اس کے اور کوئی بات نہیں۔"

عالیہ :- "وہ جو کچھ ہو۔ میری ریحانہ میرے ہاتھ سے گئی اب علی میں بھی ضبط کی طاقت نہ تھی۔ زار و قطار رونے لگا۔ اور بولا۔ آہ بری قسمت تو کب ساتھ چھوڑیگی ؟ اب تک بھی وہ نہ ملی تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ بابک خرمی کے قلعے میں ہے۔ کسی نہ کسی تدبیر سے نکال لائیں گے۔ مگر اب تو یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں کدھر جائیں اور کہاں ڈھونڈیں۔ افسوس معتصم کی فوج کشی۔ افشین کی جنگی تدبیریں۔ میری محنت اور جانبازیاں، اور پھوپھی عالیہ آپ کا بغداد میں جا کے فریاد کرنا اور ان کو مراغہ سے صحیح و سالم لے آنا سب بیکار ہو گیا۔"

غانم :- "مگر میں کہے دیتا ہوں کہ نازنین ریحانہ پھر بدّ میں بابک خرمی کے پاس ہے۔ اس سے بڑا جادوگر اس دنیا میں نہیں ہے اور اپنے عاملوں کے ذریعے سے اسے اٹھوا منگوایا ہے۔"

نوشکین۔ (علی سے)، "آپ صبر و استقلال سے کام لیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک آپ کی بنت عم نہ مل جائیں میں آپ کا ساتھ نہ

چھوڑوں گا اور اسی کوشش میں اپنی جان دے دوں گا اور اکیلا میں ہی نہیں میرے تینوں دوست عبادہ، مہرزاد۔ اور غانم بھی میرا ساتھ دیں گے اس پر تینوں رفیقوں نے علی سے قسم کھا کے اقرار کیا کہ جب تک ہم ریحانہ کو نہ ڈھونڈھ نکالیں گے کوئی کام نہ کریں گے۔"

علی نے ان سب کا شکریہ ادا کیا۔ پھر مایوسی کے لہجے میں پوچھا کہ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کروں۔ آپ کوشش کرنے کو تیار رہیں۔ تو یہ بتائیے اب ہم کہاں چلیں اور کدھر کا ارادہ کریں۔"

نوشگین "پہلے تو ہم احتیاطاً آس پاس کی گھاٹیوں اور پہاں کے غاروں اور کھوہوں کو ڈھونڈیں شاید کسی جگہ سراغ لگ جائے اور جب یہاں پتہ نہ لگے تو سیدھے شہر بذ کی طرف واپس چلیں اور پتہ لگائیں کہ خوبصورت ریحانہ پھر بابک خرمی کے پاس تو نہیں پہونچ گئی۔

علی اور غالیہ دونوں نے اسی مشورے کو پسند کیا۔ چنانچہ ایک ہفتہ تک اسی جگہ قصر شیریں میں اس حسرت نصیب قافلہ کا پڑاو رہا جس مدت میں علی اور اس کے چاروں رفیقوں نے کوئی وادی۔ کوئی گھاٹی، کوئی غار اور کوئی بستی نہ چھوڑی۔ جہاں جا کے ریحانہ کو نہ تلاش کیا ہو مگر کہیں پتہ نہ لگا۔ اور نہ کوئی ایسی بات پیدا ہوئی جس کی بنا پر سراغ رسانی کی جا سکے۔ آخر آٹھویں دن سب نے کمال مجبوری و مایوسی کے ساتھ قلعہ بذ کی راہ لی۔ اور افشین کے پڑاو کی طرف روانہ ہوئے۔"

تیرھواں باب

کمک اور خزانہ آپہونچا

۲۲۲ھ شروع ہوا تھا اور موسم سرما کے گذر جانے کی وجہ سے برف باری موقوف ہوئی تھی کہ یاس نصیب شکستہ حالوں کا لُٹا ہوا قافلہ قصرِ شیریں سے واپس روانہ ہوکے تین منزلیں طے کر گیا۔ تیسری منزل پر سواروں کا ایک گروہ ملا جو بغداد سے ایک ایک دن میں دو منزلیں طے کرتے ہوئے افشین کے پاس جا رہے تھے۔ اُن سے معلوم ہوا کہ "خلیفہ معتصم نے جعفر الخیاط کو ایک بہت بڑے زبردست لشکر کے ساتھ افشیں کی کمک پر بھیجا ہے۔ اور اس کے ساتھ خلافت کا خزانچی ایتاخ ترکی بھی خزانہ لئے ہوئے آرہا ہے۔ یہ دونوں پرسوں یہاں پہونچ جائیں گے۔ اور ہم دو منزلہ کرتے ہوئے جا رہے ہیں کہ افشین کو ان لوگوں کی روانگی کی خبر کریں۔ تاکہ وہ خزانہ کے حفاظت کے ساتھ پہونچ جانے کا بندوبست کریں"۔

سوار یہ حالات بیان کر کے چلے گئے۔ اور علی نے اپنی پھوپھی اور ہمدرد رفیقوں سے مشورہ کر کے ارادہ کیا کہ دو دن کے لئے یہیں ٹھہر جاتے اور تیسرے روز

جعفر الخیاط اور ایتاخ کے ساتھ آگے بڑھے۔ راستہ بابکیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور اب اُسے اپنے اور عالیہ کی نسبت بھی اُن لوگوں سے اندیشہ تھا۔ تیسرے دن دوپہر کو جعفر الخیاط اور ایتاخ کے لشکر نے پہونچ کے اس منزل پہ پڑاؤ ڈالا۔ تمام رسالے اور پلٹنیں جُدا جُدا قرینے سے خیمہ زن ہوئیں۔ اور سنسان بیابان میں یک بیک ایک بڑا بھاری شہر آباد ہو گیا۔ جس میں ہر طرف ہر گروہ اور ہر جماعت کی بیرقیں اڑ رہی تھیں اور بتاتی تھیں کہ اُن کے نیچے کون گروہ ٹھہرا ہوا ہے"۔

ایتاخ اپنے ہمراہ تین کروڑ درہم کی رقم لایا تھا۔ تاکہ افشین کی فوج میں تقسیم کرے۔ اس لئے اُس کے پڑاؤ کے گرد بہت سخت پہرہ تھا۔ اور بڑی دشواریوں سے کسی کی اُس تک رسائی ہو سکتی تھی۔ علی چاہتا تھا کہ بغیر افسروں کو خبر کئے اس عظیم الشان لشکر کے ساتھ ہو لے۔ لیکن اُن دنوں ہر انجان شخص پہ طرح طرح کی بدگمانیاں ہوتی تھیں۔ اور بغیر امیر الجیش کو اطلاع کئے کسی مجہول الحال شخص کے لئے ہر ہر قدم پہ خطرہ تھا۔ ایسی مجبوری سے علی جعفر الخیاط کے پاس گیا۔ اپنی حالت اور سرگذشت بیان کی۔ اور اس کی اجازت سے خاص اُس کے گروہ میں شامل ہو گیا۔

اب افشین نے بذ پہ حملہ کرنے کی کارروائی شروع کر دی تھی۔ یہ تو غیر ممکن تھا کہ کوئی لشکر چاہے کتنا ہی زبردست ہو بابک خرمی کے اُس صدر قلعے پہ براہ راست حملہ کرے۔ اس لئے کہ ہر ہر قدم پہ سر بفلک پہاڑ اور پیچ در پیچ گھاٹیاں تھیں اور بابک کے مریدوں نے اپنے کوہکنی کے کمال سے پہاڑوں کے اندر ہی اندر زمین کے نیچے نیچے چوہوں کی طرح صدہا سُرنگیں کھود لی تھیں۔ جن میں ہو کے جدھر سے چاہتے پہونچ جاتے۔ حریف کے پیچھے یاد اہنے بائیں جدھر ضرورت ہوتی وہ

یکایک نکل پڑتے۔ اور حملہ کر کے اُس کی ساری قوت کو خاک میں ملا دیتے۔

معتصم باللہ کو اس مہم سے اس قدر تعلق تھا کہ ہفتہ میں دو تین بار اس کے فرمان آتے اور وہیں سے بیٹھے بیٹھے وہ لڑائی کی تدبیریں بتایا کرتا۔ کبھی حکم آتا کہ بڑھو فوراً بڑھ کے حملہ کرو اور بذ پر دھاوا کر کے بابک کو پکڑ لو۔ کبھی ہدایت ہوتی کہ نہیں ابھی محاصرہ کئے پڑے رہو۔ اور حملہ کرنے کا قصد نہ کرو۔ لیکن اب اس ملک۔ اس سرزمین اور بابکیوں کی کارستانیوں سے بخوبی واقف ہو کے اُس نے سپہ سالار افشین کو لکھا۔ میری ہدایتوں پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہاں کے حالات تم خود ہی خوب سمجھ سکتے ہو۔ اس لئے تمہیں کلیتہً اختیار دیا جاتا ہے، کہ جو تدبیریں مناسب معلوم ہوں عمل میں لاؤ۔ اور حملے میں عجلت کرنے کی بھی ضرورت نہیں، جب تک تمہیں کامیابی کی قطعی اُمید نہ ہو، حملہ نہ کرو۔"

افشین کو اب سب سے بڑی فکر اس بات کی تھی کہ یہ کمک اور خزانہ اطمینان کے ساتھ اس تک پہونچ جائے۔ بابک کو ہر کارروائی کی خبر پہونچ جاتی اور جب اسے پتہ لگتا کہ لشکر گاہ خلافت میں کوئی خزانہ یا سامان رسد آنے والا ہے تو وہ اُس کے لوٹنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھتا چنانچہ خزانہ کے استقبال کے لئے وہ اپنے لشکر گاہ سے کوچ کر کے مقام کلان رود میں گیا جو مقام قلعہ بُذ سے بہت قریب تھا۔ ساتھ ہی اپنے ماتحت سردار ابوسعید کو لکھا کہ تم برزند سے روانہ ہو کے رستاق کلان رود میں آ جاؤ۔ یہ مقام اس کی فرودگاہ سے تین چار ہی میل تھا۔ پھر اپنے کیمپ کے گرداگرد خندق کھدوانا شروع کر دی۔

اب اُس کے اور ایتاخ و جعفر خیاط درمیان پانچ منزلیں تھیں جو نہایت ہی خطرناک تھیں۔ اس لئے کہ پہاڑوں میں ہو کے راستہ آیا تھا، جہاں بابکی خرگوشوں کی طرح کوہسار کے ہر مخفی مقام میں چھپے رہتے۔ اور جس جگہ چاہتے دم بھر میں جا پہونچتے۔ اسی اثناء میں افشیں کو خبر ملی کہ بابک کا ایک افسر آذین اُس کے قریب ہی ایک گھاٹی میں خیمہ زن ہے۔ اور اس فکر میں ہے کہ خزانے کو لوٹ لے۔ پہاڑی جاسوسوں سے یہ خبر بھی ملی کہ آذین اپنے اہل و عیال کو گھوڑوں اور خچروں پر سوار کرا کے ساتھ لئے لئے پھرتا تھا۔ بابک نے حکم دیا کہ بال بچوں کو کسی قریب کی مضبوط گڑھی میں چھوڑ دو۔ مگر اُس نے نہ مانا اور کہلا بھیجا "مجھے ان یہودیوں* (مسلمانوں) سے اندیشہ ہے کہ میرے لڑکے بالوں کو نہ پکڑ لے جائیں۔ اس لئے جہاں تک بنے گا ساتھ ہی رکھوں گا۔"

یہ جواب دے کے اُس نے اپنے اہل و عیال کو ایسی وادی میں پہونچا دیا جہاں تک بظاہر کسی رسائی نہ ہو سکتی تھی، اور خود روانہ ہوا کہ ایتاخ پر حملہ کرے۔ افشیں نے آذین کے یہ حالات سُن کے کہا "جہاں تک ہو سکے یہودیوں کو اُس کی یہ اُمید پوری کر دینی چاہئے۔" چنانچہ جاسوسوں سے اُس کے بال بچوں کی قیام گاہ کا پتہ پوچھا۔ پھر اپنے دو ایک کوہبان ڈھونڈھ نکالے جو گرد و پیش کے پہاڑوں اور راستوں سے خوب واقف تھے اور سالاران فوج میں سے ظفر بن علاء سعدی کو بلا کے حکم دیا کہ ان کوہبانوں کے ساتھ راتوں رات جا کے آذین کے بچوں کو پکڑ لاؤ۔"

ظفر پانچ سو جفاکش بہادروں کو ساتھ لے کے رات کے اندھیرے میں

* بابکی شدتِ تعصب سے مسلمانوں کو یہودی کہا کرتے تھے جو لفظ عجمی اور مجوسی لوگوں میں بڑی سخت گالی تھی۔

چل کھڑا ہوا۔ درمیان میں ایک ایسی تنگ گھاٹی میں اُس کا گذر ہوا، جس میں ایک کے سوا دو آدمی بھی برابر نہ چل سکتے تھے۔ اس گھاٹی سے نکلنے کے ایک گھنٹہ بعد وہ خاندان آذین کے پڑاؤ میں تھا۔ اُن لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس محفوظ مقام تک کوئی پہونچ سکے گا، اور اطمینان سے پڑے سو رہے تھے کہ ناگہاں ظفر کے بہادر اُس پہ ٹوٹ پڑے پہلے ہی حملے میں اُس کے اہل و عیال کے خیموں کو گھیر لیا۔ اُس کی بیویوں حرموں اور ایک بیٹے کو اسیر کر کے واپس چلے۔ ادھر بھاگنے والوں نے فوراً آذین کو خبر کر دی۔ جو ایک بجلی کی طرح پلٹ پڑا۔ اور قبل اس کے کہ ظفر اُس تنگ گھاٹی میں داخل ہو۔ اُسے آ کے گھیر لیا۔ اور دونوں حریفوں میں سخت لڑائی ہونے لگی۔ آذین نے سب سے بڑی چالاکی یہ کی کہ اُس گھاٹی کے دہانے پہ کافی تعداد میں فوج کھڑی کر دی تاکہ ظفر کی واپسی کا راستہ بند ہو جائے"

مگر افشین نہایت ہی ہوشیار اور تجربہ کار سپہ سالار تھا۔ اس اندیشہ کو اُس نے پہلے ہی سے سوچ لیا تھا، اور اس کے دفعیے کی یہ تدبیر کی تھی کہ جس وقت ظفر بن علاء کو روانہ کیا ہے اس وقت یہ انتظام بھی کر دیا کہ اپنے پڑاؤ سے اُس جگہ تک جہاں علاء جائے پہاڑوں کی تمام چوٹیوں میں ایک ایک سپاہی کھڑا ہو جائے جس کے ہاتھ میں ایک جھنڈی ہو اور انہیں حکم دے دیا تھا کہ اگر کہیں ظفر کو کوئی خطرہ پیش آئے تو وہاں سے پڑاؤ تک جتنے جھنڈی والے بلندیوں پہ کھڑے ہوں سب جھنڈیاں ہلانے لگیں۔ ؏ تاکہ مجھے خطرے کی اطلاع

؏ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹیلیگراف یعنی جھنڈیوں کے اشاروں سے باتیں کرنا اس زمانے کی ایجاد نہیں۔ بلکہ یہ فن آج سے ایک ہزار سال پیشتر مسلمانوں میں موجود تھا۔ اور اس سے کام لیا جاتا تھا۔

ہو جائے۔

آذین نے جیسے ہی ظفر پر حملہ کیا وہ تمام جھنڈیاں ہلنے لگیں اور افشین کو چند منٹ میں خطرے کا حال معلوم ہو گیا۔ فوراً مظفر بن کندر کو اُس کے ایک گھنٹے پیچھے ابو سعید کو اُس کے بعد بجتا را نام ایک بہادر سردار کو کافی فوج کے ساتھ روانہ کیا، جو انہیں جھنڈیوں کے سلسلے پر روانہ ہوئے۔ آذین ظفر کو اپنے بہت بڑے لشکر سے گھیر کے شکست دینے کو تھا، بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور اپنی عورتوں میں سے دو ایک کو چھین بھی چکا تھا کہ یہ لشکر یکے بعد دیگرے اُس کے سر پر جا پہونچے وہ فوج جو گھاٹی کا راستہ روکے کھڑی تھی دیا دُبتے ہی بھاگ کے اُس کے لشکر سے جا ملی، اور جب اُس نے دیکھا کہ اتنا بڑا زبردست لشکر میرے مقابلے پر آگیا تو بے اختیار بھاگ کے پہاڑوں میں غائب ہو گیا اور ظفر اُس کے بال بچوں کو لے کے افشین کے پاس صحیح و سالم آ گیا۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آذین نہ تو ایتاخ ہی پر حملہ کر سکا اور نہ اپنے زن و فرزند کو افشین کی دست بُرد سے بچا سکا۔

ظفر کے واپس آتے ہی جعفر خیاط اور ایتاخ ترکی۔ اور اُن کے ساتھ علی بن فضل اور عالیہ وغیرہ بھی افشین کے پاس پہونچ گئے۔ پھر اسی دن سہ پہر کو قلعہ شاہی کے حاکم محمد بن مغیث کے پاس سے افراط کے ساتھ رسد پہونچ گئی۔ اور عساکر خلافت میں خوشیاں منائی جانے لگیں۔

رات کو عالیہ اپنے بھتیجے علی بن فضل کو لے کے افشین کے پاس گئی۔ اس کی صورت دیکھتے ہی افشین مارے خوشی کے اچھل پڑا۔ اور بولا۔ "آج سے زیادہ خوشی کا دن ہمیں اس لڑائی کے زمانے میں کبھی نہیں نصیب ہوا تھا۔ آج ہی بغداد سے زبردست کمک آئی۔ آج ہی حضور امیر المومنین کے حکم سے

خزانہ آیا۔ آج ہی قلعۂ شاہی سے رسد آئی۔ آج ہی ظفر آذین کو شکست دے کے اور اُس کے اہل و عیال کو اسیر کر کے بخیریت واپس آیا۔ اور آج ہی ایک مدت کے بعد آپ کی زیارت ہوئی۔ آپ کی نسبت میرے دل میں طرح طرح کے اندیشے پیدا ہوتے تھے اور ڈرتا تھا کہ امیر المومنین کو کیا جواب دوں گا۔ خیر بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ واپس آ گئیں!"

عالیہ۔ "اے امیر الجیش! آپ میرے آنے پہ خوش نہ ہوں۔ بلکہ میرے ساتھ بیٹھ کے روئیں۔ اور مجھے پُرسا دیں۔ اس پہ تعجب کریں کہ میں آپ کے سامنے زندہ کیوں کھڑی ہوں؟ مر کیوں نہیں جاتی؟"

یہ کہہ کے عالیہ نے ساری سرگذشت اول سے آخر تک بیان کی کہ ریحانہ کیونکر ملی، اور کس طرح غائب ہو گئی۔ اسی سلسلے میں اُس نے اپنے بھتیجے عسلی کو افشین سے ملایا۔ افشین اُس کے حالات پہلے ہی سُن چکا تھا۔ نام سُنتے ہی بے اختیار جھپٹ کے اُسے گلے سے لگا لیا، اور جب اُس کی زبان سے اُس کے کارنامے تفصیل سے سُنے تو بہت پیٹھ ٹھونکی۔ اور کہا: "کاش میرے ساتھ آپ کے ایسے چند نوجوان بھی ہوتے، تو میں نے اب تک بابک خرمی کا نام مٹا دیا ہوتا!"

عالیہ: "ان باتوں کو چھوڑیے اور بتائیے کہ اب میں اپنی ریحانہ کو کہاں جا کے ڈھونڈھوں؟"

افشین۔ بے شک اُن کا ڈھونڈھنا سب کاموں پہ مقدم ہے۔ انھیں کے لیے یہ ساری کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ انہیں کے آزاد کرانے کے واسطے یہ جانیں خرچ ہو رہی ہیں۔ بغیر اُن کا پتہ لگائے اور اُن کو دشمنوں سے چھینے میں.... امیر المومنین کو منہ نہیں دکھا سکتا۔ جب تک وہ نہ ملیں گی، میں بغداد واپس نہ جاؤں گا۔ لیکن قصر شیریں میں اُن کے یک بیک غائب ہو جانے کی جو کیفیت

آپ نے بیان کی اس کو بڑا تردد پیدا ہو گیا۔"
علی:۔ "محض ایک وہم کے طریقے سے ہم لوگوں کا خیال ہے کہ وہ پھر بدمیں بابک کے پاس پہونچ گئی۔"
افشین:۔ "کاش مجھے ماہ آفرید پھر ایک بار ملتی تو اس کا پتہ لگ جاتا۔"
عالیہ:۔ "مگر ماہ آفرید کے آنے کا کون انتظار کر سکتا ہے؟ مجھے تو ایک گھڑی کے لئے بھی قرار نہیں آتا۔ میرا ارادہ ہے کہ کسی تدبیر سے میں پھر بد جاؤں، اور اپنی بیٹی کا پتہ لگاؤں۔"
افشین:۔ "ایسی خطرناک جرأت کی میں آپ کو صلاح نہیں دے سکتا۔ مجھے امیر المومنین کو منہ دکھانا ہے۔ لیکن اگر خود آپ ارادہ کریں تو میں منع بھی نہیں کر سکتا۔
عالیہ:۔ "تو پھر آخر میں کیا کروں؟ بھلا یہاں مجھے بیکار بیٹھ کے صبر آئے گا؟"
افشین:۔ "آپ بیکار ہرگز نہیں بیٹھیں گی۔ میں نے اب ارادہ کر دیا ہے محاصرہ کا دائرہ روز بروز تنگ کرتا جاؤں۔ بابکیوں کی ہر طرف روک تھام کروں۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو قلعۂ بذ اور بابک کے تمام کوہی قلعوں پر قبضہ کر لوں۔ اس کے ساتھ ہی حکم دے دوں گا کہ بذ کی جو عورت ملے گرفتار کر کے میرے سامنے حاضر کی جائے۔ اور جہاں تک بنے ماہ آفرید کے اسیر کرنے کی کوشش ہو۔ قطع نظر اس کے میں اپنے تمام جاسوسوں کو حکم دے دوں گا کہ ریحانہ کا پتہ لگائیں اور ان سے بڑے بڑے انعاموں کا وعدہ کروں گا۔ تاکہ مستعدی اور عجلت سے کام کریں۔"

علی :- "اور میں کیا کروں ؟"
افشین :- "آپ میرے ساتھ ٹھہر کے چند روز آرام کرلیں۔ اور اپنے تجربے اور اپنی شجاعت سے مجھے مدد دیں۔"
"اس تجویز کو عالیہ اور علی دونوں نے پسند کیا۔ اور افشین کے خیمے کے برابر ایک خیمہ میں رہنے لگے۔"

چودھواں باب

لڑائی کے انتظامات

حملے میں تاخیر ہونے اور پہاڑوں میں کامل ایک سال تک ٹکراتے رہنے کی وجہ سے عساکر خلافت کے سپاہی عاجز آ گئے تھے، اور نہایت پریشان تھے۔ چنانچہ اُن کے چند سرگروہوں نے آ کے افشین سے کہا۔ "اب سپاہیوں میں صبر و تحمل کی طاقت نہیں رہی۔ اُن کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ اتنے دنوں تک پڑا رہنا، اور لڑائی سے بھاگنا ہمارے لئے شرم ناک ہے۔ بغداد میں لوگ کیا کہتے ہوں گے؟ — ان سب کی التجا ہے، کہ اب فوراً حملہ کر دیا جائے۔ فتح ہو یا شکست۔ کسی طرح اس لڑائی کو ختم ہونا چاہیئے۔"

فوج کی یہ درخواست سُن کے افشین نے کہا۔ "ہمیں شکست کا تو خیال بھی نہ کرنا چاہیئے۔" ہم انشاءاللہ فتح کریں گے۔ اور عنقریب قلعۂ بذ ہمارے قبضے میں ہو گا۔ اور اُس تمام دولت کے ہم ہی مالک ہوں گے جو بابک نے مدتوں سے لوٹ لوٹ کے جمع کر رکھی ہے۔ حملہ میں

جلدی کرنا اس کی میں خود کوشش کر رہا ہوں۔ سال گذشتہ جو تاخیر ہوئی وہ خود امیر المومنین معتصم باللہ کے حکم سے ہوئی۔ بار بار اُن کے فرمان آتے تھے کہ خبردار جلدی نہ کرنا۔ بذ کے گرد و پیش کی گھاٹیاں بہت خطرناک ہیں۔ اس کے بعد اُن کا حکم آیا کہ حملے میں جلدی کرو۔ لیکن اب آخری فرمان اس مضمون کا ملا ہے کہ تم کو اختیار ہے جو چاہو کرو۔ اور جو کچھ کرو اپنی ذمہ داری پر کرو۔ چنانچہ میں اب حملے کا بندوبست کر رہا ہوں۔ محاصرہ کر کے دائرہ تنگ کرتا جاتا ہوں۔ اب مجھے فقط ایک کارروائی اور کرنا ہے جو عنقریب ظاہر ہو جائے گی۔ پس اُس کے بعد فوراً حملہ شروع ہو جائے گا۔"

دوسرے دن افشین نے اپنا پڑاؤ اور آگے بڑھایا۔ اور اب وہ مقام رود الرود میں خیمہ زن تھا۔ ایک ہفتہ وہاں قیام کر کے ایک دن علی الصباح تھوڑی فوج کے ساتھ آگے بڑھا۔ اور اُس بلندی پر پہونچ گیا جو قلعۂ بذ کے سامنے تھی اور جہاں سال گذشتہ سخت لڑائی ہوئی تھی۔ یہاں پہونچ کے اُس نے دیکھا کہ قریب ہی خرمیوں کا ایک گروہ پہرے پر ہے۔ افشین نے ان لوگوں سے بالکل چھیڑ نہ کی۔ اور وہ لوگ بھی منتظر رہے کہ دشمن حملہ کرے تو ہم مقابلہ کریں۔ زوال کے وقت تک وہاں قیام کر کے اور فریضۂ ظہر ادا کر کے افشین اپنے پڑاؤ میں پلٹ آیا۔

اسی اثنا میں افشین نے کوہبانوں کو حکم دے رکھا تھا کہ اس کوہستان کی بلندیوں شہر بذ کے قریب کوئی قلعہ ڈھونڈھ نکالو جو چاروں طرف سے محفوظ ہو اور وہاں ہماری فوج خوب آرام اور اطمینان سے رہ سکے۔ اُن لوگوں نے بڑی جستجو کے بعد تین ایسے پہاڑ دیکھے جن پر کبھی قلعے بنے تھے مگر بعد کو اُجڑ گئے تھے افشین نے ان تینوں چوٹیوں کو خود جاکے دیکھا۔ اور اُن میں سے ایک کو جو بذ کے

زیادہ قریب تھی پسند کرکے معماروں اور کاریگروں کو ساتھ لے گیا، اور حکم دیا کہ پتھر ڈھو ڈھو کے اوپر جانے کا راستہ چاروں طرف بند کر دیں۔ یہ کام خاص افشین کی نگرانی میں نہایت عمدگی سے انجام پانے لگا۔ پتھروں پہ پتھر رکھ رکھ کے پندرہ بیس گز کے آثار کی ایک فصیل بنائی گئی۔ جس کے اندر جانے کا راستہ بجز ایک طرف کے اور کسی طرف نہ تھا۔ پھر اس سنگستانی دیوار کے آگے آگے باہر کی طرف ایک گہرا خندق کھدوایا۔ اس خندق کا سلسلہ بھی دیوار کے نیچے نیچے پورے حلقہ میں چلا گیا تھا۔ اور سوا اُس مقام کے جہاں فصیل میں دروازہ تھا کوئی جگہ خندق سے خالی نہ تھی۔ ان مزدوروں کے ساتھ وہ بسکٹ اور ستو باندھ کے لے گیا۔ مزدور شب و روز کام کرتے۔ وہیں کھاتے پیتے اور اس وقتی قلعہ کو خوب مضبوط کرتے جاتے۔ یہ کام ایسی جفاکشی و مستعدی سے کیا گیا کہ دس ہی روز کے اندر افشین نے اُس کو پورا کر لیا۔ خود افشین اور اُس کے بہادر سپاہی شب و روز ہر وقت مسلح اور لڑائی کے لئے تیار کھڑے رہتے۔ اور اُن کے پیچھے مزدور اور معمار کام کرتے۔ خرمیوں میں سے کسی کو مقابلے یا حملے کی جرأت نہ ہوتی۔ اور ایک مضبوط قلعہ اُن کے سر پہ بن کر تیار ہو گیا۔

ان واقعات کی خبریں بابک کو بھی پہونچتی رہتی تھی۔ آخر اُس نے افشین کے شرمندہ کرنے کے لئے ایک دن اپنا ایلچی بھیجا۔ جس نے پیاز، لہسن، تربوز، کھیرے، ککڑیاں، اور بہت سی ترکاریاں لاکے پیش کیں۔ اور کہا "ہمارے آقا بابک نے یہ چیزیں حضور کی خدمت میں بھیجی ہیں۔ اور کہلا ہے کہ" آپ سوکھی ٹکیاں، اور ستو کھاتے کھاتے حیران ہو گئے ہوں گے، اور ہمارے پاس خدا کے فضل سے ہمہ نعمت موجود ہے۔ لہٰذا تھوڑی ترکاریاں

آپ کی خدمت میں بھی بھیجی جاتی ہیں۔ کھائیے اور خدا کا شکر ادا کیجیے۔"
افشین نے یہ سب ہدیے شکریے کے ساتھ قبول کر لئے اور اس ایلچی سے کہا "بھائی صاحب کا مطلب میں سمجھ گیا۔" پھر ایلچی کو اپنے ساتھ لیجا کے فصیل کی خندقوں اور قلعہ بندیوں کی حالت دکھائی۔ اور کہا "تم نے جو کچھ دیکھا ہے آقا سے بیان کر دینا۔" چنانچہ یہی پیام لے کے ایلچی واپس گیا۔

اس کے جانے کے دو تین روز کے بعد خرمیوں کا ایک گروہ اس قلعے کے قریب آیا، اور خندق کے قریب کھڑے ہو کے وہ سب لوگ چیخنے چلانے شور و غل کرنے لگے۔ مگر قلعے کے اندر کوئی خبر نہ ہوئی۔ دوسرے دن بھی خرمیوں نے یہی حرکت کی، اور پہلے دن سے زیادہ چیخے چلائے۔ مگر افشین نے اپنے سپاہیوں سے کہہ دیا کہ تم ذرا خبردار رہو چپکے بیٹھے سنا کرو۔ تیسرے دن پھر انھوں نے اس نئے قلعے کے خندق کے پاس آکے بڑا اودھم مچایا۔ اب کی بار اُن کے جانے کے بعد افشین نے تھوڑی سی فوج فصیل کے پاس چھپا کے بٹھا دی، اور چوتھے دن جیسے ہی خرمیوں نے چلانا، غل مچانا، اور کودنا پھاندنا شروع کیا وہ سپاہی لیکا یک باہر نکل کے اُن پر جھپٹ پڑے، دو چار ہی خرمی قتل ہونے پائے تھے کہ سب بھاگ کھڑے ہوئے اور ایسی ہمت ہار کے بھاگے تھے کہ پھر ادھر کا رُخ نہ کیا۔

یہ قلعہ بنا لینے کے بعد افشین نے حملے کی کارروائی شروع کر دی۔ اُس کا اصلی منشا یہ تھا کہ بذ کے قریب ہی لشکر اسلام کے لئے کوئی پناہ لینے کی جگہ پیدا ہو جائے۔ بابک نے چاروں طرف سرنگیں کھود کھود کے ایسے ایسے راستے بنا رکھے تھے کہ اُس کے مقابلے میں مسلمانوں کے لئے ہر قدم پہ خطرہ تھا۔ اب یہ مضبوط مامن پیدا کر لینے کے بعد اُس نے اپنی فوج مرتب کی۔ پورا اندازہ کیا کہ اس کے جھنڈے کے نیچے کتنے سپاہی ہیں۔ پھر اُن کو مختلف لشکروں میں تقسیم کیا۔ بذ کے گرد جا بجا ان لشکروں کے ٹھہرنے کیلئے مقامات مقرر کر دیے

اور حکم دیدیا کہ جو گروہ جہاں مامور کیا گیا ہے وہاں سے بغیر حکم کے نہ ہٹے۔ اس انتظام کے ساتھ ہی لڑائی شروع ہوئی۔ عساکر خلافت بُذ کی طرف بڑھتے اور خرمی انکو روکتے۔ لڑائی میں چند روز تک یہ معمول رہا کہ افشین تڑکے منہ اندھیرے فریضۂ فجر ادا کرتا۔ اور اسکے بعد طبل بجواتا ہوا اپنی جگہ سے چلتا۔ اُن تمام افسروں کے مقررہ مقامات کا دورہ کرتا جہاں وہ ٹھہرائے گئے تھے! اور دیکھتا وہ کیا کر رہے ہیں۔ جب تک وہ چلتا رہتا طبل بجایا کرتا اور جہاں کہیں ٹھہر جاتا طبل کا بجنا موقوف ہو جاتا۔ طبل کی آواز اس بات کا اشارہ تھی کہ سپہ سالار عساکر خلافت حرکت میں ہے۔ اس اشارے کی ضرورت یہ تھی کہ فوج بہت تھی اور اسکے مختلف حصّے ایسے ایسے مقامات میں پھیلے ہوئے تھے جہاں سے وہ افشین کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ ان دوروں میں افشین آہستہ آہستہ سبقت کرتا۔ راستے میں جہاں کوئی امیر اور کوہبان مل جاتا ٹھہر کے اُس سے باتیں کرنے لگتا اور ساتھ ہی طبل کا بجنا بھی موقوف ہو جاتا۔ اُس دورے کے درمیان میں معمولاً بڑھتے بڑھتے وہ اُس مقام تک پہونچ جاتا جہاں سال گذشتہ میں اُسے بابکیوں کے مقابلے میں شکست ہوئی تھی اور ہٹنا پڑا تھا۔

ان لڑائیوں کے دوران میں افشین ایک کارروائی یہ کرتا کہ کوہ "نجار خذاہ" کے عقب میں ایک ہزار سوار اور چھ سو پیدل بھیج دیتا کہ اس طرف سے بابکیوں کا راستہ روکے رہیں۔ کیونکہ اندیشہ تھا کہ عساکر خلافت کی واپسی کے وقت خرمی لوگ اُدھر سے آکے اُن کا راستہ نہ روک دیں۔ بابک کا یہ معمول تھا کہ اسی کے قریب کسی وادی میں کچھ لوگ گھات میں چھپا کے بٹھا دیتا جہاں سے لڑائی کے وہ لوگ ناگہاں نکل پڑتے اور کسی کی سمجھ میں نہ آتا کہ یکایک یہ لوگ کہاں سے نکل آئے بارہا لڑائی میں عین کامیابی کے وقت یہ لوگ نکل پڑے اور مسلمانوں کو انھیں دیکھتے ہی پیچھے ہٹنا پڑا۔ افشین نے جاسوسوں اور کوہبانوں سے اس کمین گاہ کا ہر اد پتہ لگانا چاہا مگر کچھ حال نہ معلوم ہوا۔

افشین اس لڑائی میں باناغہ ابو سعید کو ایک فوج کے ساتھ جعفر خیاط کو ایک فوج کے ساتھ ۔ اور احمد بن جنبل کو ایک فوج کے ساتھ جدا جدا راستوں سے حملہ کرنے کا حکم دیتا اور تاکید کرتا کہ آہستہ آہستہ بڑھیں۔ جس وقت یہ فوجیں بڑھتیں بابک اپنی تھوڑی سی فوج کو اُن کے مقابلے پہ نکالتا جو لوگ راستہ روک کے کھڑے ہو جاتے کہ کسی کو شہر بدّ کے پھاٹک تک نہ آنے دیں۔ اسکی زیادہ فوج کمین گاہ میں رہتی اور جو لوگ سامنے آ کے مقابل ہوتے تھوڑے ہی ہوتے۔

افشین لڑائی شروع ہونے سے پہلے ایک بلند ٹیلے پہ جا کے ٹھہر جاتا جہاں سے بدّ کے فصیل اور بابک کا قصر نظر آتا ۔ اس کے بیٹھتے ہی مسلمانوں کی فوجیں مختلف حصّوں میں بٹ کے بڑھتیں۔ خود اُس کے گارد کے رسالے گھوڑوں سے اُتر کے ایک وادی کی طرف بڑھتے۔ دیگر اطراف میں ابو سعید جعفر خیاط اور احمد بن جنبل کی فوجیں دشمنوں پہ دھاوا کرتیں۔ اور شہر بدّ کے قریباً تک پہونچ جاتیں یہ سب فوجیں بڑھتے بڑھتے کوہ بجارا خذاہ تک جاتیں۔ ادرادھر سے جو خرمی کمین گاہ سے نکلتے تھے اُن کے خوف سے وہیں تک جا کے پلٹ آتیں۔ بابک کا معمول تھا کہ لڑائی کے وقت وہ اور اُس کے رفقا خوب جی کھول کے شرابیں پیتے اور اُس کے پاس روشن چوکی بجتی رہتی۔

حملے کی کارروائی کو افشین ظہر کے وقت تک جاری رکھتا۔ اپنے بلند ٹیلے پہ ظہر کی نماز پڑھتے ہی وہ فوج کو واپسی کا حکم دیتا۔ حملہ آور جب پلٹتے تو خرمی بہت خوش ہوتے اور زور و شور سے خوشی کے نعرے لگاتے۔

پندرھواں باب

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

ان لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا جو فی الحقیقت اصلی حملے کی تمہید تھیں افشین اپنے بلند ٹیلے پر ایک قالین بچھائے بیٹھا تھا اور علی بن فضل پاس بیٹھا اُس سے باتیں کر رہا تھا۔ لڑائی کا رنگ دیکھتے دیکھتے علی نے ایک آہ سرد بھری اور آبدیدہ ہو گیا۔ افشین نے اُسے ملول دیکھ کے تسلّی دینے کے طور پہ کہا: "آپ پریشان نہ ہوں۔ قلعہ بذ کو ہم فتح ہی کیا چاہتے ہیں۔ اور وعدہ کرتے ہیں کہ بابک خرمی کو گرفتار کر کے اُسے اور اُس کے محل کی تمام پری جمال و نازک اندام مہ جبینوں کو آپ کے حوالے کر دیں گے۔"

علی: "کیا اس طرح مجھے ریحانہ مل جائے گی؟"

افشین: "ریحانہ نہ ملے گی تو یہ لڑائی کبھی ختم نہ ہو گی۔ اُنھیں کی جستجو میں تو یہ معرکہ آرائیاں ہو رہی ہیں، اور ہاں کل مجھے اُڑتی سی خبر ملی ہے کہ ریحانہ بذ میں موجود ہیں۔"

علی: "کیا کسی معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے؟"

افشیں: "ایک جاسوس یہ خبر لایا تھا مگر اُس کو نہ یہ معلوم ہو سکا کہ کب آئیں، اور نہ یہ پتہ لگا کہ کیونکر آئیں۔ اور اسی وجہ سے مجھے اُس کے کہنے کا زیادہ یقین نہیں ہے۔ کاش ماہ آفرید پھر ایک بار ملتی۔ مگر وہ کمبخت بابک کی ساقیہ ہے۔ اُسے چھوڑ کے کہیں جاتی ہی نہیں۔ میرے جاسوسوں اور کوہبانوں نے اُس کو بہت تلاش کیا۔ کہیں بھی قلعے کے باہر ملتی تو فوراً پکڑ لائی جاتی۔"

علی: "وہ آئے گی بھی تو بتا دے گی؟ ہرگز نہیں۔"

افشیں: "مگر وہ کچھ عجیب مزاج کی بیوقوف سی عورت ہے، کہ میں اُس کے بیان سے ضرور پتہ لگا لیتا۔"

اب ظہر کا وقت آچکا تھا۔ معمولی قرارداد کے مطابق مسلمان فوجیں واپس چلیں، اور خرمیوں کے گروہ سے روز کی عادت کے مطابق روز کے نعرے بلند ہونے لگے۔ وہ تمام فوجیں جو اِدھر اُدھر کے پہلوؤں پر حملہ کر رہی تھیں پلٹ آئیں۔ مگر جعفر خیاط کا لشکر جو بذ کے پھاٹک کے قریب پہونچ گیا تھا۔ نہیں پلٹا۔ جعفر اپنے ہمراہیوں کو واپسی کا حکم دینے ہی کو تھا کہ ناگہاں شہر کا پھاٹک کھلا۔ اور اُس میں سے خرمیوں کے ایک زبردست گروہ نے نکل کے جعفر کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ دونوں حریفوں میں سخت خوں ریزی ہونے لگی اور لڑائی کا شور و ہنگامہ زور سے بلند ہوا۔

جعفر جو اپنے عہد کے بے نظیر شجاعان عرب میں سے تھا طیش میں آکے خود بھی جھپٹ پڑا۔ خرمیوں کو مار کے ہٹا دیا۔ اور اپنے لشکر کے ساتھ بابکیوں کو مارتا بھگاتا ہوا پھاٹک میں جا پہونچا۔ لڑائی کا یہ رنگ اور جعفر کی یہ تیزی افشیں نے دیکھی تو بے اختیار کہہ اٹھا "غضب ہوا

بابکیوں کی حالت اور اس مقام کی دشواریوں کو میں جانتا ہوں جعفر نہیں جانتا۔ بہ ظاہر وہ کامیاب ہو کے بڑھ رہا ہے۔ مگر اصل میں ساعت بہ ساعت ہلاکت و تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ اور افسوس کے اپنے ساتھ اور بہت سے مسلمانوں کو بھی قعر ہلاکت میں ڈھکیلنے کے واسطے لئے جاتا ہے۔ افسوس اپنی غلطی سے اُس نے میرا سارا منصوبہ بگاڑ دیا۔ یہ کہتا تھا، اور ہونٹ چبا تا تھا۔

اب لڑائی کا جوش و خروش اور بڑھا۔ اور قلعۂ بذ کے پھاٹک پر سخت لڑائی ہونے لگی۔ جعفر خیاط کی کوشش تھی کہ اسی حملہ میں بذ کے اندر گھس پڑوں۔ بابکی جان پر کھیل کے اپنے قلعے کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ خود بابک مع اپنے رفقا کے پھاٹک کے باہر نکل آیا تھا۔ ساقیہ بار بار جام شراب دیتی اور نشۂ صہبا میں جھوم جھوم کے اپنے بہادروں کو للکارتا۔ اب قلعے کے تمام خرمی سپاہی نکل پڑنے سے جعفر کا حملہ کمزور پڑنے لگا تھا، اس حالت کو دیکھ کے عساکر اسلام کے تمام سپاہی حملہ کرنے کے لئے بیتاب تھے اور منتظر تھے کہ افشین حکم دے تو سب کے سب قلعے پر جا پڑیں۔ مگر افشین کسی طرح فوج کو بڑھنے اور جعفر کی مدد کرنے کا حکم نہ دیتا تھا۔ آخر اُن مجاہدین کو جو محض ثواب آخرت کے لئے اس مہم میں شریک تھے ضبط کی تاب نہ رہی۔ بے اختیار بغیر سپہ سالار سے اجازت لئے حملہ کر دیا۔ اور اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے قلعہ بذ کے پھاٹک پہ جا پہونچے۔ جہاں قیامت خیز ہنگامہ بپا تھا، اور موت کا فرشتہ بڑی سرعت کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ ان مجاہدین کے پہونچ جانے سے جعفر کے ہمراہیوں میں زیادہ زور پیدا ہو گیا۔ اور خرمیوں کو مارتے ہٹاتے ہوئے وہ پھاٹک اور فصیل

کے پاس جا پہونچے۔ شہر پناہ کی دیوار کو تھوڑا بہت نقصان پہونچا دیا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب وہ دیواروں پر چڑھ کے قلعے کے اندر داخل ہوا ہی چاہتے ہیں، مگر افشیں کی برہمی و بیقراری کی وہی حالت تھی۔

اسی حالت میں جعفر کا ایک سوار سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا اور گھاٹیوں اور غاروں کو پھاندتا ہوا افشیں کے پاس آیا اور عرض کیا: "جعفر چاہتے ہیں کہ حضور اس وقت پانچ سو پیدل سپاہیوں سے اُن کی مدد کریں۔ اور کہتے ہیں کہ" اب میں قلعۂ بذ کے اندر داخل ہونے ہی کو ہوں"۔

اس کے جواب میں افشیں نے برہمی کے ساتھ کہا: "جعفر نے بڑی بھاری غلطی کی؟ اس حملے میں کامیابی غیر ممکن ہے اور نقصان یقینی۔ وہ حماقت سے بغیر مجھ سے مشورہ کئے موت کے منہ میں چلے گئے ہیں اور اپنے ساتھ اور بھی بہت سے مسلمانوں کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ لہذا جتنے لوگوں کو وہ ضائع کرنے کے لئے وہاں لے گئے ہیں۔ اُن سے زیادہ مسلمانوں کی جانیں ضائع کرنے کی میں ہرگز اجازت نہیں دے سکتا۔ اُن سے کہہ دو کہ اس احمقانہ حملے سے باز آئیں اور خیریت اسی میں ہے کہ آہستہ آہستہ لڑتے ہوئے واپس چلے آئیں"۔

یہ جواب سن کے علی بن فضل نے جو افشیں کے پاس بیٹھا تھا۔۔۔ کہا "میرے نزدیک تو اس نازک موقع پر جعفر کی ضرور مدد کرنی چاہیئے"۔

افشیں "لیکن جب مدد کرنے میں فتح اور کامیابی کی امید بھی ہو۔ مجھے تو اُن لوگوں کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ جو اس وقت بے خبری اور حماقت کے نشے میں مصروف پیکار ہیں۔ جعفر اگر میرے مشورے کے مطابق آہستہ آہستہ لڑتا ہوا واپس آئے تو سمجھنا چاہیئے خوش نصیب ہے"۔

علی: "آخر کیوں۔؟"

افشین: "اس کو آپ دم بھر میں دیکھ لیں گے۔ آپ نہیں جانتے کہ بابک کتنا خطرناک شخص ہے۔ اور اپنے قلعے کے بچانے کی اس نے کیا کیا تدبیریں کر رکھی ہیں۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں، کہ ناگہاں تجار راخذہ کی پہاڑی کے عقب سے جو قلعۂ بذ کی داہنی جانب تھی، اور ایک دوسری پہاڑی سے جو شہر کے دوسرے پہلو پہ تھی خرمیوں کا بے شمار لشکر نکل پڑا۔ اور معلوم ہوا کہ جیسے اس ٹڈی دَل کو وہیں کی زمین نے اُگل دیا ہے۔ یہ دونوں خرمی لشکر دونوں جانب سے چھٹے کہ جعفر اور اُس کے ہمراہیوں کا واپسی کا راستہ روک دیں۔ اور اُن سب کو اپنے حلقے میں کر کے بذ کے پھاٹک ہی پہ مار لیں۔ کثیر التعداد دشمنوں کو نکلتے دیکھ کے علی کانپ گیا، اور بے اختیار کہہ اُٹھا: "آپ سچ کہتے تھے۔ جعفر نے بڑی غلطی کی۔"

مگر اب افشین کو جواب دینے کی فرصت نہ تھی۔ گھبرا کے اُٹھ کے کھڑا ہو گیا اور علمدار سے جو پیچھے تھا، جھنڈا چھین کے اُسے دونوں ہاتھوں سے ہلانے لگا۔ یہ اشارہ ہوتے ہی اُس کے گارد کے سوار اور تمام پیدل پلٹنیں سب بذ کے پھاٹک کی طرف چلیں، اُن کی سست رفتار دیکھ کے افشین نے جھنڈا زور زور سے اور جلدی جلدی ہلایا۔ اور تمام حملہ آور فوجیں چاروں طرف سے دوڑنے لگیں۔

دشمنوں کی اس ازغیبی فوج کو اپنے پشت پر آتے دیکھ کے جعفر خیاط بھی گھبرا گیا۔ فوراً جھنڈی ہلا کے اپنے ساتھیوں اور مجاہدین کو واپسی کا حکم دیا۔ لیکن یہ بڑی عقلمندی کی کہ بجائے بھاگنے کے شہر والے حریفوں سے

لڑتا ہوا اور اُن کو تعاقب سے روکتا ہوا پلٹا۔ جس مقام پر اُن سب فوجوں کا اجتماع ہوا، یعنی اُدھر سے جعفر اور مجاہدین ممالک اسلام آئے۔ داہنے بائیں خرمیوں کی کمیں گاہوں کی فوج میں پہونچی، اور اِدھر سے عساکر خلافت نے نرغہ کیا۔ وہاں بڑی خونریزی ہوئی اور جعفر کو موقع مل گیا کہ جب افشیں کا لشکر داہنے بائیں پہلو کے خرمیوں کو شکست دے کے بھگائے وہ اپنے تعاقب کرنے والے خرمیوں سے جو شہر سے نکل کے آئے تھے، اور اُن کا سردار خود بابک تھا۔ باہر ہی سے مقابلہ کر رہا ہے۔ آخر دونوں جانب کے کمیں گاہ سے آنے والے خرمی شکست کھا کے بھاگے۔ افشیں کی شاہی فوج کے سواروں نے دونوں جانب اُن کا تعاقب کیا۔ اور پیدلوں نے جعفر کے ساتھ مل کے بابک کے ساتھیوں پر اس زور سے حملہ کیا کہ وہ بھی بھاگ کھڑا ہوا قلعہ کا پھاٹک اُس کے پہونچنے سے پہلے ہی بند کر لیا گیا۔ اور بابک اور اُس کے ہمراہی شہر پناہ کے پاس پہونچ کے اِدھر اُدھر فصیل کے نیچے بھاگے۔ جعفر نے پھاٹک پر پہونچ کے پھر شہر پر دھاوا کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اب کی فصیل کے اُوپر سے خرمیوں نے اس شدت سے تیر بازی و سنگباری کی کہ مسلمانوں کو گھبرا کر پیچھے ہٹنا پڑا، اور اتنے میں بابک اور اُس کے رفقا فصیل کے نیچے پہونچ کے غائب ہو گئے۔

اب مجبوراً جعفر اور تمام شاہی فوجیں واپس آئیں اور سب نے اپنے قلعۂ کوہ کے نئے قلعے میں داخل ہو کے آرام لیا۔ اس ہنگامے کے موقوف ہونے کے بعد افشیں نے علی سے کہا: "جعفر خیاط نے تو بڑی غلطی کی تھی جس کے خطروں سے خدا نے بچایا۔ مگر اُن کی اس غلطی سے مجھے بڑا فائدہ ہوا۔ میں مہینے بھر سے اسی فکر میں تھا کہ ہمیشہ لڑائی چھیڑنے کے بعد اور بذ کی طرف بڑھتے

وقت خرمیوں کی فوجیں ہر جانب سے یک بیک نکل پڑتی ہیں، وہ کہاں سے آتی ہیں۔ آج مجھے اُن کی دونوں کمین گاہیں معلوم ہوگئیں۔ اور اب میں اس کا انتظام کر لوں گا۔ یہ کہتے کہتے اپنے نئے مامن میں داخل ہوگیا، اور دونوں آرام لینے کے لئے اپنے خیموں میں گئے۔ شام تک سب نے قلعے کے اندر ٹھہر کے آرام کیا۔ ہاتھ منہ دھو کے کھانا کھایا۔ نمازیں پڑھیں۔ خضوع قلب سے فتح کی دُعائیں مانگیں، اور افسران فوج تیار ہو گئے کہ بعد مغرب کونسل میں شریک ہوں۔
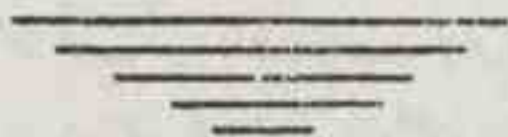
سولھواں باب

لعل گمشدہ کا پتہ

رات کا وقت ہے۔ اور مشاطۂ قدرت نے ایک مشرقی پہاڑی کے سر کو اُس کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کے بدرِ کامل کا تاج پہنا دیا ہے۔ ماہتاب کی روشنی افشین کے نئے قلعے یا ماسن میں پہونچی ہے، اور اُس روشنی میں اُس کے خیمے کے آگے ایک وسیع شامیانے کے نیچے فوجی کونسل جمع ہو رہی ہے۔ سردارانِ فوج نمازِ مغرب پڑھ کے اور کھانے پینے سے فارغ ہو کے آتے جاتے ہیں، اور ہر شخص آج کی خوفناک لڑائی کے وہ واقعات بیان کر رہا ہے جو اُس پہ گذرے ہیں۔

اتنے میں جعفر خیاط اور مجاہدینِ اسلام کا سرگروہ عثمان بن نعمان صقلی آئے۔ افشین نے اُٹھ کے اُن کی تعظیم کی۔ اور اپنے برابر بٹھا لیا۔ جعفر کے چہرے سے ناراضی کے آثار نمایاں ہیں، جو افشین کے اس خلق سے بھی نہیں دور ہوئے۔ چنانچہ اُس نے بیٹھتے ہی کہا: "آپ نے آج میرے ساتھیوں کے ہلاک کرانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ پانچ سو سپاہی

بھی کوئی چیز ہیں؟ مگر آپ نے اُن کے بھیجنے میں بھی بخل کیا!"
افشیں۔ (مسکرا کے اور متانت سے) پانچ سو سمجھئے تو بڑی چیز ہیں۔ مجھے مسلمانوں کی جانیں اس قدر عزیز ہیں کہ ایک سپاہی کو بھی کسی کی غلطی پر قربان کرنے کے لئے موت کے منہ میں نہیں بھیج سکتا۔ میں ایک سال سے ان پہاڑوں میں ہوں۔ خرمیوں کی حرکتوں اور بابک خرمی کی مکاریوں سے خوب واقف ہو چکا ہوں اور آپ ابھی نئے نئے بغداد سے چلے آتے ہیں۔ آپ کو کیا خبر کہ خرمیوں نے ان پہاڑوں کو کیا سے کیا بنا دیا ہے۔ مجھے اندیشہ لگا رہتا ہے کہ یہی زمین جس پر میں بیٹھا ہوں، اس کے نیچے بھی ان لوگوں نے کوئی سرنگ نہ لگا رکھی ہو۔ ان اسباب سے سخت ضرورت تھی کہ آپ شہر بذ کے پھاٹک پر حملہ کرنے سے پہلے مجھ سے مشورہ کر لیتے۔ بخلاف اس کے آپ نے بغیر میری اجازت کے حملہ کر دیا۔ اور سمجھے کہ تھوڑے سے خرمی ہیں۔ جو آپ کو محض دھوکا دے رہے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ آپ کے ساتھ ساتھ سارا لشکر اسلام وہاں پہونچ جائے۔ اسی خیال سے انہوں نے شہر پناہ کے اوپر سے سنگساری و تیر افگنی بھی نہیں کی۔ تاکہ آپ کو شہر کا فتح کر لینا آسان نظر آئے۔ وہ منتظر تھے کہ سارا لشکر اسلام پھاٹک پر پہونچ لے تو کمین گاہ سے اُن کی فوجیں نکلیں۔ ساتھ ہی قلعے سے بھی وہ پوری قوت سے نکل پڑیں، اور سارے لشکر اسلام کو دم بھر میں گھیر کے فنا کر دیں۔ آپ اُن کے اس فریب کو سمجھے نہ تھے اور برابر بڑھتے جاتے تھے۔ ایسی حالت میں آپ کی کمک کے لئے بھیج کے میں اپنی بہادر فوج کو کیسے ضائع کر سکتا تھا؟۔ مگر مجاہدین جن میں جوشِ شجاعت اور دینی حمیت کے سوا عقل اور عاقبت اندیشی نام کو بھی نہیں ہے۔

دینی حمیت کے جوش میں بغیر مجھ سے اجازت لئے آپ کے پاس پہونچ گئے۔ اُن کے پہونچتے ہی آپ نے دیکھ لیا کہ آپ کے پیچھے دونوں پہلوؤں سے خرمیوں کا ایک ٹڈی دَل نکل پڑا۔ اور آپ کی حالت کس قدر نازک ہو گئی؟ اُس وقت مجھے مناسب معلوم ہوا کہ ساری فوج سے آپ کی مدد دی جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا، اور خدا نے آپ کو خطرے سے بچایا اور فتح یاب کیا۔ بہ خلاف اس کے اگر آپ کے مانگنے سے اور خرمیوں کے کمین گاہ سے نکلنے کے پہلے ہی یہ فوج پہونچ جاتی تو سارا لشکر اسلام تباہ ہو جاتا۔"

اُس وقت مجاہدین اسلام میں سے ایک بہادر شخص نے ایک خشک گارے بھرا بڑا سا پتھر افشیں کے سامنے لاکے ڈال دیا۔ اور کہا "دیکھئے ہم شہر بُذ کی دیوار سے یہ پتھر توڑ لائے ہیں!"

افشیں۔ "آپ کی جواں مردی میں شک نہیں۔ مگر جب آپ پلٹے ہیں اُس وقت آپ کو اور سب کو نظر آ گیا، کہ آپ کتنے بڑے خطرے میں پڑ گئے تھے!"

جعفر۔ "جو کچھ ہو مگر آپ کو مسلمانوں کی مدد کرنا چاہیے تھی!"

افشیں۔ "تو کیا میں نے مدد نہیں کی؟۔ میری ہی مدد تھی، جو آپ کو موت کے منہ سے نکال لائی۔ مگر ہاں میں نے اُس وقت مدد کی جب مدد کا وقت.... آیا، جس وقت آپ نے مدد مانگی ہے اس وقت میرے نزدیک مدد کا وقت نہ تھا۔ بلکہ جو سپاہی آپ کے پاس جاتے اُن کو بھی ہلاک کرنا تھا!"

اب مجاہدین میں سے چند لوگوں نے شکایت کی کہ "فوج میں رسد کا انتظام اچھا نہیں۔ ہم لوگوں میں سے اکثر لوگ فاقے کر رہے ہیں۔ اور ہم

ہی نہیں شاہی لشکروں میں بھی کھانے کی قلت ہے۔ آپ کو اس کا انتظام کرنا چاہیئے۔"

افشین: "جہاں تک بن پڑتا ہے رسد منگوانے میں کمی نہیں کی جاتی ..... مگر جب سے ہم نے اُس بلند قلعہ کوہ پر قیام کیا ہے، کافی مقدار میں غلہ کا یہاں تک لانا غیر ممکن ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ روزانہ لڑائی ہوتی ہے تاہم جہاں تک بنتا ہے شاہی فوج کو جو ہمارے ساتھ آئی ہے تھوڑی بہت غذا ضرور دی جاتی ہے۔ رہے اپنی خوشی سے آنے والے مجاہدین تو وہ اپنے ذرائع معیشت کے خود ہی ذمہ دار ہیں۔ ہم پر اُن کا بار نہ ہونا چاہیئے اس سے پیشتر جہاں تک بنا ان کو بھی رسد پہنچائی گئی۔ لیکن اب یہ دشوار ہے اس لئے میں صاف کہے دیتا ہوں کہ آپ لوگ صبر کریں۔ بلکہ خوب اندازہ کرلیں کہ کون کون صاحب کمی غذا یا بھوک یا فاقوں کو برداشت کرسکتے ہیں۔ جن صاحبوں کو صبر کی طاقت ہو، رہیں۔ اور جو برداشت نہ کرسکتے ہوں اُن کے لئے واپسی کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ بے تکلف چلے جائیں امیر المومنین کا لشکر اس مہم کے لئے اکیلا کافی ہے۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک شخص نے کہا: "مجاہدین کے ساتھ ایک ولی اللہ بزرگ ہیں۔ انھوں نے کل ایک خواب دیکھا ہے۔ جس سے تمام مجاہدوں میں ایک شورش پیدا ہوگئی ہے۔ افشین نے فوراً اُن بزرگ کو بلوا کے اُن کا خواب پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ "میں نے دیکھا کہ حضرت رسول خدا صلعم تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ "افشین سے جا کے کہدو فوراً لڑائی چھیڑ اور تاخیر مت کر۔ ورنہ پہاڑوں کو حکم دوں گا کہ تجھ پر سنگباری کریں۔" افشین یہ سن کے آبدیدہ ہوگیا۔ اور کہا: "میری نیت کا حال خدا

ہی خوب جانتا ہے، اور نیز اس بات کو کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اُس میں کیا مصلحت ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر حضرت سرورِ عالم پہاڑوں کو سنگساری کا حکم دیں گے تو مجھ پہ نہیں بلکہ اس کافر مشرک اور مدعی ربوبیت پہ جس نے مسلمانوں کو پریشان کر رکھا ہے۔"

افشین کے یہ الفاظ سُن کے مجاہدین جو اُس کے پہلے ہی جواب .... پہ پہ برافروختہ ہو رہے تھے ناراضی کے ساتھ اُٹھ کے واپس چلے۔ اور اُن میں سے بعض چلا چلا کے کہتے جاتے تھے: "سردار افشین ہمیں اور جعفر کو لڑنے دیں تو ہم شہر بذ کو فتح کر لیں۔" اب سب مجاہدین اُٹھ کے چلے گئے اور افشین حیران بیٹھا تھا کہ ایک سپاہی نے ایک عورت کو لا کے افشین کے سامنے پیش کیا اور کہا: "حضور جس وقت بابک بھاگا ہے اور اپنے قلعہ کی دیوار کے نیچے پہنچا ہے۔ اس وقت اس عورت نے اُسے لا کے شراب کا جام دیا۔.... قریب تھا کہ میں ایک بڑا سا پتھر کھینچ مار کے بابک کا کام تمام کر دوں۔ مگر پتھر بچائے بابک کے اُس کی اِس ساقیہ کے لگا، اور یہ غش کھا کے گر پڑی۔ بہت سے خرمی جھپٹے کہ اُسے اُٹھا لے جائیں۔ مگر ہم نے حملہ کر کے انھیں ہٹا دیا، اور اگرچہ شہر پناہ سے برابر پتھر برس رہے تھے اور میں نے چوٹ بھی کھائی مگر اسے نہ چھوڑا جان پہ کھیل کے اٹھا ہی لایا۔ شام تک یہ میرے خیمے میں بے ہوش پڑی رہی اس وقت ہوش آیا تو حضور کے سامنے لے آیا۔ حضور کا حکم ہے کہ جو خرمی عورت پکڑی جائے حضور کے سامنے ضرور پیش ہو، اس لئے حاضر ہے۔

افشین۔ (حیرت و جوش کے ساتھ) "یہ بابک کی ساقیہ ہے!"

سپاہی: "میں یہ تو نہیں جانتا کہ یہ اُس کی ساقیہ ہے۔ یا کون ہے مگر میرے سامنے اِس نے اُسے جام شراب ضرور پلایا تھا۔"

افشیں نے اُس عورت کو قریب بلوایا۔ غور سے اس کی صورت دیکھی۔ اس پر بھی اطمینان نہ ہوا تو مشعل منگوا کے اُس کے منہ کے سامنے کی اور پہچان کے بولا "خوب ملیں!"

عورت "ہاں خوب ملی۔ میں خود ہی اقرار کر چکی ہوں، کہ مسلمانوں کی دشمن ہوں، بہتوں کے کلیجے چبا چکی ہوں۔ پھر دیر کس بات کی قتل کا حکم دیجئے۔"

افشیں۔ (مسکرا کے) ہونا تو یہی چاہئے۔ مگر جس طرح میں جانتا ہوں کہ تم مسلمانوں کے خون کی پیاسی اور اُن کے کلیجوں کی بھوکی ہو۔ ویسے ہی تم یہ بھی جانتی کہ میں تمہاری صورت پر فریفتہ اور تمہاری زلف گرہ گیر کا اسیر ہوں۔ پہلے تم میرے ساتھ میرے خیمے میں چلو گی، میری دعوت کھاؤ گی۔ پھر اُس کے بعد جو کچھ مناسب ہوگا عمل میں آئے گا۔"

عورت "یہ نہ ہوگا۔ اور اس تمنا کو آپ اپنے ساتھ قبر میں لے جائیں گے۔"

افشیں "ماہ آفرید۔ تم بے شک اپنے نام کے مطابق چاند کی بیٹی اور مہ پارہ ہو، مگر تم میں چاند کی سی وفاداری کیوں نہیں۔ چاند ہر شب کو آتا، اور ہماری صحبت میں شریک ہوتا ہے۔ مگر تمہیں اپنی پیاری صورت دکھانے میں اتنا بخل ہے کہ گئیں تو پھر آنے کا نام نہ لیا۔"

افشیں کی ان باتوں کو سردارانِ فوج جو جمع تھے حیرت سے سُن رہے تھے۔ دل میں اگرچہ سب اس مذاق کو ناپسند کرتے تھے مگر زبان سے کوئی لفظ نکالنے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی۔ اب ماہ آفرید بیباکی سے افشیں کو بُرا بھلا کہہ رہی تھی۔ اور افشیں اسی طرح اس سے لگاوٹ کرتا اور اس پر اظہارِ عشق کرتا تھا۔ چنانچہ اسی جوش میں اُس نے ماہ آفرید کی زنجیریں کھلوا کے اُسے اپنے پہلو میں بٹھا

لیا۔ اور جو شخص اُسے لایا تھا اُس کی کارگزاری کی بہت تعریف کی۔ اور اُس کے حوصلہ کے مطابق انعام دے کے اُسے رخصت کر دیا۔

یہ کر کے افشیں نے مشورے اور کونسل کی کارروائی ختم کی۔ ماہ آفرید کا ہاتھ پکڑ کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور علی بن فضل کو بھی دربار ہی میں رخصت کر کے اپنے خیمے میں چلا گیا۔ جاتے وقت اس نے اپنے گارد کے افسر سے لے جا کے کہا۔ "اس عورت کی بیڑیاں اور ہتھکڑیاں میں نے کھلوا دی ہیں۔ تاکہ یہ اپنے آپ کو آزاد سمجھے۔ مگر تم اسے آزاد نہ خیال کرنا۔ پہرے کے تمام سپاہیوں کو تاکیدی حکم دیدو کہ یہ قلعے سے نکل کے نہ جانے پائے۔ چند آدمی خاص اس کی نگرانی پر مامور رہیں۔ اور خوب یاد رکھو کہ اگر یہ نکل گئی تو تم اس کے ذمہ دار ہوگے۔ اور اس کا معاوضہ تمہاری جان کے سوا اور کوئی چیز نہ ہو سکے گی۔"

خیمہ میں داخل ہو کے اُس نے ماہ آفرید کو پہلو میں بٹھایا اور کہا "تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے گذشتہ ملاقات میں رخصت ہوتے وقت تم سے التجا کی تھی کبھی ملتی ضرور رہنا، مگر افسوس تم نے اس کا خیال نہ کیا!"

ماہ آفرید: "مگر میں نے آنے کا وعدہ نہ کیا تھا!"

افشیں: "اور جو تم نے وعدہ کیا بھی ہوتا تو کیا اُسے پورا کرتیں؟ تم لوگوں سے وعدہ وفائی کی اُمید رکھنا حماقت ہے۔ خیر ہوگا کسی نہ کسی طرح ملاقات ہو ہی گئی۔ مگر میں زبان سے ادا نہیں کر سکتا کہ تم سے مل کر کس قدر خوشی حاصل ہوئی ہے۔ اچھا یہ تو بتاؤ، کہ تم تو یہاں چلی آئیں تمہارے آقا بابک کو وہاں شراب کون پلاتا ہوگا؟"

ماہ آفرید: "میرے نہ ہونے سے بیشک انھیں تکلیف ہوگی۔ مگر انکی تکلیف سے آپ کو کیا غرض؟"

افشیں: "ہاں مجھے انکی تکلیف کی پروا نہیں ہے تو بس یہ چاہتا ہوں کہ تمہیں تکلیف نہ ہو۔"

ماہ آفرید: "سب سے بڑا آرام تو آپ نے مجھے یہ پہونچایا کہ پکڑ بلایا۔"

افشین:"مگر یہ فعل میرا نہ تھا۔ جو شخص تم کو پکڑ لایا نہ میں نے اُس کو حکم دیا تھا۔ اور نہ یہ بات میرے خیال میں تھی کہ کوئی تم کو پا سکے گا۔ یہ فقط میرا جذب الفت ہے جو کسی نہ کسی بہانے تم کو یہاں کھینچ لایا۔

ماہ آفرید:"میں کہہ چکی کہ کسی مسلمان کے ساتھ میرا نباہ نہیں ہو سکتا۔ مجھے حضرت بابک نے جو آزادیاں دے رکھی ہیں، اور اُن کی عنایت سے جو مجھے آرام ملتا ہے وہ اور کہیں ممکن نہیں۔ اس لئے صاف صاف کہے دیتی ہوں کہ میرے ساتھ عشق و محبت ظاہر کرکے آپ کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور اگر میں زبردستی اور باندھ کے رکھی بھی گئی تو مجھ سے وفاداری کی اُمید نہ رکھئے گا۔"

افشین۔(ہنس کے)"تو میں وفادار معشوقہ چاہتا بھی نہیں۔ معشوقہ کو وفاداری سے کیا واسطہ؟ بیوفائی حسن کا جوہر ہے۔"

ماہ آفرید۔"اچھا اگر آپ میرے عاشق ہیں، تو مجھے بابک کے پاس پہونچا دیجئے۔"

افشین:"خوشی سے پہونچا دوں گا۔ لیکن آئی ہو تو دو تین دن رہو، چلی جانا۔"

ماہ آفرید:"دو تین دن کیسے؟۔ مجھے تو ایک گھڑی بھی یہاں لاکھ برس کے برابر ہے۔"

افشین:"اچھا میں پوچھتا ہوں بابک میں کون سی ایسی خوبی ہے جو تم اُن کے لئے دیوانی ہو رہی ہو۔ سُنتا ہوں اُن کے حرم میں سیکڑوں پری وش عورتیں بھری ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے معتقدوں کی بیویوں کو بھی وہ اپنے اوپر حلال سمجھتے ہیں۔ اُن کا یہ طریقہ دیکھ کے تمہیں رشک نہیں آتا؟"

ماہ آفرید: "ہرگز نہیں۔ انھیں جیسی محبت مجھ سے ہے کسی سے نہیں ہے۔ ہونے کو تو اُن کے لئے ہر عورت حلال و طیب ہے۔ مگر ان کی جو عنایت میرے حال پہ ہے کسی پہ نہیں۔ میں اُن کی ساقیہ بھی ہوں اور محبوبہ بھی۔ اسی وجہ سے قلعے کی ساری نگار رخ پری جمالیں مجھ پہ حسد کرتی ہیں۔ اور مجھے کسی پہ رشک کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔"

افشیں: "مگر تم تو کہتی تھیں کہ ریحانہ کو انھوں نے خاص اپنے لئے رکھا ہے۔ اور اس کے عشق میں بیتاب ہو رہے ہیں۔ یقین ہے کہ اب وہ اُن کے حرم میں داخل ہو گئی ہوگی۔ اُس پہ تمہیں ضرور رشک آیا ہوگا۔"

ماہ آفرید: "ہاں اس پہ مجھے رشک تھا۔ مگر اُس نے اپنی بیہودگی و نالائقی سے حضرت بابک کو ناراض کر دیا۔"

افشیں: "خفا! وہ کیونکر خفا کر سکتی ہے؟ وہ تو اُن کے بس میں ہے۔"

ماہ آفرید: "جی آپ کو نہیں معلوم۔ حضرت بابک کی محبت و عنایت کی بے قدری کر کے انھوں نے طرخان سے تعلق پیدا کیا۔ بھاگ کے اُس کے پاس مراغہ پہونچیں۔ وہاں پہونچتے ہی کسی اپنے ہم قوم یار آشنا کے ذریعہ سے اُسے قتل کر ڈالا۔ اور بھاگ کے بغداد چلی تھیں۔"

افشیں۔ عجیب تو کیا اب قلعۂ بذ میں نہیں ہیں؟

ماہ آفرید: "ہوتیں کیوں نہیں؟ ہمارے خدائی قوت رکھنے والے یزداں مظہر آقا کے ہاتھ سے بھلا کوئی بچ کے جا سکتا ہے؟ انھیں اپنے روحانی موکلوں سے معلوم ہو گیا کہ وہ مراغہ سے بغداد کو جا رہی ہیں، اور قصر شیریں میں ہیں۔ بس حکم ہوا اور وہی موکل جو یہ خبر لائے تھے گئے.... اُن کو راتوں رات اُٹھا لائے۔"

افشین: "اور پھر تمہارے لئے رشک وحسد کا سامان پیدا ہو گیا؟"
ماہ آفرید: "نہیں اب کے جو وہ آئیں تو معشوقہ بننے کے لئے نہیں بلکہ قید رہنے کے لئے۔ اب وہ زنجیروں میں بندھی ہوئی قید خانے میں بیٹھی.... رہتی ہیں۔"
افشین: "غالباً ریحانہ بابک کے محل ہی میں ہو گی؟"
ماہ آفرید: (آپ ہی آپ چونک کے) خوب آپ چپکے ہی چپکے سب باتیں پوچھے لیتے ہیں! نہیں میں ہرگز نہ بتاؤں گی۔"
افشین: "اچھا نہ بتاؤ۔ میں بھی اصرار نہیں کرتا۔" یہ کہہ کر اُس نے دسترخوان بچھوایا۔ اور ماہ آفرید کو اپنے ساتھ کھلا کے کہا "ماہ آفرید! کاش تم میری ہو جاتیں!"
ماہ آفرید: "یہ قیامت تک نہ ہو گا۔"
افشین: "اچھا وعدہ کرو کہ اگر میں قلعہ بذ کو فتح کر لوں، اور بابک کو پکڑ کے قتل کر ڈالوں تو اُس کے بعد تم خوشی سے میری ہو جاؤ گی۔"
ماہ آفرید۔ (قہقہہ مار کے) "تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ حضرت بابک کو شکست دے کے ہمارا قلعہ فتح کر لو گے؟ توبہ کرو بندے! یہ ممکن ہی نہیں۔ تم اور تمہارا لشکر انہیں پہاڑوں میں ٹکرا کے مر جائے گا، اور تمنا پوری نہ ہو گی۔ تم بندے کا نہیں خدا کا مقابلہ کر رہے ہو۔ اور خدا پر بھلا کوئی غالب آ سکتا ہے؟"
افشین: "بفرضِ محال میری یہ آرزو پوری ہو گئی تو تم وعدہ کرتی ہو؟"
ماہ آفرید: "میں ایسے محال کو فرض ہی نہیں کیا کرتی۔"
اب رات زیادہ آ گئی تھی اور صبح تڑکے اُٹھ کے لڑائی کا انتظام کرنا

تھا، افشیں نے ماہ آفرید کو اسی خیمے میں سلایا۔ اور خود دوسرے خیمہ میں جا کے اپنی بیوی شریں سے باتیں کرتے کرتے سو گیا!"

سترھواں باب

ایک ناکام حملہ

دوسری صبح کو افشین نماز پڑھ کے اپنے نو تعمیر قلعے سے باہر نکل رہا تھا کہ مجاہدین جو رات کی کارروائی سے مایوس ہو گئے تھے ان میں کا ایک شخص سامنے آیا اور چلایا "یا امیر! اگر شہادت کا وقت آ ہی گیا ہے۔ تو ہمیں اس سے محروم نہ رکھیے۔ ہم لوگ فقط ثواب آخرت کے لئے یہاں آئے ہیں۔ آپ کے خیال میں شاہی فوج کے لئے حملہ کرنے میں اگر خطرہ ہے تو اکیلے ہم ہی کو میدان میں جانے دیجیے۔ شاید خدا ہمارے ہی ہاتھ سے اس قلعے کو فتح کرا دے۔ ہم بغیر آپ کی اجازت کے حملہ نہیں کر سکتے۔ جو مذہباً ناجائز ہے اور اسی لئے آپ سے حملہ کی اجازت چاہتے ہیں۔"

اس مجاہد کی التجا نے افشین کے دل پر بڑا اثر کیا۔ دیر تک سر جھکا کے

سوچتا اور غور کرتا رہا پھر اس کی طرف نظر اٹھا کے کہا۔" میں تم لوگوں کے سچے جوش دینی اور خالص نیتوں سے بخوبی واقف ہوں، اور جب تمہارے سے صادق الایمان مجاہد میرے جھنڈے کے نیچے ہیں تو فتح ہو ہی کے رہے گی۔ دراصل ابھی میری رائے نہ تھی کہ بذ پر دھاوا شروع کر دیا جائے اس لئے کہ بابک خرمی بڑا مکار و متفنّی ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس کے بعض فریبوں کا ابھی ہمیں پتہ نہ لگا ہو۔ لیکن خیر اب آپ لوگوں کو اصرار ہے اور صبر و انتظار کی آپ تاب نہیں لا سکتے۔ تو میں اپنی رائے بدلے دیتا ہوں۔ اچھا خدا پر بھروسہ کر کے حملے کی تاریخ مقرر کرو تاکہ ہم تم ایک ساتھ حملہ کریں۔"

افشین کا یہ جواب سُن کر تمام مجاہدین خوش ہو گئے۔ اسی ہفتے میں ایک دن حملے کا قرار پا گیا۔ جو مجاہدین دو چار روز بھی صبر نہ کر سکتے تھے۔ ان کو واپسی کا پورا موقع دیا گیا اور مدد دی گئی کہ امن و امان کے ساتھ خطرناک مقامات سے نکل جائیں۔ اس کے ساتھ ہی افشین نے فوجوں کی ترتیب اور حملے کے انتظامات شروع کر دیئے۔ چونکہ حملے میں فوجوں کو دور دور کی گھاٹیوں سے گذرنا اور اپنے مرکز سے فاصلے پر نکل جانا تھا اس لئے انتظام کیا کہ رسد کا سامان کافی مقدار میں ہر حصۂ فوج کے ساتھ موجود رہے بہت سے خچر اور گدھے جو پہلے سے فراہم کر رکھے تھے۔ ان پر غلہ اور خوراک کا سامان لدوا یا گیا۔ تاکہ جہاں بھوک لگے سپاہی کھانا کھا لیں ہزاروں محملیں بنوا کے خچروں کی پیٹھوں پر کسی گئیں تاکہ زخمی ان پر لاد کے اپنے مامن میں پہونچائے جائیں۔ اور وہاں اطمینان سے ان کی مرہم پٹی ہو۔

انھیں انتظامات میں حملے کا دن آ گیا۔ افشین اسی بلند مقام پر جا کے بیٹھا جہاں روز بیٹھا کرتا تھا۔ اور جہاں سے قلعۂ بذ اور میدان جنگ کا زیادہ حصّہ نظر آتا تھا اور ابودلف کو بھیج کے مجاہدین کے پاس کہلا بھیجا "آپ لوگ جس سمت سے حملہ کرنا آسان سمجھیں اس طرف کے حملے کو اپنے ذمّے لیں اور اس کے سوا آپ اور کسی جانب رُخ نہ کریں۔ سرنگیں اڑانے والے گروہ اور تیر انداز بھی موجود ہیں۔ ان میں سے جن جن کو آپ لوگ پسند کریں اپنی ہمراہی کے لیے منتخب کر لیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے قلعہ بذ کا ایک پہلو اختیار کر لیا اچھے سرنگیں اڑانے والے اور تیر انداز بھی چھانٹ کے لے لیے اس کے بعد افشین نے اپنی فوج کے لیے بھی حملے کی سمتیں قرار دے دیں۔ پھر ابوسعید کو بلا کے حکم دیا کہ تم اپنے لشکر کے ساتھ آگے میرے پیچھے فلاں مقام پر ٹھہرو اور میرے حکم کے منتظر رہو۔ اس کے بعد جعفر خیاط کو حکم دیا کہ "مجاہدین کے مقابل دوسری سمت سے حملہ کرو۔ اور اطمینان رکھو کہ تمھیں جتنے سواروں اور پیدلوں کی ضرورت ہوگی میں برابر بھیجتا رہوں گا"!

ان انتظامات کے بعد حملہ شروع ہو گیا۔ اور بذ پر ایک جانب سے مجاہدین نے اور دوسری جانب سے جعفر خیاط نے حملہ کر دیا۔ اور ایک ہی حملے میں شہر بذ کی فصیل کے نیچے جا پہنچے۔ جعفر نے کمال شجاعت سے ایک صف شکن حملہ کیا اور جو سامنے آیا اسے مار کے اور گرا کے بذ کے پھاٹک پر زور سے نیزہ مارا اور اس کے کھولنے یا توڑنے کی کوشش کرنے لگا اب جعفر اور اُن کے ہمراہی فصیل کے نیچے جوہر شجاعت دکھا رہے تھے۔ اور افشین پورے انتظامات کے ساتھ انھیں برابر کمک اور رسد پہنچا رہا تھا اسی قدر نہیں جو سپاہی نمایاں بہادری دکھاتا اسی حیثیت کا انعام بھی

سے افشین دوران جنگ میں دیا جاتا تھا۔

شہر پناہ کے اوپر سے تیر اور پتھر مینہ کی طرح برس رہے تھے جعفر کے ہمراہی سوار اور بہت سے پیدل تیر انداز صفیں باندھے فصیل پر ایسی تیر اندازی کر رہے تھے کہ جو سامنے آتا اسے مار کر گرا دیتے۔ اور خرمیوں کو منڈیر کے پاس نہ آنے دیتے کہ نیچے سنگساری کریں اور تیر برسائیں۔ لیکن اس پر بھی وہ ڈھالوں اور پتھروں کی سیلوں کی آڑ پکڑ کے بڑھتے اور اپنا کام کرتے۔ اور اس لڑائی کے درمیان میں سرنگ لگانے والے سرنگیں لگانے کی کوشش کرتے۔ ہزار ہا کدالیں دیوار پر پڑتیں، اور اس کے پتھر توڑ توڑ کے گراتیں ان مزدوروں کو برابر مدد پہونچ رہی تھی اور جیسے ہی ایک جماعت سخت محنت کر کے تھکتی، دوسری بڑھ کے کدالیں چلانے لگتی۔ الغرض بڑی دیر تک یہ چپقلش رہی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ یہ دشمن کے پیہم حملہ آور فصیل کیا معنی سارے قلعہ کو بیخ و بنیاد سے کھود کے پھینک دیں گے اتنے میں پھاٹک کے ایک پہلو میں زور سے سرنگ۔ جس نے دیوار کو اڑا دیا۔ مگر اس کا سارا زور باہر کی طرف ہی نمودار رہا۔ اس لئے کہ بہت سے پتھر دیوار سے ٹوٹ کر باہر کی طرف گرے۔ اور اگرچہ مسلمان سرنگ، اڑاتے وقت پیچھے ہٹ آئے تھے۔ پھر بھی دس پندرہ آدمی زخمی ہو کے گرے اور خچروں کی محملوں میں ڈال کے اٹھا لائے گئے۔

بابکیوں کو اس فصیل کے کمزور ہو جانے کا اندیشہ ہوا تو بہت گھبرائے اور جان پر کھیلنے کو تیار ہو گئے۔ فوراً پھاٹک کھلا۔ اور ان کے ایک زبردست لشکر نے نکل کر مسلمانوں پر زور و شور سے حملہ کیا اور سب کے سب اچانک حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑے۔ سخت لڑائی شروع ہو گئی اور جعفر کے ہمراہیوں کو

اس حملے کا روکنا دشوار ہو گیا۔ چنانچہ سب لوگ گھبرا کے پیچھے ہٹے۔ پھاٹک اور فصیل کو توڑنے کی جو کارروائی ہو رہی تھی موقوف ہو گئی

مجاہدین نے اپنی طرف ایسی یورش کی تھی کہ ان کے بعض لوگ سیڑھیاں لگا کے سیاہ عباسی علم ہلاتے ہوئے فصیل کے اوپر چڑھ گئے تھے اور ارادہ کر رہے تھے کہ بہت سے لوگ ایک ساتھ اندر پھاند کے پھاٹک کھول لیں۔ مگر عین اس وقت جب خرمیوں نے جعفر پر حملہ کیا تھا اُن لوگوں پر بھی بڑی زد سے نرغہ کیا۔ ان تمام لوگوں کو جو اوپر چڑھ گئے تھے ڈھکیل کے الٹا پیچھے گرا دیا۔ جن لوگوں نے گر کے چوٹ کھائی تھی انھیں اوپر سے پتھر مار مار کے ہلاک کر ڈالا۔ پھر سب کو مار کے قلعے کے پاس سے ہٹا دیا۔ اور گروہ مجاہدین میں نمایاں طور پر کمزوری ظاہر ہوئی۔

یہ حالت دیکھ کے افشین نے کچھ کمک جعفر کے پاس بھیجی تاکہ اسے پوری شکست نہ ہونے پائے اور تھوڑی فوج سے مجاہدین کی مدد کی جعفر نے تو اس نازک حالت میں اپنے سو تیر انداز آگے کر دیے جو صف باندھ کے اور ڈھالوں کی آڑ کر کے جم گئے اور شدت سے دشمنوں پر تیر برسانے لگے کہ ان کو آگے بڑھنے کی جرات نہ ہوئی۔ مگر مجاہدوں کو پوری شکست ہو گئی۔

جعفر کے پاس جب کمک پہنچی تو اس نے کہلا بھیجا "مجھے فوج کی کمک کی شکایت نہیں، اس لیے کہ میرے پاس کافی فوج موجود ہے مگر مجھے یہ نہیں نظر آتا کہ کس مقام پر لڑوں اور کدھر سے فصیل پر دھاوا کروں۔ یہ سن کے افشین نے واپسی کا حکم دیا۔ فوراً زخمی اور پتھروں کی چوٹ کھائے ہوئے لوگ محملوں میں لاد لاد کے اٹھا لائے گئے اور دونوں طرف کے حملے آور واپس آ گئے۔ جن کا خرمیوں نے تھوڑی دیر تک تعاقب کیا۔ اور

اس کے بعد اپنی کامیابی و فتح پر خوش ہوتے ہوئے بذ میں واپس گئے۔"
مسلمانوں نے اپنے مامن میں آ کے نماز ظہر پڑھی جس کا وقت آخر ہونے کو تھا۔ اس کے بعد اپنے اپنے خیموں اور مسکنوں میں جا کے کمر میں کھولیں لیٹ پوٹ کے تھکن مٹائی اور بعد مغرب تمام سرداران فوج افشین کے پاس آئے۔ اور مشورہ ہونے لگا کہ کیا کارروائی کی جائے۔ جعفر اور مجاہدوں کے سرداروں نے کہا۔" افسوس آج ہم ناکام رہے اور سچ یہ ہے کہ ہم بے ایمان اور بے دین خرمیوں کو اتنا بہادر نہیں جانتے تھے۔"
افشین۔" مگر میں جانتا تھا اور اسی لیے تمہیں روکتا تھا۔"
یہ سن کر مجاہدین کا سردار عثمان بن نعمان موصلی بولا۔" خیر آج تو جو ہونا تھا ہوا۔ مگر اب کیا کیا جائے؟ اگر مناسب ہو تو ہیثم غنوی کو مقام رستاق ارشق سے علویہ اعور کو حصن النہر سے اور دیگر سرداروں کو ان مقامات سے جہاں وہ مامور ہیں۔ بلوا لیجیے۔ اور ہم ایک ساتھ حملہ کریں۔"
افشین :- اُن لوگوں کو ان کی جگہوں سے ہٹانا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ خیر آپ لوگ نہ گھبرائیں۔ عنقریب میں اپنے انتظام سے حملہ کروں گا اور ان شاء اللہ ایک ہی دن میں فتح کر لوں گا۔ آج کا حملہ فقط آپ لوگوں کے اصرار سے ہوا۔ اور نہ میری رائے تھی۔ آپ لوگ بہادر ہیں اور خدا کی راہ میں جانیں فدا کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ فتح حاصل کرنے کے کیا تدبیریں کی جائیں۔"
جعفر۔ آپ کا فرمانا بجا ہے اور میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن اب آپ جس طرح اور جس عنوان سے حکم دیں حملہ کیا جائے۔
علی بن فضل۔" اب کے میں چاہتا ہوں کہ لڑائی میں آپ مجھ سے بھی

کام لیں۔"

افشین۔" میں اب کی آپ سے ضرور کام لوں گا اور آپ ہی کے ہاتھوں سے یہ قلعہ فتح ہو گا۔ آپ عباسی النسل ہیں اور عباسی جاہ و جلال آپ ہی کے مبارک ہاتھوں سے نمایاں ہو گا۔

فضیل۔" (افشین کا بھائی) "افسوس میں زخمی ہو کے معذور ہو گیا ورنہ میں بھی حفاظت اسلام کی خدمت بجا لاتا۔"

جعفر۔" ابھی جناب نے یہ نہیں بتایا کہ اب کب حملہ ہو گا۔"

افشین۔" یہ تو میں اس دن بھی نہ بتاؤں گا جس دن حملہ ہونے والا ہو گا۔

اب اس مجلس مشورہ کو ختم کر کے افشین اپنے خیمے میں گیا۔ اندر جا کے بیٹھا ہی تھا کہ پاس کے زنانے خیمے سے اس کی بیوی شیریں عالیہ بنت جعفر کو لئے ہوئے آئی جس کی صورت دیکھتے ہی افشین تعظیم کو اٹھ کھڑا ہوا۔ اور شیریں نے کہا۔ اب یہ یہاں بہت گھبراتی ہیں۔ اور مصر ہیں کہ انھیں قلعہ بذ میں جانے کی اجازت دی جائے۔"

افشین۔" (عالیہ سے) مجھے کسی طرح مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ آپ تن تنہا کافروں کے قلعے میں چلی جائیں۔ ممکن ہے کہ وہاں کوئی پہچان لے۔ اچھا ایک بات میرے ذہن میں آتی ہے، ماہ آفرید تو آپ کو نہیں پہچانتی؟ میں آپ کو اس سے ملاتا مگر اس اندیشہ سے نہیں ملایا کہ آپ بذ میں جا چکی ہیں ایسا نہ ہو کہ پہچان جائے۔

عالیہ۔" وہ مجھے خوب پہچانتی ہے۔ اور میری دوست ہے۔ میں جب بذ میں گئی ہوں اس سے روز ملتی تھی اور اسی کی وجہ سے مجھے ریحانہ کا پتہ لگا۔"

افشین: "آپ نے اسے دوست کیسے بنایا؟"

عالیہ۔ (مسکرا کے) میں اس کے مقتول بھائی خورزاد کا فرضی پیام لے کے اس پاس گئی تھی۔ اور اس پر ظاہر کیا تھا کہ محمد بن مغیث حاکم قلعہ شاہی کی لونڈی ہوں! اسی سلسلہ میں عالیہ نے اپنی ساری سرگزشت بیان کردی۔

افشین: "تو آپ پر اس کو کسی قسم کی بدگمانی تو نہیں ہے؟"

عالیہ: "ہونی تو نہ چاہیے۔ مگر میرے چلے جانے کے بعد کوئی نئی بات اٹھ کھڑی ہوئی ہو تو میں کیا جان سکتی ہوں؟"

افشین: "خیر مضائقہ نہیں میں اس وقت بلا کے اسے آپ سے ملاتا ہوں۔ دیکھوں اس پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اور اگر اس سے کسی قسم کا اندیشہ نہ نظر آیا تو آپ کو اس کے ساتھ کر دوں گا۔"

عالیہ: "ضرور بلایئے۔ مگر پہلے میں یہاں سے چلی جاؤں جب وہ یہاں آئے تو شیریں کوئی چیز مانگیں۔ اور میں لونڈیوں کی وضع سے اس چیز کو لاؤں۔ وہ مجھے ابن مغیث کی لونڈی جانتی ہے۔ اور اس کو میں یہ کہہ کے سمجھاؤں گی کہ آپ نے مجھے حاکم قلعہ شاہی سے مانگ لیا ہے۔ مگر یہ اس پر ہرگز ظاہر نہ ہونا چاہیے کہ میں کوئی شریف عورت ہوں یا آپ میری عزت کرتے ہیں میں لونڈیوں کی طرح اور لونڈیوں ہی کی وضع میں آؤں گی۔ اور آپ بھی اسی طرح مجھ سے بات کریں جس طرح کوئی اپنی لونڈی سے بات کرتا ہے!"

افشین: "اس کو تو میرا دل گوارا نہیں کرتا! مگر مجبوری میں سب جائز ہے۔"

اب عالیہ اٹھ کے اپنے خیمے میں چلی گئی۔ اور افشین نے اپنی لونڈی کیوان دشت کو بلا کے حکم دیا کہ ماہ آفرید کو میرے پاس بلا لاؤ! کیوان دشت گئی اور افشین اپنی بیوی شیریں کو سمجھانے لگا کہ بابک خرمی کی اس لونڈی

ماہ آفرید پر میں مصلحتاً اپنا عشق ظاہر کیا کرتا ہوں اور اس وقت بھی ایسی ہی باتیں کروں گا۔ تم برا نہ ماننا۔ مجھے اس عورت سے بڑے بڑے کام لینے ہیں۔ جو بغیر اس تدبیر کے نہیں نکل سکتے۔ شیریں کی غیور طبیعت شوہر کے اس عذر کو کسی طرح تسلیم نہ کرتی تھی۔ اور افشین مختلف پہلوؤں سے اسے سمجھا رہا تھا۔

اٹھارھواں باب

ایک شریف جاسوس

افشین کی مصلحتوں کو شیریں ابھی تک نہیں سمجھ سکی تھی اور اُلجھ جاتی تھی کہ کیوان دشت نے ماہ آفرید کو لا کے افشین کے سامنے کھڑا کر دیا۔ افشین نے اسے کھینچ کے اپنے برابر بیٹھا لیا اور پوچھا، میری دلربا نازنین تم یہاں گھبراتی تو نہیں ہو؟"

ماہ آفرید "میں نہ کسی کی دلربا ہوں۔ نہ دلدار۔ اور گھبرانے کو جو آپ نے کہا تو یہاں اُلجھنے اور پریشان ہونے کے سوا رکھا ہی کیا ہے؟ ایک گھڑی کو تو میرا دل لگتا نہیں۔ مجھے بغیر اپنے آقا حضرت بابک کے کہیں چین ہی نہیں پڑ سکتا۔"

افشین "اس کے معنی یہ کہ چلی ہی جاؤ گی میرے پاس نہ رہو گی۔"

ماہ آفرید "ہاں مجھے جانے دیجیے تو بڑا احسان ہوگا۔"

افشین "اچھا تمھاری یہی خوشی ہے تو چلی جانا دستر میں سے، ایسا مردی

بڑھتی جاتی ہے اور انگیٹھی میں کوئلے نہیں رہے ہیں۔ کسی سے کہو تھوڑے سے کوئلے ڈال کے آگ تیز کر جائے۔ شیریں نے کیوان دخت کو آواز دی۔ اور کہا: "انگیٹھی میں لاکے کوئلے ڈالو۔ کیوان دخت گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اس کے عوض عالیہ ایک ٹوکری میں کوئلے لیتے ہوئے آئی اور انگیٹھی میں آگ پر کوئلے ڈال کے پھونک رہی تھی کہ آگ کی روشنی میں اس کے چہرے پر ماہ آفرید کی نظر پڑی۔ دیکھتے ہی متحیر ہو کے افشین سے پوچھا: "آپ کی لونڈی ہے؟"

افشین: "ہاں یہ میرے ہی پاس ہے اصل میں قلعہ شاہی کے حاکم محمد بن مغیث کی لونڈی تھی۔ میں نے اس سے مانگ لیا ہے۔"

محمد بن مغیث کا نام سنتے ہی ماہ آفرید نے بے اختیار آواز دی "عالیہ" اور عالیہ نے جیسے ہی جواب میں "جی" کہا بے تحاشا دوڑ کے دوڑی اس کے سینے سے لپٹ گئی اور کہا: "عالیہ میں تمھیں سردار افشین کے پاس دیکھ کے بہت خوش ہوئی۔ مجھے اس دغاباز اور بے رحم موذی کے نام سے نفرت ہے۔ جس نے میرے بھائی کو فریب دے کے مارا! مگر تمہاری بڑی احسان مند ہوں۔"

افشین: (بہ ظاہر سخت متحیر ہو کے) کیا تم عالیہ کو جانتی ہو؟ انھوں نے تم پر کون احسان کیا؟"

ماہ آفرید: "وہ احسان میں نہ بتاؤں گی۔ بیکار کو آپ ان کے دشمن ہو جائیں گے۔"

افشین: "بھلا میں اس کا دشمن ہو سکتا ہوں جس سے تم سے دوستی ہو۔ اچھا تم نہیں بتاتیں تو میں خود عالیہ سے پوچھ لوں گا۔ عالیہ بہت نیک

اور سچی عورت ہے مجھ سے کسی بات کو نہ چھپائے گی۔"
ماہ آفرید" چاہیے انھیں خود کہہ دیں۔ انھیں اختیار ہے۔ مگر میں اپنی زبان سے نہیں کہہ سکتی۔"
عالیہ" حضور سچ تو یہ ہے کہ یہ بات آپ پر ظاہر کرنے کی نہیں ہے۔ مگر آپ کو اصرار ہے تو میں عرض کئے دیتی ہوں۔ محمد بن مغیث نے جب عصمت اور اس کے ساتھی سرداروں کو فریب سے دعوت میں بلا کے قتل کیا ہے تو اس وقت میں وہاں موجود تھی۔ اور ان کے بھائی خورزاد کو میں ہی شراب کے جام بھر بھر کے دے رہی تھی۔ اس کے بعد جب وہ گرفتار کئے گئے تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ مجھ پر جو کچھ گذرے وہ تم خود قلعۂ بذ میں جا کے میری بہن ماہ آفرید سے بیان کر دینا۔ ان کے اس کہنے کا میرے دل پر اتنا اثر ہوا کہ چند روز بعد جیسے ہی موقع ملا قلعہ شاہی سے بھاگ کر بذ میں آئی اور ان سے ملی۔ ان کے بھائی کا یہ پیام پہنچایا۔ اور حضور یہ دونوں ان کی مہمان رہ کر چلی آئی۔ اس کے بعد بذ سے بھاگ کر آپ کے پاس آئی تو آپ نے مہربانی سے اپنے پاس رکھ لیا۔ اور محمد بن مغیث کو لکھ کے مجھے ان سے مانگ لیا۔"
افشین" تم نے یہ پہلے نہ بتایا۔ ورنہ میں تمھیں پھر بذ میں ان کے پاس بھیجتا اور تمھارے ذریعہ سے کوشش کرتا کہ یہ میری طرف سے اپنا دل صاف کر لیں۔"
ماہ آفرید" یہ تو قیامت تک نہ ہوگا۔ میرے آقا سے دشمنی کیجئے اور میں آپ سے دل صاف رکھوں، ممکن نہیں۔"
افشین" تو اچھا ایک کام کرو۔ ان کو پھر اپنے ساتھ بذ میں لے جاؤ۔ یہ

تمہاری خادمہ بن کے وہاں رہیں گی۔ ایک طرف مجھے تمہارے حالات سے اطلاع دیتی رہیں گی اور دوسری طرف تم سے میری سفارش کرتی رہیں گی۔ شاید اس تدبیر سے تمہارے دل میں میرا کچھ خیال پیدا ہو جائے۔"

ماہ آفرید۔" واہ! اچھی کہی۔ میں اپنے ساتھ آپ کے ایک جاسوس کو خود ہی لگا لیجاؤں! یہ بہت ممکن ہے؟"

عالیہ۔" بہن تمہارا خیال ہے کہ میں تمہاری جاسوسی کروں گی؟"

ماہ آفرید۔" بہن مجھے تم پر بدگمانی نہیں ہے مگر ان کی بھیجی ہوئی جاؤ گی تو اندیشہ ہوا ہی چاہیے۔

افشین۔" اللہ ری بدگمانی۔ میری وجہ سے اپنے دوستوں کا بھی اعتبار نہیں۔ عالیہ بیچاری تو جاسوسی یا اِدھر اُدھر لگانا جانتی ہی نہیں ہاں جب موقع ملے گا تمہاری خیریت کی البتہ مجھے خبر کر دیا کرے گی اور دوسرے وہاں یہ تمہاری حفاظت کیا کریگی۔"

ماہ آفرید۔ (تعجب سے) " وہاں یہ میری حفاظت کیسے کریں گی؟"

افشین۔" اس وقت تم کو یقین نہ آئے گا مگر میں سچ کہتا ہوں کہ عنقریب قلعہ بُذ کو ہمارے سپاہی فتح کر لیں گے اور اس وقت جوش بھرے ہوئے فوجی لوگ اور مجاہدین شہر میں گھسیں گے اس وقت وہاں تمام زن و مرد کی جانیں خطرے میں ہونگی۔ ممکن ہے تم کو بھی کسی کے ہاتھ سے آزار پہنچ جائے۔ لیکن اگر عالیہ وہاں موجود ہوں گی تو تمہارے لئے کسی قسم کا اندیشہ نہ ہوگا۔ ہماری فوج کے اکثر سپاہی اور تقریباً تمام سردار ان کو پہچانتے ہیں۔ ان کی صورت دیکھتے ہی ہر مسلمان تمہارا دوست بلکہ فرماں بردار

بن جائے گا۔"

ماہ آفریدہ: "اور کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ مجھے گرفتار کرادیں؟"

افشین: "مجھے تم کو گرفتار کرنا ہوتا تو میں تمہیں جانے ہی کیوں دیتا؟ اس وقت تم میرے اختیار میں ہو اور تمہارا کوئی زور مجھ پر نہیں چل سکتا۔ اسی وقت جو میں چھوڑے دیتا ہوں تو پھر گرفتار کرنے سے کیا مل جائے گا؟"

ماہ آفریدہ (عالیہ سے) "اچھا بہن تم وعدہ کرتی ہو کہ مجھ سے دغابازی نہ کروگی؟"

عالیہ: "میں نے پہلے کون سی دغابازی کی تھی جواب کروں گی۔ مگر نہیں تم کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے تو مجھے نہ لے جاؤ۔"

افشین: "تم نہیں تو میں کسی اور عورت کو ان کے ساتھ کروں گا یہ تو میں نے دل میں ٹھان لیا ہے کہ انھیں تنہا نہ جانے دوں گا۔ پہلے یہ گئیں تو آج تک مجھے خبر نہ کی کہاں ہیں اور کیا کر رہی ہیں حالانکہ میں نے رخصت کرتے وقت تاکید کردی تھی کہ کبھی کبھی ملتی ضرور رہنا مگر انھوں نے پروا نہ کی۔ اب کی جب تک کوئی ایسا انتظام نہ ہوجائے میں انھیں یہاں سے جانے ہی نہ دونگا۔"

ماہ آفریدہ: "اب آپ نہیں مانتے تو خیر میں عالیہ ہی کو ساتھ لے جاؤنگی کسی اور کو میں اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتی۔"

عالیہ: "نہیں تو اب میں نہ جاؤں گی (افشین سے) حضور مجھے اس کام سے معاف رکھیں کیوں ان دخت کو بھیج دیں وہ ان کے ہم سن ہیں ان کا خوب نباہ ہوگا۔"

ماہ آفریدہ: "نہیں میں تمھارے سوا کسی کو نہ لے جاؤں گی (عالیہ سے)

سینے سے لپٹ کے) "بہن میرا قصور معاف کرو۔ مجھے تمھارا اعتبار نہ ہوگا تو کس کا ہوگا؟ تمہاری تو میں بڑی احسان مند ہوں اور جی چاہتا ہے کہ ہمیشہ تمھارا ساتھ رہے تمہاری صورت دیکھ کے مجھے مرحوم بھائی خورزاد یاد آجاتے ہیں مگر کیا کروں زمانہ ایسا نازک ہے کہ انسان اپنے سائے سے بھی بھڑکتا ہے۔"

عالیہ:۔" اسی لئے تو میں کہتی ہوں کہ مجھے اپنے ساتھ نہ لے چلو۔

ماہ آفرید:۔" بہن۔ اب تو چلنا ہوگا تمھیں، میں وہاں تم کو حضرت بابک سے ملواؤں گی۔ دیکھنا ان میں خدائی کی شان ہے یا نہیں۔ اور اگر تم ان پر ایمان لے آئیں تو پھر کیا ہے۔ ہم دونوں سگی بہنیں بن جائیں گے؟" اور جو تمھارے آقا افشیں کہتے ہیں کہ ہمارے شہر کو فتح کرلیں گے یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے یہ حضرت بابک اور ان کی قوت کو جانتے ہی نہیں ہیں۔ ان کے مقابلہ میں لڑ لڑا کے اپنا سالار لشکر ہلاک کرادیں گے اور ممکن نہیں کہ کچھ بھی زور چل سکے۔ پھر جب مجھے اس کا یقین ہے تو مجھے مسلمان سپاہیوں سے ڈرنے کی کیا وجہ۔؟ بہت ہیں تمھیں اپنا انیس و ہمدم بنانے کو لئے چلتی ہوں۔ نہ اس لئے کہ میری حفاظت کرو۔ وہاں تو میں تمہاری حفاظت کروں گی (افشیں سے) خیر اب تو آپ کے کہنے کے مطابق ہیں انھیں اپنے ساتھ لے جانے کو موجود ہوں پھر اب کس بات کا انتظار ہے؟ مجھے یہیں بھجوا دیجئے۔"

افشیں:۔" اب اس وقت رات کو تو بہت دشوار ہے۔ صبح کو بھجوا دوں گا"

ماہ آفرید:۔" جی نہیں بھجوانا ہے تو اسی وقت بھجوا دیجئے۔ دن کو فوجوں کے درمیان سے ہو کے جانا زیادہ مشکل ہوگا۔"

افشین۔اچھا میں اسی وقت انتظام کئے دیتا ہوں۔" یہ کہتے ہی اس نے خیمے کے دروازے پر جا کے پہرے کے سپاہیوں کو بلایا۔اور ان میں سے دو کو حکم دیا۔ کہ ایک مشعلچی اور چار خچر حاضر کرو۔ان کو اس وقت حفاظت سے لے جا کے بذ کی فصیل تک پہونچا آؤ۔خرمی لوگ ان عورتوں کو جانتے ہیں لے لیں گے۔اور تم ان کے سپرد کر کے چلے آنا۔"

سپاہی بہت خوب کہہ کر چلا۔مشعلچی اور خچر لے کے آئے۔اور آدھی رات نہیں گذرنے پائی تھی۔کہ ماہ آفرید اور عالیہ کو لے جا کے بذ کی فصیل کے نیچے کھڑا کر دیا۔ماہ آفرید کی آواز سنتے ہی خرمیوں نے اس کے حکم کے مطابق فصیل کے اوپر سے دو ٹوکریاں لٹکائیں۔اور جب دونوں عورتیں ان پر بیٹھ گئیں تو انھیں اوپر کھینچ لیا۔اور مسلمان سپاہی اور مشعلچی خچروں کو اپنے پڑاؤ میں واپس لائے

انیسواں باب (۱۹)

شہر بذ فتح ہو گیا

ان واقعات کو دو جمعہ گذر گئے اور افشین چپکے چپکے حملے کے انتظامات کر رہا تھا۔ ایک دن رات کو اس نے کمال خاموشی کے ساتھ اور بغیر اس کے کہ اپنی فوج میں بھی کسی کو خبر ہو۔ اپنی فوج کے ایک ہزار تیر افگنوں کو فوج میں سے چھانٹ کے انھیں نیزے اور برقیں دیں جو تہ کی ہوئی تیروں میں بندھی تھیں۔ اور ان پر آویزاں نہیں کی گئی تھیں۔ پھر کئی رہبران کے ساتھ کئے۔ اور حکم دیا کہ راتوں رات یہاں سے روانہ ہو۔ اور غیر متعارف راستوں اور دشوار گذار گھاٹیوں سے گذر کے شہر بذ کے اس پار نکل جاؤ۔ اور اس اونچی پہاڑی پر جا کے ٹھہرو۔ جس کے نیچے آذین اپنی فوج کے کمین گاہ میں بیٹھتا ہے۔ مگر اس طرح چھُپ کے بیٹھنا کہ کسی کو تمھارے وہاں ہونے کی خبر نہ ہو۔ یہ کہہ کے ستو۔ بسکٹ اور پانی کے مشکیزے ان کے ساتھ بندھوا دیئے اور کہا۔ صبح کی نماز کے بعد جب دیکھنا کہ میری فوج کے جھنڈے بلند ہیں۔ اور لڑائی چھڑ گئی۔ تم فوراً برقیں کھول کے

نیزوں پر چڑھانا اور طبل بجاتے اور تیر افگنی کرتے ہوئے پہاڑ سے اترنا اور آذین کے حریفوں کو اپنے تیروں اور پتھروں کا نشانہ بنانا۔ یاد رہے کہ جب تک میرے جھنڈوں کو اپنی جگہ سے حرکت کرتے نہ دیکھو تم اپنی کمین گاہ سے نہ نکلنا۔ یہ سمجھا بجھا کے افشین خود جا کے تیر اندازوں کو اپنے جدید قلعے کے دروازے کے باہر تک پہونچا آیا۔

اس کارروائی کے بعد رات ہی کو اس نے ساری فوج کو اطلاع دے دی۔ کہ صبح تڑکے حملہ ہوگا۔ تھوڑی رات باقی تھی۔ کہ بشیر ترکی اور فرغانہ کے سپہگروں کو بلا کے حکم دیا کہ تم اسی وقت روانہ ہو جاؤ۔ علی بن فضل کو بلا کے ان نامور بہادران فرغانہ کی سرداری پر مقرر کیا۔ اور اس سے کہا۔ کہ آپ نے غالباً اس روز وہ مقام دیکھا تھا جہاں سے بابک کی کمین کی فوج نکلی تھی۔ وہ بذ کے عقب میں اس بلند پہاڑ کے نیچے ہے جو کوہ بخارا خذاہ کے پاس ہے۔ اس لئے آپ چپکے سے جا کے اسی پہاڑ کے نیچے کسی ایسے مخفی مقام میں ٹھہر جائیں جہاں سے آذین کا لشکر کمین گاہ سے نکلا کرتا ہے۔ یہ لوگ بھی روانہ ہو گئے اور فوج میں کسی کو خبر نہ ہوئی۔

اب تڑکا ہوا تمام سپاہیوں اور افشین نے اول وقت میں صبح کی نماز پڑھی سلام پھیرتے ہی سب لوگ ہتھیار لگا کے تیار ہو گئے۔ اور اس کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے افشین طبل بجواتا ہوا قلعے سے نکل کے اس ٹیلے پر آیا۔ جہاں لڑائی کے وقت ٹھہرا کرتا تھا۔ وہاں بیٹھتے ہی جعفر خیاط اور ابو سعید کو حکم دیا۔ کہ اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ جا کے کوہ بخارا خذاہ کے دامن میں ٹھہرو احمد بن عقیل کو روانہ کیا کہ اس راستے پر جا کے ٹھہرو جدھر سے آذین اپنی فوج کے ساتھ گذر کے حملہ آور ان بذ کے عقب میں آجایا کرتا ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سے سرداروں اور مجاہدین نے اس کی ہدایت

کے مطابق مختلف مقاموں میں جا کے قیام کیا۔ اور سب کو حکم تھا کہ جیسے ہی افشین کے عَلَم کو حرکت ہو سب تیر بازی کرتے ہوئے اپنے مقررہ مقامات سے بڑھیں اب بُدّ کے گرد لشکر اسلام پھیلا ہوا تھا۔ خصوصاً چار زبردست لشکر شہر کے چار پہلوؤں پر تھے۔

طلوع آفتاب کے ساتھ ہی طبل جنگ بجا۔ ہر ایک لشکر بُدّ کی جانب تیر اندازی کرتا ہوا بڑھا۔ بُدّ ہر جانب سے گھرا ہوا تھا۔ اور ہر طرف سے اس پر دھاوا ہو رہا تھا۔ پھاٹک کے پاس جعفر تھا۔ اس کے برابر ابو سعید تھا۔ اس کے برابر مجاہدین تھے۔ اور یہ سب تیزی کے ساتھ فصیل کے قریب ہوتے جاتے تھے۔

ناگہاں بُدّ کے عقب میں گھاٹی کے نیچے سے شور و غل کی آواز بلند ہوئی اور معلوم ہوا کہ ادھر سخت لڑائی ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ بابک کے کمین والے خرمی جو آذین کے زیر علم تھے۔ بشیر ترکی فوج اور بہادران فرغانہ پر حملہ آور ہوئے غل سن کے دیگر سرداران عساکر خلافت نے ارادہ کیا کہ ادھر ہی کا رخ کریں۔ مگر افشین نے اپنے جھنڈے کے اشارے پر سب کو روکا اور جا بجا فوجوں میں منادی کرا دی۔ کہ گھبراؤ نہیں۔ ہمارے سردار افشین نے کمین گاہ میں بیٹھنے والے خرمیوں کو پا لیا ہے۔ اور ان کی بخوبی سرکوبی کر لیں گے۔ تم سب اپنی جگہ پر قائم رہو۔ اور اپنا اپنا کام کرو۔

کمین گاہ والے خرمیوں کو بشیر ترکی کی فوج سے مغلوب ہوتے دیکھ کے اور بہت سے خرمی شہر سے نکل کے ان کی کمک پر جا پہونچے۔ اور اس زور و شور سے بشیر اور فرغانہ والوں پر یورش کی کہ قریب تھا۔ کہ بشیر کے سپاہیوں کو شکست ہو جائے ناگہاں پہاڑ کی بلندی پر طبل جنگ بجا جہاں ہزارہا عباسی

برقیں ہوا میں اڑتی دکھائی دیں۔ اور مسلمان سپہگر اوپر سے تیر برساتے اور بڑے بڑے پتھر لڑھکاتے نظر آئے۔ جو اس جانستاں کام کے ساتھ نیچے اترتے آتے تھے۔ آذین نے اس بلائے آسمانی کو سر پر دیکھا تو گھبرا کے اپنی فوج ان لوگوں کے روکنے کو روانہ کی۔ یہ لشکر اس کے ہمراہیوں میں سے نکل کے جیسے ہی اوپر چلا۔ ادھر سے جعفر خیاط نے اپنے لشکر کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اور بشیر اور جعفر نے مل کر اس پر ایسا سخت دباؤ ڈالا کہ وہ گھبرا کے اپنے پیچھے پہاڑ کی گھاٹی میں اتر گیا۔ اُسے اس جانب اترتے دیکھ کے ابوسعید نے جو وہاں سے قریب ہی تھا حملہ کر دیا۔

ابوسعید کے ہمراہی زور شور سے حملہ کر کے بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ دشمنوں نے ایک جگہ راستے میں کنوئیں کھدوا رکھے ہیں۔ اور انھیں خس پوش کر دیا ہے۔ مسلمان سوار جو وہاں پہونچے تو دھڑا دھڑ گڑھوں میں گرنے لگے۔ اور سو پچاس سوار گر کے سخت چوٹ کھا گئے۔ افشین اپنے مقام سے اس کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ جھنڈے کے اشارے سے ان لوگوں کو بڑھنے سے روکا۔ اور مزدوروں کو دوڑایا کہ فوراً خندقوں کو پاٹ کے راستہ صاف اور برابر کر دیں۔ تقریباً دو ہزار مزدور دوڑ پڑے۔ ایک گھنٹہ میں راستہ درست کر دیا۔ اور ابوسعید کے لشکر نے اس پر سے گذر کے آذین پر حملہ کیا جسے گھاٹی سے نکلنے کی جرات نہ ہوئی تھی۔

اتنی دیر میں آذین اپنے ہمراہیوں کو پہاڑ کے ایک پہلو پر چڑھا لے گیا۔ وہاں پتھروں کا ایک پشتہ سا بنا کے اس کی بلندی پر ایک بڑی بھاری چٹان رکھوا دی تاکہ دشمنوں کو آنے سے روکتی رہے۔ مگر جب دیکھا کہ ابوسعید کے سوار پیدل بڑھتے ہی چلے آتے ہیں تو اس چٹان کو لڑھکا دیا تاکہ بہت سے لوگ اس میں کچل کر رہ جائیں۔

لیکن وہ اس طرح پیچھے اٹھتی ہوئی چلی کہ مسلمان موقع پا کے اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔ اور کسی کو اس سے ذرا سا بھی صدمہ نہ پہونچا۔ اب اس چٹان کے ہٹ جانے کے بعد چڑھائی کا راستہ بالکل صاف تھا۔ چنانچہ ابوسعید نے زور و شور سے "الا اللہ اکبر" کہہ کے حملہ کر دیا۔ اور اس کے تمام ہمراہی پہاڑی شیروں کی طرح غراتے ہوئے ہر طرف سے جھپٹ پڑے اور دم بھر میں اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ آخر اس نے اور اس کے سارے ہمراہیوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور مسلمانوں نے سب کو پکڑ کے باندھ لیا۔

اب بابک خرمی بدحواس تھا۔ اسے نظر آیا کہ میری تمام تدبیریں اور کل کارروائیاں بے کار ہو گئیں۔ قلعہ اور شہر ہر طرف سے محصور ہے۔ اور مسلمان اندر داخل ہوا ہی چاہتے ہیں۔ کمین گاہ کی فوجیں جہاں جہاں تھیں وہیں گھر کے اسیر ہو گئیں۔ شہر کے تمام راستوں پر دشمن قابض ہیں۔ اور کوئی ایسا راستہ نہیں ہے جس سے میں نکل سکوں۔ فوراً وہ اپنے چند رفقا کے ساتھ اس طرف نکلا جدھر خود افشین اپنی ذاتی گارد کو بڑھا رہا تھا۔ کمال بیباکی کے ساتھ افشین کے قریب پہونچا۔ اتنے میں کسی نے افشین سے کہا "یہ خود بابک ہے جو آپ کی طرف آ رہا ہے شاید کچھ کہنا چاہتا ہے۔" افشین آگے بڑھ کے اور قریب گیا۔ اور بابک نے چلّا کے کہا "میں امیرالمومنین سے امان مانگتا ہوں۔"

افشین ۔ یہ صورت میں نے کئی بار تمہارے سامنے پیش کی مگر تمہارے کفر و طغیان نے تمہیں منظور کرنے کی اجازت نہ دی۔ اس وقت تمہارا امان مانگنا ایمان یاس ہے جو نہیں قبول ہو سکتا۔

بابک ۔ تو آپ کے رحم سے مجھے مایوس ہو جانا چاہیئے؟"

افشین ۔ بے شک، تمھیں مجھ سے کوئی امید نہ رکھنی چاہیئے۔ اب تمہارے لئے فقط یہی صورت ہے۔ کہ بغیر کسی شرط کے ہتھیار رکھ دو۔ امیرالمومنین کو اختیار ہے کہ تمھیں قتل کریں یا تمھاری جان بخشی ہو۔"

اسی حالت میں افشین نے دیکھا کہ ماہ آفرید نے شراب کا ایک جام بابک کے ہاتھ میں دے کے کہا "اے ہمارے مظہر یزداں یہ جام پی کے آپ غم غلط کریں۔" پھر افشین کی طرف دیکھ کے چلائی "کیا میری خاطر سے بھی آپ حضرت بابک کو امان نہ دیں گے؟"

افشین ۔ اچھا اے بابک میں تیری اس ساقیہ کے طفیل میں تجھے اپنی طرف سے امان دوں گا۔ اور امیر المومنین کی خدمت میں بھی سفارش کر دوں گا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تو جس وقت بھی امان مانگے گا تجھے امان دی جائے گی۔"

بابک ۔ تو میں اسی وقت امان مانگتا ہوں۔ لیکن آپ اپنی فوج کو حملے سے روک دیجیئے کہ میں قصر میں جاؤں اور کل اپنے اہل و عیال کے ساتھ یہاں حاضر ہو جاؤں۔"

افشین ۔ یہ نہیں ہو سکتا کل تک کی مہلت نہیں دی جا سکتی۔ آج اور ابھی اسی وقت امان مانگو تو ملے گی۔

بابک ۔ مجھے اس وقت امان مانگنا منظور نہیں۔"

افشین ۔ بہتر، تو یا خود ہتھیار ڈال کے اپنے آپ کو میرے حوالے کرو۔ یا اپنے کفیلوں کو بھیجو۔"

بابک ۔ میں کفیل بھیجنے کو موجود ہوں مگر میرے فلاں فلاں سردار جو کفیل ہو سکتے ہیں۔ اس سامنے کے ٹیلے پر ہیں۔ اور جب تک لڑائی نہ رکے وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ آپ اپنے افسران فوج کو حملے کی کارروائی روکنے کا حکم دیں تو میں ان کو بلا کے آپ کے پاس بھیجوں۔"

اس درخواست کو افشین نے منظور کیا اور سوار دوڑائے کہ لڑائی سے ہاتھ روکا جائے۔ مگر وہ سوار تھوڑی ہی دور جا کے واپس آئے اور عرض کیا۔ اب لڑائی کے روکنے کا کوئی نتیجہ نہیں۔ فرغانہ والوں کی برقیں بذ کے اندر داخل ہو چکیں اور ان کے بہادر سپاہی دیوار پر چڑھ کے اندر اتر گئے پھاٹک کھول لئے اور سپہگران اسلام شہر کے اندر داخل ہو رہی ہیں۔

یہ سنتے ہی افشین نے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا۔ بابک یہ نعرہ سنتے ہی کانپ کے بدحواس بھاگا اور افشین مع اپنے رفیقوں اور سرداروں نے حملہ کر کے سیدھا بذ کی طرف

چلاوہ پھاٹک کے اندر داخل ہوتے ہی گھوڑے سے کود کے سجدے میں گر پڑا پھر سجدۂ شکر سے سر اٹھا کے بابک کے قصروں پر پہنچا اور اسکے برجوں پر سیاہ علم عباسی نصب کرا دیئے۔

بابک کی آخری تدبیر یہ تھی کہ بذ کے اندر والے قلعہ میں جو اس کے قصروں اور ایوانوں میں تھا چھ سو آدمی چھپا کے بٹھا دیئے تھے۔ افشین جیسے ہی قصر بابک کے قریب پہنچا۔ اور علی سے مل کے اسے فتح کرنے اور بذ میں داخل ہوتے پر مبارک باد دے رہا تھا۔ کہ ان لوگوں نے یکایک بے تحاشا نکل کے ان مسلمانوں پر حملہ کیا۔ جو شہر کے محلوں اور بابک کے ایوانوں کو لوٹ رہے تھے۔ ان حملہ آوروں کو دیکھتے ہی مسلمان سپاہی جو لوٹ میں مصروف تھے افشین کی پہلی ہی آواز پر صف آرا ہو گئے۔ علی نے اپنے بہادران فرغانہ کے ساتھ اللہ اکبر کہہ کے حملہ کیا اور شہر کے اندر پھر ایک سخت لڑائی شروع ہو گئی جو تقریباً دو گھنٹے تک قائم رہی۔

آخر مسلمانوں نے ان اندرونی قلعہ والے تمام خرمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اور اب شہر لٹ رہا تھا۔ قصر و ایوان منہدم ہو رہے ہیں۔ اور مسلح بابکی مرد بلا استثنا قتل ہو رہے تھے۔ اور عورتیں اور لڑکے پکڑ پکڑ کے رسیوں میں باندھے جاتے تھے۔

بیسواں باب (۲۰)

گوہر مراد اب بھی ہاتھ نہ آیا

افشین نے اندرونی قلعے کے خرمیوں کو قتل کرنے کے بعد ارادہ کیا کہ بابک کے تمام محلوں اور قصروں کو سرنگوں سے اڑا کے مسمار و منہدم کر دے۔ اس کارروائی کے شروع ہونے سے پہلے وہ ایک عالی شان قصروں کے دروازوں پر ٹھہرا۔ اور حکم دیا کوئی عورت جوان محلوں کے حالات سے واقف ہو حاضر کی جائے۔ لوگ ایک سن رسیدہ عورت کو لے آئے۔ جو سر جھکا کے اداب بجا لائی۔ اور کہا۔

"حضور کو فتح مبارک ہو"

افشین۔ "تم کون ہو؟"

عورت۔ "میں بابک خرمی کے زنانے محلوں کی داروغہ جاویدان پرست ہوں"

افشین۔ "تم نے یہ اپنا مذہب بنایا۔ یا نام؟"

عورت۔ "حضور یہی مذہب ہے اور یہی نام۔"

افشین۔ "کم بخت تم لوگ اپنے ایک انسان کو خدا بناتے اور پوجتے ہو۔ شرم نہیں آتی؟"

جاویدان پرست۔ آج صبح تک تو اسی پر فخر و ناز تھا۔ مگر اب ہی شرم کی بات ہے۔ بہرحال حضور کی لونڈی ہوں۔ اور جس مذہب کا حکم ہوگا۔ اسے اختیار کروں گی۔"

افشین۔ تم تو گھر کی درو فہ ہو تمہیں معلوم ہوگا کہ اس کا خزانہ اور اسکی دولت کہاں ہے۔"؟

جاویدان پرست۔ آج صبح کو بابک آپ سے امان مانگنے کو گئے تھے۔ اس کے بعد بدحواس واپس آئے اور جلدی میں جو کچھ روپیہ پیسہ خچروں پر لاد سکے لے گئے۔ باقی جو کچھ حاضر ہے میں چل کے بتائے دیتی ہوں۔"

افشین۔ بھاگ گیا! یہ بڑا غضب ہوا۔ آخر کمبخت کدھر سے نکل گیا؟ میری فوج تو سارے شہر کو گھیرے ہوئے ہے۔"

جاویدان پرست۔ ان کے نکل جانے کو نہ پوچھئے۔ ان میں ایسی قدرت ہے کہ جب اور جدھر سے چاہیں نکل جائیں۔ ان کو کوئی پکڑ ہی نہیں سکتا۔ ظاہری صورت پر نہ جائیے۔ اصل میں وہ نور ہیں نور۔ بھلا نور کو کوئی مٹھی میں پکڑ سکتا ہے۔ مگر حضور کے محاصرہ کا نتیجہ یہ ضرور ہوا کہ ان کے تمام اہل و عیالی بال بچے بیویاں اور حرمین سب موجود ہیں۔ ان میں سے ایک بھی نہیں بھاگ سکا۔"

افشین۔ تو پہلے مجھے خزانے میں لے چلو۔ اس کے بعد اس کے گھر والوں کو دیکھونگا۔ میری فوج سارے شہر کا محاصرہ کئے ہوئے ہے۔ کوئی نکل کے نہیں جا سکتا۔"

یہ کہہ کر افشین جاویدان پرست کے ساتھ بابک کے خزانے میں گیا۔ اور حیرت سے دیکھا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں مرصع۔ زیور ہر قسم کے جواہرات۔ اعلیٰ درجے کے ہتھیار دں، ندہوں اور نفیس سے پوشاکوں اطلس و حریر اور کمخواب زربفت کے تھانوں کی حد و نہایت نہیں۔ یہ سامان دولت دیکھ کے افشین کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور بولا "خدا جانے کن کن دولتمند تاجروں اور کیسی کیسی حسین و پرجمال نازنینوں کو لوٹ کے یہ دولت جمع کی ہوگی"؟

پھر جاویدان پرست کی طرف دیکھ کے کہا "مگر یہاں نقد سرمایہ اور دینار درہم کا تو پتہ نہیں "؟

جاویدان پرست ۔ حضور جتنا روپیہ نقد اور اشرفیاں تھیں ان کو حضرت بابک خرمی خچروں پر لاد کے اپنے ساتھ لے گئے۔

افشین ۔ مگر اس دولت بے حد کو لے جانے میں ان کی خدائی کام نہ آئی ؟ خیر اب چلو اس کے حرم کی عورتوں کو دیکھوں۔

جاویدان پرست ۔ "مگر حضور پہلے اس قصر کو ملاحظہ فرمالیں جو اسی خزانے کی عمارت سے ملا ہوا ہے۔ یہ دراصل قید خانہ ہے اور اس میں وہ عورتیں اور بچے گرفتار ہیں۔ جو زبردستی پکڑ کے لونڈی غلام بنائے گئے ہیں"۔

افشین ۔ بہتر پہلے یہیں چلو۔ یہ کہہ کے اس عورت کے ساتھ وہ اس قصر میں داخل ہوا۔ اور اندر قدم رکھتے ہی گھبرا گیا۔ جدھر نظر گئی ہزاروں عورتیں اور بچے گرفتار ہیں۔ بری حالت میں بلک بلک کے روتے اور اپنی قسمت پر آہ و فریاد کرتے دکھائی دیئے اکثروں کے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے نہ سونے بیٹھنے کا انتظام تھا۔ نہ کھانے پینے کا۔ تعفن کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس لئے کہ یہاں نہ کوئی پاخانہ تھا نہ پیشاب کرنے کی جگہ۔ اکثر نجاست میں لتھڑے تھے۔ اور سب سوکھ سوکھ کے کانٹا ہو گئے تھے۔ موت کی دعا مانگتے تھے۔ اور نہ مرتے تھے۔ افشین کی صورت دیکھتے ہی روتے ہوئے دوڑے اور رو رو کے عرض کرنے لگے افشین ان مظلوموں کی حالت دیکھ کے آبدیدہ ہو گیا۔ اسی وقت سب کی زنجیریں کھلوائیں۔ ان کے نہلانے دھلانے کپڑے بدلوانے اور کھلانے پلانے کا حکم دیا۔ اور انھیں تسلی دینے کے لئے کہا۔

"خدا نے تمھاری سن لی ظالموں سے تمھارا انتقام لیا گیا۔ اور لیا

جا رہا ہے اور باقی چن چن کے قتل کیے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد اس نے مظلوم اسیران ستم کو گنتوایا تو معلوم ہوا کہ اس قید خانے میں سات ہزار چھ سو عورتیں اور بچے ہیں۔ اور سب کے سب مسلمان ہیں۔ بلکہ ان میں سے اکثر عربی نژاد اور شرفائے عرب کے اہل و عیال ہیں۔"

ان سب کو آزاد کر کے اور سب کے رہنے کا اور انھیں آرام دینے کا کافی انتظام کر کے افشین دل ہی دل میں روتا اور طیش کھاتا ہوا بابک کی حرم سرا کی طرف چلا جس میں اس کی بیویاں اور اس کے لڑکے بالے تھے۔ راستے میں جاویدان پرست کی طرف مخاطب ہو کے بولا۔ ایسے مردود ظالم کو تم اپنا خدا سمجھتی ہو؟ اس کی بے رحمی و ناخدا ترسی کا یہ منظر دیکھ کے اب میں نے قسم کھائی ہے کہ جو باقی ملے گا اسے زندہ نہ چھوڑوں گا۔ تم کافروں سے دنیا جس قدر جلد صاف ہو اسی قدر اچھا ہے۔ اور تم سے بھی کہنا ہوں کہ اس ناپاک مذہب سے توبہ کرو۔ اور اپنا پیشتر کا نام بدلو۔"

جاویدان پرست ۔ میں مسلمان ہونے کو تیار ہوں۔ اور یہ نام حضور کو ناپسند ہے۔ تو اسے بدل کے جو نام آپ فرمائیں اختیار کر لوں۔"

افشین ۔ آج سے تمھارا نام تائبہ ہے۔"

جاویدان پرست ۔ جو حضور کا حکم ہو۔ میں اب اس گھڑی سے جاویدان پرست نہیں تائبہ ہوں۔" اور چونکہ اب اس نے یہی نام اختیار کر لیا ہے اس لئے ہم بھی اسے اسی نام سے یاد کریں گے۔"

تھوڑی دیر چل کے افشین بابک کے زنانے محل میں پہنچا۔ خواجہ سرا اور چند اور مرد جو بابک کے عزیز تھے اور ان میں بابک کا ایک بیٹا بھی تھا۔ استقبال کے طور پر دروازے پر کھڑے ملے جو مارے خوف کے کانپ رہے تھے

مگر افشین نے اندر داخل ہونے سے پہلے کئی سوار دوڑا کے علی کو بلوایا۔ اور جب وہ آگیا تو اس سے کہا کہ "اب وعدہ پورا ہونے کا وقت آ گیا۔ اور اسے لے کے محل کے دروازے کی طرف بڑھا۔ فاتح سپہ سالار کی صورت دیکھتے ہی سب آداب بجا لائے۔ اور اس کے قدموں پر گرنے کو بڑھے۔ افشین نے ہاتھ بڑھا کے روکا اور کہا۔ یہ شرک ہے میں ایسی تعظیم کسی سے نہیں چاہتا۔" یہ کہتا ہوا محل کے اندر گیا اور وہ حسین و پری جمال عورتیں اس کے سامنے آ کے کھڑی ہو گئیں جنہیں بابک نے اپنے لئے منتخب کر رکھا تھا۔ ان میں زیادہ تر گرجستان و آرمن کی ماہوش دل ربائیں تھیں۔ اور دو چار عجیبہ سہ لقائیں بھی تھیں۔ یہ کئی جادو نگاہ نازنینیں تھیں۔ اور انھیں میں ملی ہوئی بابک کی بیٹیاں اور خاص بیویاں تھیں۔"

افشین نے ان سب کو غور سے دیکھ کے علی سے کہا۔ "ان میں سے جو آپ کو پسند ہوں آپ کی ہیں۔" مگر جب علی نے ایک نازنین حسینہ کو بھی نہ لیا۔ تو افشین نے حکم دیا کہ "یہ سب عورتیں مع ان مردوں کے جو دروازے پر ملے تھے گرفتار کر لی جائیں۔ پھر ان کے ساتھ وہ اسیران ستم بھی جن کو آزادی دی گئی ہے اسی وقت حفاظت سے ہمارے لشکر گاہ میں پہنچا دیئے جائیں۔

افشین یہ سب کارروائیاں کر کے باہر نکلا۔ اور علی سے کہا۔ "افسوس بجانہ کا پتہ نہیں۔" پھر اپنی رہبر داروغۂ محل نائبہ کو پاس بلا کے کہا۔ "یہاں سب ملے اور بابک کی تمام عورتیں میرے قبضے میں ہو گئیں۔ مگر جن عورتوں کو میں ڈھونڈھتا ہوں۔ ان کا پتہ نہیں۔ ان عورتوں کا پتہ لگاؤ تو بڑا تمھارا احسان ہوگا۔ اور تم کو تمھارے حوصلہ سے زیادہ انعام و اکرام بھی ملے گا۔

نائبہ۔ حضور جن عورتوں کو چاہتے ہوں۔ ان کا نام اور پتہ بتائیں۔"

افشین۔ سب سے پہلے تو مجھے ایک عربیہ لڑکی کی تلاش ہے جس کا نام ریحانہ ہے۔"
تائبہ۔ وہی جن کے لئے یہ لڑائی ہوئی اور ہم بدنصیبوں کو یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوا۔"
افشین۔ ہاں وہی مگر آج کے دن کو بُرا نہ کہو۔ یہ نہایت مبارک دن ہے جو تاریخ میں یادگار رہیگا۔
تائبہ۔ روز بد کہتے پر قصور معاف کرلیجے، ریحانہ کا حال نہ پوچھیے۔ سنتی ہوں وہ امیر المعتصم باللہ کی رشتہ دار ہیں۔ بابک خرمی نے ان کو خاص اپنے لئے منتخب کیا تھا۔ اور بڑی کوشش کی کہ انکو اپنی بیویوں میں شامل کریں۔ مگر ان بیوی نے کسی طرح نہ مانا۔ انکی ہر طرح دلدہی اور تسلی و تشفی کی گئی۔ مگر ان کے دل پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ ان دنوں ان کے پھسلانے اور راضی کرنے کے لئے کوئی خاطر و تواضع اوٹھا نہیں رکھی۔ وہ جس آرام اور جیسے ناز و نعم سے یہاں رکھی جاتی تھیں۔ اس شہر اور بذ کے محل میں کبھی کوئی نہ رکھا گیا تھا۔ مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہیں۔ یہاں تک کہ یہاں سے بھاگ کے طرخان کے پاس مراغہ گئیں۔ یہ گوارا کیا کہ طرخان کی محبوبہ بنیں۔ مگر بابک کی محبت کو کسی طرح قبول نہ کیا۔

وہاں ان پر کوئی اور عاشق ہوا جس نے طرخان کو مار ڈالا۔ مگر وہ اس کے ہاتھ بھی نہ آئیں اور طرخان کے قتل ہوتے ہی مراغہ سے بھاگ کے ایک عورت اور چند مردوں کے ہمراہ جن کا حال کوئی نہیں جانتا کہ کون تھے۔ علاقہ جبل گذر رہی تھیں اور قصر شیریں میں تھیں کہ بابک کے موکل انھیں وہاں سے بھی اٹھا لائے۔"
افشین۔ وہاں سے انھیں کون لے آیا"؟
تائبہ۔ لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ جن بھی بابک کے تابع فرمان ہیں۔ انھیں نے اس کا پتہ لگایا اور وہی ان کے حکم سے اٹھا لائے۔
افشین۔ اور تمھارا بھی یہی خیال ہے نا"؟

ثانیہ ۔ جی نہیں۔ ہوتا تو میرا بھی یہی خیال۔ مگر مجھے ساری کارروائی معلوم ہے۔ سب کام بھی میرے ہاتھوں سے ہوئے ہیں۔ اس لئے میرا خیال کیوں ہونے لگا تھا!

افشین ۔ میں تمھاری سچائی سے بہت خوش ہوا۔ اچھا تو پھر کیا ہوا؟ ریحانہ قصر شیریں سے یہاں کیونکر پہونچی ؟

ثانیہ ۔ میں مسلمان ہوگئی ہوں۔ اور اب مجھے بابک کو ماننا نہیں ہے۔ اس لئے بیان کئے دیتی ہوں۔ ورنہ اس راز کا اظہار کرنا ہمارے اعتقاد میں بہت بڑا گناہ تھا بابک کو غیب دانی اور باطنی تصرف کا دعویٰ ہے۔ اسی غرض کے لئے انھوں نے اپنے ہزاروں جاسوس ہر جگہ پھیلا دیئے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں ان کے جاسوس طرح طرح کے بھیسوں میں خاص بغداد کے اندر اور امیر المومنین کے دربار اور محل تک میں موجود ہیں۔ ان جاسوسوں کی ساری کارروائی خاص میرے اور مجھ سے زیادہ بابک کی محبوبہ ساقیہ ماہ آفرید کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ اور وہی تمام مکر و فریب کی کارروائیوں کا اصلی مرکز ہے۔ ریحانہ جب اس سڑک پر جارہی تھی۔ جو عراق عجم سے عراق عرب کو گئی ہے۔ ماہ آفرید کے ایک جاسوس نے ان کو دیکھ کے پہچان لیا۔ اور دوڑ کے ایک ہی رات میں میرے ذریعہ سے بابک کو خبر کی۔ اس لئے کہ ماہ آفرید اس دن کسی ضرورت سے باہر گئی ہوئی تھیں۔ بڈ میں نہ تھیں۔ بابک نے اس خبر پر بے انتہا خوش ہوئے اسی وقت اس جاسوس کو اپنے تخلئے کی صحبت میں بلوایا۔ اور میں اسے اپنے ساتھ لے کر گئی۔ بابک نے اس سے اور مجھ سے تاکید کردی۔ کہ خبردار اس واقعے کو کسی سے نہ بیان کرنا۔ پھر اس نے آدمی دوڑا کے ماہ آفرید کو بلوایا اور چند نہایت ہی ہوشیار جاسوسوں کے ساتھ روانہ کیا۔ یوں بڈ کے شاہی اصطبل کے بہترین تیز دم گھوڑوں پر سوار ہوکے اور اس طرح کہ کسی کو

خبر نہ ہو سکے کہ کہاں گئی - اور کیونکر غائب ہو گئی - ماہ آفرید گئی اور تیسرے دن ریحانہ اور اس کے ساتھیوں کو پا لیا - وہاں سے وہ اور اس کے ساتھی مسافروں کی وضع بنا کے ریحانہ کے پیچھے پیچھے چلے اور موقع ڈھونڈھ رہے کہ کب سب کو غافل پائیں اور اس وحشی چڑیا کو اڑا لائیں -

افشین - (حیرت زدہ ہو کر) تمھیں خوب معلوم ہے کہ اس کام پر خود ماہ آفرید گئی تھی؟

تائبہ - جی ہاں خود میں نے ان کے لئے سفر کا سامان درست کیا - اور یہاں سے آدھی رات کے وقت میں ہی نے ان کو سوار کرا کے روانہ کیا -

افشین - خیر، پھر کیا ہوا -؟"

"تائبہ - حضور، قصر شیریں میں آدھی رات تک ریحانہ اور ان کے ساتھ پھر پھر کے نہر فرہاد وغیرہ کی سیر کرتے رہے اور اس قدر تھک کے سوئے کہ کسی کو ہوش نہ تھا - ریحانہ کے ساتھ والوں نے اپنے معمول کے موافق وہاں بھی باری باری جاگ کے پہرہ دینے کا انتظام کیا تھا - مگر ایسے تھکے تھے کہ پچھلے کو سب غافل سو گئے ماہ آفرید دبے پاؤں ان کے پاس آدھی رات ہی کو پہونچ گئی تھی جبکہ ریحانہ اور اس کے رفیق سونے کا ارادہ کر رہے تھے - وہاں قریب ہی لگی رہی پچھلی رات کو جب اس نے دیکھا کہ سب سو گئے تو چپکے سے اپنے ہمراہیوں کو بلایا اور ریحانہ کے قریب جا کے اس خوبی سے اُسے سوتے میں ایک لوہے کی چادر پر کر لیا کہ اسے یا کسی کو مطلق خبر نہ ہوئی - اس کے بعد وہ لوگ اس آہنی چادر کو مع ریحانہ کے اٹھا کے بہت ہی احتیاط سے ہاتھوں ہاتھ ایک میل پرے آئے - پھر جھٹ پٹ اسے ایک گھوڑے کی پیٹھ پر کس کے باندھ دیا اور لے اُڑے - راستے میں گھوڑوں کی ڈاک کا انتظام پہلے سے کر دیا گیا تھا - لہذا وہاں سے جو چلے تو بھاگا بھاگ گھوڑے بدلتے ہوئے ایک ہی رات میں

یہاں آپہونچے......... اور صبح کو سب پہ ظاہر کیا گیا کہ ریحانہ کو جن اُٹھا لائے۔ جس امر نے لوگوں میں بابک کی عقیدت اور خدائی قوت کے یقین کو اور بڑھا دیا۔"

افشین:۔ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "پھر اس کے بعد کیا ہوا؟"

تائیہ:۔ "اب کے جو ریحانہ پکڑ کے آئیں تو ان پہ سختیاں ہونے لگیں۔ اُن قیدی عورتوں اور بچوں میں رکھی گئیں جن کو آپ دیکھ چکے ہیں۔ پاؤں میں بیڑیاں ڈالدی گئیں کہ پھر بھاگ نہ سکیں لیکن بابک کے دل کو اُن سے کچھ ایسا لگاؤ تھا کہ روز قیدخانے میں جا کے کچھ دیر اُن کے سامنے بیٹھتے۔ اُن کی صورت دیکھتے اور کہتے:۔ "اب بھی میری معشوقہ بن جیا تا قبول کرو تو تمہارے لئے ہر طرح کا عیش موجود ہے۔ معتصم کو ضد ہے کہ تمہاری وجہ سے میری سلطنت اور خدائی کو درہم و برہم کر دے گا۔ اور مجھے ضد ہے کہ خاندان بنی عباس کی تمام سی پری جمال لڑکی کو اپنی بیوی بناؤں گا۔ مگر زبردستی نہیں راضی کر کے یوں جبر کرنا ہوتا تو عباسی خاندان کی جتنی لڑکیاں کہو پکڑوا بلالوں اور یہ نہ سمجھو کہ معتصم تم کو مجھ سے چھین سکے گا۔ اس قلعے کو بغداد کی ساری رعایا اور عرب کی ساری قوم چڑھ آئے تو بھی نہیں فتح کر سکتی۔" باوجود اس کے ریحانہ کی یہ حالت تھی، کہ ہر طرح کی سختیاں اٹھاتیں مگر بابک کا کہنا نہ مانتیں۔"

افشین:۔ "خدا کا ہزار ہزار شکر کہ اُس معصوم صفت لڑکی کے دل میں نیکی ڈال دی اور آج تک اُسے ایسے بے حمیت کافر کی دست برد سے بچایا ادھر بابک کے ایسے زانی خائن کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ بغیر راضی کئے زبردستی اُس کی آبرو نہ لے۔"

تائیہ "جی ہاں اس بارے میں ریحانہ تو ایسی بچی ہیں کہ کوئی نہیں ہو سکتا
اسی حالت میں یہ دن آگیا، اور آج دوپہر کو جب بابک آپ سے امان
مانگنے کو گئے ہیں اور اُن کے جانے کے بعد آپ کا لشکر بدھ کے اندر داخل
ہوا ہے تو وہ گھبرائے ہوئے واپس آئے اور جھٹ جھٹ نقد روپیہ، اور
اشرفیاں نکال نکال کے خچروں کے اوپر لادنے لگے اسی حال میں ماہ
آفرید نے جو امان مانگتے وقت اُن کے ساتھ گئی تھی، مے گلگون کا ایک جام
بھر کے انھیں دیا اور کہا حضور کا ارادہ یہاں سے بھاگنے کا ہو تو مجھے اپنے ساتھ
لیتے چلیں میں آپ پر تصدق ہو جاؤں گی۔ مگر مسلمانوں کی لونڈی نہ بنوں
گی۔" بابک نے کہا بغیر تم کو ساتھ لئے تو میں کہیں جا ہی نہیں سکتا۔ میری
یہ دنیوی زندگی تم سے ہے۔ تم نہیں تو میں بھی نہیں، لیکن چاہتا ہوں
کہ تمہارے علاوہ چند اور عورتوں کو بھی لیتا چلوں خصوصاً اُس عباسیہ شہزادی
ریحانہ کو تو ہرگز یہاں نہ چھوڑوں گا۔ جس کی وجہ سے یہ ساری خرابیاں
ہوئی ہیں۔ ماہ آفرید نے کہا تو جس جس کو آپ حکم دیں میں لے آؤں؛ بابک
نے کہا مگر جو کچھ ہو جھٹ پٹ ہو۔ ظالم یہودی میرے قصر تک پہنچا ہی چاہتے
ہیں۔ ابھی قصر کے پانچ چھ سو خرمی انھیں روکے ہوئے ہیں۔ مگر کب تک؟"
افشین "غالباً یہ اس وقت کا ذکر ہے جب محل کے اندر والے خرمی ہم سے
لڑ رہے تھے؟"

تائیہ "جی ہاں الغرض ماہ آفرید نے اُن سب عورتوں کا نام دریافت
کیا، جنھیں لانا تھا۔ پھر دوڑی ہوئی گئی دو قدم پر جا کے اپنی ساتھ والی
عورت کو بھیجا کہ ریحانہ کو زنجیریں کھول کے جلدی لے آؤ۔ اور خود محل میں
جا کے بابک کی دو خاص بیویوں ..... خوبصورت خرمیوں کو لے آئی۔

اب ریحانہ کا انتظار تھا مگر وہ کسی طرح نہ آچکتی تھی، اتنے میں آپ کا علم سامنے دکھائی دیا اور بابک اُن سب لوگوں جو جمع ہو چکے تھے لے کے قید خانے کی طرف چلا۔ وہاں دیکھا۔ تو وہ عورت جو ریحانہ کو لانے کو گئی تھی اور ریحانہ اور وہ دونوں غائب تھیں۔ اب بابک گھبرا کے ایک چھوٹے سے مکان میں جو اُس کے مقر کے پچھواڑے ہے چھپ رہا۔ اس لئے کہ اُسی مکان میں سے باہر جانے کی سُرنگ ہے۔ اور ماہ آفرید چاروں طرف دوڑ دوڑ کے ریحانہ کو اُس دوسری عورت کو ڈھونڈھنے لگی۔ اتفاقاً ایک گلی میں دونوں مل گئیں۔ جو کوشش کر رہی تھیں کہ آپ کے لشکر تک پہونچ جائیں۔ ماہ آفرید نے دو زخمی خرمیوں کی مدد سے جو اتفاقاً وہاں مل گئے۔ دونوں کو گرفتار کر لیا۔ اور کھینچتی ہوئی اُس مکان میں لے آئی جس میں بابک تھا۔ اُن کے پہونچتے ہی بابک ان سب کو لے کے اُس سرنگ کے راستے سے بھاگ گیا۔"

یہ واقعات سن کے علی بن فضل بے اختیاری کے ساتھ کہہ اُٹھا۔ مجھے پہلے سے خیال تھا کہ ماہ آفرید دھوکا دے گی۔ مگر آپ اُس کے قریب..... میں آگئے۔"

افشین۔" بے شک مجھے بڑا دھوکا ہوا۔ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔ ریحانہ نہ ملی۔ تو یہ فتح اور کامیابی بالکل بے کار ہے۔ اور قیامت تو یہ ہے کہ عالیہ بھی جیتی گئیں۔ خدا جانے اُن کا کیا حشر ہوا۔ اور امیر المومنین اُن کے نہ ملنے سے خدا جانے مجھ پہ کیا کیا بدگمانیاں کریں گے۔ افسوس میں منزل مقصود تک پہونچا، مگر گوہر مراد ہاتھ نہ آیا۔ اب افشین نے تائیہ کے ساتھ جاکے اُس سُرنگ والے مکان کو دیکھا، اُس پہ زبردست پہرہ مقرر کر دیا۔ پھر محلوں اور قلعوں کے مسمار کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ

ایک طرف تو قصروں میں سُرنگیں اُڑنے لگیں اور دوسری طرف خمیوں کا قتلِ عام ہو رہا تھا، یہاں تک کہ شام تک بُدمیں نہ کوئی عالیشان قصر باقی تھا اور نہ کسی جگہ کسی خمی کا پتہ تھا۔ شام ہوتے ہی افشین جابجا تھوڑی فوج کو حراست پر چھوڑ کے اپنے قلعے اور پڑاؤ میں واپس گیا اور تائیہ کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا۔

اکیسواں باب

بابک سے مراسلت

دوسرے دن افشین برید میں گیا تو سُنا کہ آدھی رات کو بابک نا گہاں شہر میں آیا اپنے قصروں اور محلوں کو منہدم اپنے خزانے کو لٹا ہوا اور اپنی عورتوں اور اپنی بیٹیوں کو غائب دیکھ کے بہت غمگین ہوا۔ اور کہا اس کا بدلہ ان یہودیوں سے ضرور لوں گا۔ پھر شہر کے معمولی مکانوں کی تلاشی لے کے کھانے پینے کا جو کچھ سامان ہاتھ آیا لے کے چلتا بنا۔

افشین۔ "(نہایت طیش سے) اور جن سپاہیوں کو میں یہاں حراست پہ چھوڑ گیا تھا اُنھوں نے کچھ نہ کیا؟"

یہ سُن کر ایک تو مسلم خرمی بولا "حضور بابک نے ایسی خاموشی سے یہ کام کیا کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی اُنھیں معلوم تھا کہ آپکے سپاہی کہاں ہیں۔ اس لئے اُن سے دُور ہی دُور رہے۔ اور رات کے اندھیرے اور سناٹے میں اپنا کام کر لیا۔

افشین: "خیر اب میرا سارا لشکر یہیں آکے ٹھیرے گا۔ میرا خیال تھا کہ ساری فوج یہاں رہنے سے رعایا کو تکلیف ہو گی، مگر معلوم ہوا کہ یہ رعایا اس قابل نہیں ہے کہ اس سے ذرا بھی ہمدردی کی جائے۔ یہ کہتے ہی حکم دیا کہ سارا کیمپ جو اُس نئے مامن میں قائم ہے وہاں سے اُکھاڑ کے یہاں قائم کیا جائے، اور تمام لشکر کچھ بُد کے اندر، کچھ باہر پھاٹکوں کے سامنے کچھ فصیل کے باہر کی وادیوں میں اور گرد کے دلچسپ مرغزاروں میں پڑاو ڈالے۔"

یہ حکم دے کے اُس نے تائیہ سے جو ساتھ ساتھ تھی پوچھا "باہر جانے کی سُرنگ پہ تو میں نے زبردست پہرہ مقرر کر دیا تھا، پھر بابک کدھر سے آیا؟"

تائیہ: "حضور کوئی ایک سُرنگ ہے؟ بیسیوں زیرِ زمین راستے ہیں جو ہر محلّے اور ہر حصّے میں شہر سے باہر گئے ہیں۔ اُن کو وہ سُرنگ بند ملی ہو گی تو اور کسی سُرنگ سے چلے آئے ہوں گے۔"

یہ سُن کے افشین نے جتنی سُرنگیں اور جتنے زمین کے نیچے کے راستے سُنے، اور پتہ لگ سکا سب کو بند کرا دیا۔ اور اس پہ بھی اطمینان نہ ہوا تو اُن پہ پہرے مقرر کیے پھر شہر بُد کے اندر ایک چکّر لگایا اور حکم دیا کہ فصیل بالکل منہدم کر ڈالی جائے۔ اور سپاہی تمام محلوں میں آگ لگا دیں تاکہ اس کفرستان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔

اس کارروائی کے بعد وہ اپنے خیمے میں گیا جو شہر کے باہر پھاٹک کے سامنے والے میدان میں نصب تھا۔ یہاں بیٹھ کے اُس نے پہلا کام یہ کیا کہ ملوکِ ارمن و گرجستان و الیان مراغہ و عجم کو بہت سے خطوط لکھوا کے اپنے دستخط سے بھیجے جن کا مضمون یہ تھا کہ بابک کے شہر پہ قبضہ ہوا۔ اور وہ مع چند عورتوں اور رفیقوں کے بھاگ گیا ہے۔ خصوصاً ایک عباسیہ شاہزادی

ریحانہ کو اپنے ساتھ پکڑ لے گیا ہے۔ شاید تمہاری طرف سے اُس کا گذر ہو۔ اس لئے امیر المومنین ہشتم آل عباس کی جانب سے تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ اپنے علاقے میں تمام راستوں اور مخفی گزرگاہوں کی ناکہ بندی کردو۔ اور بابک جہاں ملے فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ اگر یہ خبر لگی کہ تمہارے علاقے سے گزرا یا تمہارے رقبہ حکومت میں اُس کو پناہ ملی تو امیر المومنین کے قہر و غضب کو یاد کر لو اور سخت سے سخت سزا کے امیدوار ہو۔" یہ خطوط تیز رو سواروں کے ذریعہ سے بھیجے گئے اور انھیں تاکید کی گئی کہ جب تک پہونچا نہ دیں کہیں دم نہ لیں۔

ان خطوط کو روانہ کر کے افشین نماز ظہر کے لئے وضو کر رہا تھا، اور ایک خادمہ پانی ڈال ڈال کے اُسے وضو کرا رہی تھی کہ ایک جاسوس نے آکے خبر دی کہ بابک ایک قریب کی گھاٹی میں چھپا ہوا ہے۔ اُس گھاٹی سے ایک بڑا بھاری گھنا جنگل شروع ہوا ہے۔ جس میں بڑے بڑے درختوں کے نیچے ہزاروں گھنی جھاڑیاں ہیں۔ اس جنگل کا ایک سرا آذربائجان تک چلا گیا ہے۔ اور دوسرا اُسی سے کٹ کے ارمن کے ملک میں جا پہونچا ہے۔ گھوڑے اُس جنگل میں گھس نہیں سکتے اور اگر کوئی اُس میں چھپ رہے تو پتہ لگانا امکان سے باہر ہے۔ اور خرابی یہ ہے کہ اس جنگل میں جا بجا پانی کے چشمے اور ندیاں ہیں، جن کی وجہ سے کسی کو پانی کی تنگی بھی نہیں ہو سکتی۔ لیکن ابھی وہ اس جنگل میں آگے نہیں بڑھا ہے۔ قریب ہی اس جنگل کے سلسلے میں ایک گھاٹی ہے جو وادی غیضہ کہلاتی ہے۔ اُسی میں ہے۔ افشین نے فوراً ابو سعید کو چند جفاکش بہادروں کے ساتھ روانہ کیا۔ اُس جاسوس کو اُس کے ہمراہ کیا، اور حکم دیا کہ جس طرح بنے اُس گھاٹی میں گھس کے بابک کو پکڑ

لاؤ۔ جو شخص اُسے یا ریحانہ کو لائے گا اُسے دونوں کی بابت جُدا جُدا انعام ملے گا۔ بڑا بھاری انعام۔ میں جُداگانہ انعام دوں گا۔ اور امیرالمومنین اپنی شان اور اپنے حوصلے کے مطابق دوسرا انعام دیں گے وہ سوار روانہ ہوگئے اور اُن کے جاتے ہی اُس نے مختلف فوجیں بھیج کے اُس وادی کی ناکہ بندی کر دی تاکہ کوئی اُس میں سے نکل کے کسی طرف نہ جا سکے۔ کوہیانوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اُس وادی میں جانے کے چھوٹے بڑے کل پندرہ راستے ہیں۔ افشین نے ہوشیاروں افسروں کو کافی فوجوں کے ساتھ روانہ کیا کہ ان سب راستوں پہ جا کے ٹھہریں، اور کسی کو جنگل میں آنے جانے نہ دیں اور نہ جنگل کے اندر ایک طرف سے دوسری طرف گذرنے دیں۔

اس کارروائی کے بعد وہ زنانے خیمے میں گیا، شیریں اُس کی صورت دیکھتے ہی بولی بابک کے پکڑنے کی تم پوری کوشش کر رہے ہو، مگر عالیہ اور ریحانہ کا بھی کہیں پتہ لگا؟"

افشین "افسوس کہیں نہیں۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ ظالم و بے دین بابک مایوسی میں جھنجلا کے انھیں مار نہ ڈالے۔ خوبصورت چکور باز کے پنجے میں پھنسا ہے۔ اور چھڑانے کی کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی۔"

شیریں۔ "مگر تمھاری ساری نیک نامی اور کارگذاری کا دار و مدار اسی پہ ہے۔"

افشین۔ "بالکل اسی پہ۔ مگر میں کیا کر سکتا ہوں؟ بڑی خرابی یہ ہے کہ میں سمجھا تھا ماہ آفرید سے کام نکلے گا۔ اسی خیال سے اُس پہ محبت ظاہر کی، اس کی درشت زبانی برداشت کی جب گرفتار ہو کے آئی، خوشی کے ساتھ اُسے بابک کے پاس پہونچا دیا۔ مگر وہ کام نہ آئی دشمنی ہی کی۔

شیریں: "اصل میں خود تمہاری غلطی تھی۔ ماہ آفرید پر عشق ظاہر کر کرکے اسے تم نے بیباک بنا دیا۔ اور اُس کے دل میں جم گئی کہ یہ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔
افشین: "میں تو اُسے بے وقوف سی عورت سمجھتا تھا، اور یہ خیال تھا کہ باتوں باتوں میں اُس سے بہت سی باتیں پوچھ لیا کروں گا، جو یوں نہیں معلوم ہو سکتیں۔"
شیریں: "وہ بے وقوف نہیں تم سے زیادہ سیانی ہے۔ وہ بنتی اور تمہیں بناتی ہے۔"
افشین: "ہاں اب تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ ریحانہ کو قصر شیریں سے وہی جا کے لائی۔ اور مجھ سے اس طرح چھپایا کہ مجھے اس کا وہم وگمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اب ملتی تو بتاتا۔ افسوس ہاتھ سے نکل گئی۔ مگر کب تک؟ ایک دن پکڑ کے آئے ہی گی۔" اتنے میں اس کی خادمہ کیوان دخت دوڑتی ہوئی آئی اور کہا۔ "حضور باہر لوگ عالیہ کو کہیں سے اُٹھا کے لائے ہیں، جو زخمی اور بے ہوش ہیں۔"

یہ سنتے ہی افشین "ارے" کہہ کے اٹھ کھڑا ہوا اور باہر آ کے دیکھا، کہ زخمیوں کے اُٹھانے کے ایک پلنگ پہ عالیہ بے ہوش پڑی ہوئی ہے۔ پوچھا یہ کہاں ملیں؟ اور انھیں کون لایا ہے؟"

جو کوہبان اُن سواروں کے ساتھ گئے تھے جو جنگل میں گھس کے بابک کو پکڑنے کے لئے روانہ کئے گئے تھے۔ اُن میں سے ایک نے بڑھ کے عرض کیا.... "حضور میں فوج کے ساتھ جب وادی غیضہ کے قریب پہونچا، تو ایک جھاڑی کے اندر پڑی ملیں، پہلے مجھے خیال ہوا کہ یہیں کی کسی عورت کو کسی درندے نے پھاڑ کے ڈال دیا ہے۔ مگر فوج والوں میں سے ایک نے دور

سے اُن کو پہچانا اور کہا "یہ عباسیہ خاتون عالیہ ہیں" فوراً میں نے چار پہاڑیوں کو بیگار میں پکڑ لیا۔ اور فوج والوں سے زخمیوں کے اٹھانے کی یہ چارپائی لے کر اٹھوا لایا۔"

افشین "تم نے بڑا کام کیا۔ تم اور وہ سپاہی جس نے پہچانا، دونوں اعلیٰ درجہ کے انعام کے مستحق ہیں۔ جو آج ہی ملے گا" یہ کہہ کے اُس نے پلنگ کو عالیہ کے خیمے میں پہونچا کے اُسے خاص اُس کے پلنگ پر لٹا دیا۔ شیریں اور اس کی لونڈی کو تیمارداری پر مقرر کیا۔ علی کو بُلوا کے عالیہ کی یہ حالت دکھائی اور کہا جب تک یہ اچھی نہ ہو جائیں آپ یہیں ٹھہریں، پھر اسی وقت اپنے ہمراہی مسیحی طبیب جہ جبیں کو بلا کے کہا۔ دیکھئے کہ اُن کے زخم کیسے ہیں، اور اُن کے بچنے کی اُمید ہے یا نہیں۔"

جہ جبیں "(خوب معائنہ کر کے) جب تک انسان زندہ ہے بچنے کی اُمید بھی ہے۔ اُن کے زخم بظاہر اتنے کاری تو نہیں ہیں، مگر وقت پر مرہم پٹی نہ ہونے اور کثرت سے خون نکل جانے کے باعث مجھے ان کی حالت نازک معلوم ہوتی ہے۔"

افشین "اُن کے اچھا کرنے میں آپ کو اتنا انعام ملے گا، جتنا خود میرے اچھا کرنے میں ملتا، بلکہ اس سے زیادہ انعام دوں گا جب تک اُن کو ہوش نہ آئے آپ یہیں ٹھہریں۔" جہ جبیں نے افشین کے حکم کے مطابق زخموں کو دھو کے اور اُن میں تحتی ٹانکے لگا کے مریضہ کو آرام سے لٹا دیا۔ اور سرہانے بیٹھ کے لخلخے سنگھائے، اور مفرح شربت اور یخنی وغیرہ تیار کرا کے چمچوں سے پلانے لگا۔ پھر افشین سے کہا "دو گھنٹوں میں انھیں ہوش آگیا، تو جانئے کہ یہ اچھی ہو گئیں، ورنہ کوئی علاج کارگر نہیں ہو سکتا۔"

افشین: "آپ کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھیں۔ اور موت و زیست تو خدا کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔"

یہ کہہ کے وہ دربار کے خیمے میں گیا، اور چند سرداران فوج سے اُن معاملات میں مشورہ لینے لگا۔ جو پیش تھے۔ اتنے میں اُس کے ایک غلام نے آ کے عرض کیا کہ "بابک کا بیٹا اُس کے اعزہ واقارب عورتیں اور سردار جو قید میں گرفتار ہوئے ہیں حسب الحکم حاضر ہیں۔" افشین نے اپنے زنانے خیمے میں جانے سے پہلے ان اسیروں کی حاضری کا حکم دیا تھا، اُس وقت اُن کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ تو اندر بلوا کے انھیں اپنے سامنے فرش پہ بیٹھنے کی اجازت دی۔ اور جب سب قرینے سے بیٹھ لیے تو بابک کے بیٹے کی طرف دیکھ کے کہا: "اگرچہ کوئی اُمید نہیں کہ امیرالمومنین تم لوگوں کی جان بخشی کریں۔ بابک کی اور تم لوگوں کی سرکشی سے وہ اس قدر برہم ہیں کہ اُن سے کسی رحم کی اُمید مشکل سے کی جا سکتی ہے۔ مگر ایک طرح اُن کی خدمت میں تمہاری جان بخشی کی سفارش کی جا سکتی ہے۔ بلکہ میں اپنی ذمہ داری پر تم سے جان بخشی کا وعدہ بھی کر سکتا ہوں۔"

بابک کا بیٹا: "جس طرح یہ ہو سکتا ہو، آپ ارشاد فرمائیں، اگر امکان میں ہوا تو ہم دریغ نہ کریں گے۔"

افشین: "وہ صورت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی میرا خط بابک کو پہونچا دے اور اُس سے جواب لے آئے۔"

یہ سن کے بابک کے ایک عزیز نے کہا: "آپ بابک کے مزاج سے واقف نہیں ہیں۔ جو کوئی آپ کا خط لے کے جائے گا، اُس کی صورت دیکھتے ہی وہ آپے سے باہر ہو جائیں گے، اور کیا عجب ہے کہ بلا تامل اُسے قتل کر ڈالیں۔

بھلا کس کی مجال ہے کہ آپ کا خط اُن کو لے جا کے دے؟ وہ تو صاف صاف کہتے ہیں کہ کسی کو بھی زندہ نہ رہنا چاہئے" اور جو غیروں کی اطاعت کرنے کے لئے زندہ رہ جائے وہ بے دین ہے اور ملعون"

افشین۔ "میں نے یہ فقط تم پہ مہربانی کرنے کے لئے کہا" ورنہ مجھے ایک کے ماننے نہ ماننے کی پرواہ نہیں ہے۔ یہ تم جانتے ہو کہ ایک دن وہ گرفتار ہو کے پابہ زنجیر میرے سامنے لایا جائے گا۔ امیر المومنین کا دشمن ہو کے کوئی دنیا میں نہیں رہ سکتا۔ اگر تم کو اپنی اور اس کی جان بچانا ہے تو جاؤ، اور نہیں جاتے تو تمہیں اختیار ہے۔ امیر المومنین کو تمہاری گرفتاری کا حال لکھ چکا ہوں۔ جواب کا انتظار ہے۔ جس دن بغداد سے حکم آ گیا اُسی دن تمہارے سر کاٹ لئے جائیں گے"!

بابک کا بیٹا۔ "آپ کی غالباً یہ خواہش ہو گی کہ وہ امان مانگیں۔ اور آپ کے سامنے حاضر ہو کے ہتھیار ڈال دیں، اور اس کو وہ کسی طرح گوارا نہ کریں گے۔ پھر مراسلت بے کار ہے"۔

افشین۔ امان کو گوارا نہ کریں گے؟ امان دینے کا وعدہ سُن کے تو وہ خوش ہو گا۔ اور اُس کی جان میں جان آ جائے گی۔ آخر پہاڑوں اور جنگلوں میں کب تک چھپا پھرے گا؟"

یہ الفاظ سُن کے خرمی اسیروں میں دو شخص اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا، اچھا حضور وعدہ کریں کہ ہم بابک کے ہاتھ سے مار ڈالے گئے تو آپ ہمارے بال بچوں کے نام ایک معتدبہ وظیفہ جاری کر دیں گے۔ اگر ہماری یہ شرط حضور نے منظور کی تو ہم جان پہ کھیل کے چلے جائیں گے۔

افشین۔ "یہ اس کا میں مضبوط وعدہ کرتا ہوں۔ اسی قدر نہیں امیر المومنین

سے منظوری لے کے وظیفہ جاری کر دوں گا۔ اور اپنے پاس سے تم کو اتنا دونگا کہ دولتمند ہو جاؤ گے یہ کہہ کے افشین نے اپنے خط ان کو دیا اور کہا، تم فوراً روانہ ہو جاؤ۔" اور جب وہ چلنے لگے تو بابک کے بیٹے نے کہا" ایک میرا خط بھی لیتے جائیے۔" یہ کہہ کے وہیں قلم دوات اور کاغذ منگوا کے اس نے اس مضمون کا خط لکھا کہ" اب مسلمانوں سے دوستی کر کے ان کی اطاعت قبول کر لینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔" یہ قاصد اسی وقت روانہ ہو گئے۔ اور افشین دربار سے برخاست کر کے عالیہ کی خبر گیری کے لئے اس کے خیمے میں گیا۔ اس لئے کہ اسے عالیہ کی زندگی کی فکر سب باتوں سے زیادہ تھی۔ اسے اپنی زندگی عالیہ کی زندگی اور ریحانہ کے صحیح و سالم ملنے پہ منحصر نظر آتی تھی۔

بائیسواں باب

عالیہ کی سرگذشت

جہ حبیس اسی طرح عالیہ کے ہوش میں لانے کی تدبیریں کر رہا تھا کہ افشین نے بے صبری کے ساتھ دروازے پر سے آواز دی: "کہیئے کیا حال ہے؟"
جہ حبیس نے آہستہ سے جواب دیا کہ مہربانی کر کے یہاں زور سے بات نہ کیجئے۔ حالت اُمید افزا ہیں۔ اور جو وقت گزرتا ہے زندگی کی اُمید قوی ہوتی جاتی ہے۔"
اب افشین اندر جا کے عالیہ کے پلنگ کے برابر ایک کرسی پر بیٹھ گیا اس کے چہرے پر غور کرنے لگا اور خوب غور کر کے آہستہ سے جہ حبیس کی طرف جھک کے کہا۔ "مجھے تو اتنی ہی دیر میں بڑا فرق معلوم ہوتا ہے تنفس درست ہوتا جاتا ہے اور بمقابل پہلے کے اب مجھے چہرے پر کچھ بحالی کی رونق نظر آتی ہے۔"
جہ حبیس: "یہ سب درست ہے۔ مگر ابھی اعتبار نہیں۔"
اتنے میں عالیہ نے کروٹ بدلنے کا ارادہ کیا، اور جہ حبیس نے بہت ہی احتیاط

سے کروٹ بدلوا دی، کروٹ بدلنے میں عالیہ نے یکا یک آنکھیں کھولیں اپنے تیمارداروں کو وحشت ناک نگاہوں سے دیکھا اور پھر بند کر لیں۔

افشین "اب تو میں جانتا ہوں کہ یہ ضرور اچھی ہو جائیں گی۔"

جبیس "آپ فرمائیں مگر میں ابھی نہیں کہہ سکتا۔ میرے نزدیک اس وقت تک یہ خطرے سے باہر نہیں ہیں۔"

افشین "خیر میں جاتا ہوں اپنے خیمے میں ٹھہروں انھیں ذرا بھی ہوش آئے تو مجھے فوراً بلا لیجئے گا۔"

جبیس نے وعدہ کیا اور افشین اپنے خیمے میں جو اس کے پاس ہی تھا چلا گیا۔ اور وہاں بابک کی محلدار تائبہ کو بلا کے اس سے باتیں کرنے لگا۔ ادھر ادھر کی چند باتوں کے بعد اس سے پوچھا "اب تو تم دل سے مسلمان ہو نہ؟ یہ تو نہیں کہ میرے کہنے سے زبردستی اسلام قبول کر لیا ہو؟"

تائبہ "جی نہیں میں صدق دل سے مسلمان ہوں اور وعدہ کرتی ہوں کہ پھر بابک کے قریب نہ آؤں گی۔"

افشین "اگر سچی مسلمان ہو تو دین کی کچھ خدمت کرو۔"

تائبہ "جو خدمت فرمائیے بجا لاؤں۔"

افشین "کوشش کرو کہ بابک ہمارے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے۔"

تائبہ "مجھے تو خبر ہی نہیں کہ وہ کہاں ہے جو عورتیں سفروں میں بابک کے ساتھ رہا کرتی تھیں وہ شاید کچھ پتہ لگا بھی سکیں، مجھے تو محل کے انتظام کی وجہ سے کبھی باہر جانے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ ماہ آفرید ہوتی تو آپ کے بڑے کام آتی۔"

افشین "مگر ماہ آفرید کا نام نہ لو وہ بھروسے کے قابل نہیں تم البتہ اپنی متانت و تہذیب کی وجہ سے میرے نزدیک اس قابل ہو کہ تمہاری بات کا یقین اور تمہارے مشورے پہ عمل کیا جائے۔"

تائبہ "یہ فقط حضور کی پرورش ہے ورنہ میں کسی قابل نہیں ہوں اور صحیح عرض کرتی ہوں کہ بابک کا پتہ یہاں کسی کو نہیں معلوم ہے۔ باوجود اسکے میرے نزدیک کوئی گھبرانے کی بات نہیں آپ

کے ہاتھ سے وہ نکل کے جا نہیں سکتے اور جو انتظام ناکہ بندی کا ہوا ہے بہت کافی ہے۔"

افشین "خرابی تو یہ ہے کہ وہ ریحانہ کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا۔ اُس بیچاری پہ خدا جانے کیا کیا مصیبتیں گذرتی ہونگی؟ ممکن ہے کہ غصہ میں آکے باپاک اُسے مار ڈالے۔ یا اسکی آبرو لینے کے درپے ہو جائے۔

تائیہ "ان باتوں کا اندیشہ تو ضرور ہے۔ مگر میں تو جانتی ہوں کہ باپاک کو ایسی جرأت نہ ہوگی۔ وہ ریحانہ کو دل سے چاہتے ہیں۔ انکی صورت پہ فریفتہ ہیں اور اُنکے حسن کا اُن کے دل پہ کچھ ایسا رعب بیٹھا ہوا ہے کہ انھیں جبر و تعدی کی جرأت ہرگز نہ ہوگی۔"

افشین "خدا کرے نہ ہو۔ مگر مجھے اس کا اندیشہ ہو گیا کہ ہماری ایک معزز خاتون عالیہ جو آج فرید کے ساتھ بُذ میں گئی تھیں اُس جنگل کی ایک جھاڑی میں زخمی اور بیہوش پڑی ملیں جس میں باپاک چھپا ہوا ہے۔"

تائیہ "وہ کون بوی تھیں جو بُذ میں تھیں؟ میں دیکھوں تو شاید پہچان سکوں۔"

افشین "چلو تمکو دکھا لاؤں۔ شاید تم سے اُنکے زخمی ہونے کا کچھ سبب معلوم ہو سکے۔"

یہ کہہ کے افشین تائیہ کو ساتھ لیے ہوئے عالیہ کے خیمے میں گیا۔ جراح جبیں صورت دیکھتے ہی اس کو خیمے کے باہر نکال لایا۔ اور خوشی کے لہجہ میں کہا "میں آپکو مبارکباد دیتا ہوں کہ مریضہ کی حالت بہت اچھی اور قابلِ اطمینان ہے۔"

افشین "یعنی اب موت کا اندیشہ نہیں رہا۔"

جراح جبیں "ہاں اب میں کہہ سکتا ہوں کہ اندیشہ نہیں رہا۔ اور ہے بھی تو بہت کم ہے۔"

افشین "ہوش آیا؟"

جراح جبیں "جی ہاں آیا۔ اسی وجہ سے تو میرا دل مضبوط ہوا۔ ایک بار اُنھوں نے آپکے سامنے آنکھیں کھول کے بند کر لی تھیں۔ اُس کے ایک گھڑی بعد پھر آنکھیں کھولیں۔ ایک ایک کی صورت غور سے دیکھی، اور بند کر لیں۔ اس کے بعد اور کئی دفعہ یہی ہوا۔ اب کی جو آنکھیں کھولیں تو کچھ

دیر تک میری صورت دیکھتے رہنے کے بعد ناتوانی کی آواز میں پوچھا۔ "میں کہاں ہوں؟" میں نے کہا اپنے خیمے میں اور اپنے دوستوں میں۔ مگر آپ کو ضعف بہت ہے۔ خاموش لیٹی رہئے۔" اس کا جواب زبان سے نہیں اشارے سے دیا کہ اچھا۔ اُس وقت سے اب تک آنکھیں کھولے ہوئے ہیں، اور ہر آنے جانے والے کو منہ پھیر کے دیکھ لیتی ہیں"۔

افشین۔ "اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ گھنٹہ دو گھنٹے میں اُٹھ کے بیٹھ جائیں گی۔"

جہ جبیں۔ "بے شک...... مگر زخمی بھی تو ہیں۔ ان کو تندرست ہونے کے لئے کئی ہفتہ چاہئیں"۔

افشین۔ "باتیں تو کرنے لگیں گی؟"

جہ جبیں۔ "باتیں کرنے کے قابل تو آج ہو جائیں گی۔ مگر آپ ان سے باتیں نہ کیجئے گا۔ تاوقتیکہ اچھی طرح قوت آ جائے۔"

افشین۔ "خیر میں ذرا اندر چل کے دیکھ تو لوں؟...... (اور تائیہ کی طرف اشارہ کر کے) اس عورت کو بھی لے جا کے میں اُن کی صورت دکھانا چاہتا ہوں؟"

جہ جبیں۔ "مگر بات نہ کیجئے گا۔ وہ کچھ پوچھیں بھی تو جواب دو ایک لفظوں سے زیادہ نہ ہو"۔

اب افشین اور تائیہ جہ جبیں کے ساتھ اندر گئے۔ عالیہ آنکھیں کھولے دیکھ رہی تھی۔ ان لوگوں کی آہٹ پا کے نظر افشین کی طرف پھیری۔ اور کئی منٹ تک اُس کی آنکھوں سے ملے رہنے کے بعد بولی۔ "میں کیسی ہوں؟"

افشین۔ "آپ بہت اچھی ہیں"۔ یہ جواب دے کے افشین اپنے خیمہ میں واپس گیا۔ اور اطمینان سے بیٹھ کے تائیہ سے پوچھا۔ "تم نے پہچانا؟"

تائیہ۔ "جی ہاں پہچانا۔ ماہ آفرید نے انھیں کو بھیجا تھا کہ ریحانہ کو بابک کے ساتھ

جانے کے لئے لے آئیں۔ مگر یہ دیر تک نہ آئیں۔ تو وہ ڈھونڈھنے کو نکلیں، اور ایک گلی میں دیکھا کہ یہ اور ریحانہ دونوں مسلمانوں کے لشکر کی طرف جا رہی ہیں۔ اتفاقاً وہاں چند خزمی مل گئے۔ جن کی مدد سے اُس نے دونوں کو پکڑ لیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ اسی جرم کی سزا میں بابک نے ان بیوی کو اپنے نزدیک مار کے جنگل میں ڈال دیا ہے۔"

اب رات زیادہ ہو چکی تھی۔ افشین نے تائبہ کو رخصت کیا جو اپنی خوابگاہ کو گئی پھر اُس نے کھانا کھایا اور عشاء کی نماز پڑھ کے سو گیا۔"

دوسرے دن تڑکے اُٹھ کے نماز پڑھی اور سیدھا عالیہ کے خیمے میں گیا۔ جہاں جس نے خیریت بیان کی اور بتایا کہ ابھی وہ سو رہی ہیں۔ پوری نیند لے کے اُٹھیں گی تو طبیعت بحال ہو گی۔ یہ سنتے ہی علی بن فضل کو اپنے ساتھ لے کے وہ شہر بذ کے اندر داخل ہوا۔ شہر پناہ کچھ مسمار ہوئی تھی اور بہت سا باقی تھی۔ جو گرائی جا رہی تھی مکانوں میں جا بجا آگ لگی ہوئی تھی۔ بہت سے جل کے خاک ہو گئے تھے۔ اور جو باقی تھے اُن پر شعلے بلند تھے۔

افشین ۔ "یہاں ایک مکان کو بھی باقی نہ رہنا چاہیئے۔ پھر حکم دیا کہ شہر کا جو کچھ حصہ بچ گیا ہو آج برباد کیا جائے۔ (علی کی طرف دیکھ کے) یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ اُن کی کوئی نشانی بھی دنیا میں باقی رہنے دی جائے۔"

علی ۔ "بے شک یہ لوگ اسی سزا کے سزاوار ہیں۔ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) آپ نے فتح کر لیا۔ شہر بھر مسمار کر دیا۔ ہزاروں نہیں لاکھوں خزمی قتل کئے۔ بہت سی خوبصورت اور طرحدار لونڈیاں پائیں۔ مگر وہ نایاب گوہر نہ ہاتھ آیا۔ جس کے لئے یہ سب پاپڑ بیلے گئے ہیں۔ جب سے کہ بابک ریحانہ کو اپنے ساتھ لیتا گیا ہے مارے غیرت کے جی چاہتا ہے خودکشی کر لوں۔"

افشین:- "خودکشی تو مجھے کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ میرے ذمہ یہ خدمت کی گئی تھی کہ اُنھیں بابک کے پنجۂ ستم سے چھڑا کے لے آؤں۔ اور سچ یہ ہے کہ جب تک وہ نہ ملیں میں امیر المومنین کو صورت نہیں دکھا سکتا۔"

علی:- "آپ کو فقط امیر المومنین کا ڈر ہے جو آپ کی اعلیٰ کارگذاریاں سُن کے اس فردِ گذاشت کو یقیناً معاف کر دیں گے اور خلعت فتح و نصرت عطا ہو گا۔ مگر میں کیا کروں؟...... ریحانہ میری دنیا ہے میری زندگی ہے۔ اور میرے لئے جو کچھ ہے وہی ہے۔ وہ میرے لئے ہے۔ میں اُس کے لئے ہوں، اور بغیر اُس کے زندگی مجھے عذاب ہے۔"

افشین:- "تو یہ کہیئے وہ آپ ہی کی بیوی ہونے والی ہیں۔ اور آپ اُن کے عاشق جانباز ہیں!"

علی:- "جی ہاں وہ میری پھوپھی کی بیٹی ہیں۔ اور بچپن سے مجھے منگی ہوئی۔ ترکستان سے ہمارے بزرگ یہی تجویز کر کے چلے تھے کہ بغداد میں پہونچ کے ہم دونو کی شادی کر دیں گے۔"

افشین:- "اور غالباً آپ ہی کے شوق میں وہ بھی کسی کا خیال نہیں کرتیں۔"

علی:- "کسی کا خیال؟ وہ اپنے بنڈے میں کسی کو ہاتھ تک تو لگانے نہیں دیں گی!"

افشین:- "تو واقعی بابک کے ہاتھ میں اُن کا گرفتار ہو جانا قیامت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ظالم اُن کی عصمت پہ حملہ کرے۔"

علی:- "مجھے بھی اندیشہ ہے اور بابک ضرور ایسی جرأت کرے گا۔ لیکن آپ جانتے ہیں، اُس کا کیا نتیجہ ہو گا۔ میری پیاری ریحانہ اپنی جان دے دیں گی۔ مجھے اُنکے بے عصمت ہونے کا اندیشہ نہیں۔ اس لئے کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ ہاں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو وہ تنگ آ کے اپنی جان دے دیں۔

اور میں خودکشی پہ مجبور ہو جاؤں۔"

افشین: "بے شک آپ گھبراتے ہوں گے۔ اسی خیال سے میں نے بابک خرمی کی تمام حرموں کو آپ کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ مگر آپ نے اُدھر توجہ نہ کی۔"

علی: "ریحانہ کے سوا میں کسی کی طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ کیا آپ نے سنا نہیں

ع حُور پہ آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا۔"

افشین: "تو ایک کام کیجئے۔ میں کوہبانوں کو بلاتا ہوں۔ آپ تھوڑا سا لشکر لے کے اُن کوہبانوں کے ساتھ وادی غیضہ میں چلے جائیں۔ جہاں بابک چھپا ہوا ہے۔ اور ریحانہ کے جستجو کے شوق میں ایسی مستعدی سے کام لیں کہ بابک کو کسی اور طرف بھاگنے کا موقع نہ ملے۔ اس مشغلے میں آپ پھلے رہیں گے تو یہ خوفناک خیالات دل میں نہ پیدا ہوں گے۔ جو یہاں بے کار پڑے رہنے سے بار بار ستاتے اور مایوس کرتے ہیں؟"

علی: "میں تو بڑے شوق سے اس کام کو انجام دوں گا۔ ذرا خیال پھوپھی عالیہ کے صاحب فراش ہونے کا ہے۔ مگر اب وہ اچھی ہیں آپ کی بیوی شیریں جیسی طبیب اور سب سے زیادہ خود آپ بڑی توجہ اور ہمدردی سے اُنکا علاج کر رہے ہیں۔ میں ہوں گا تو اُس سے زیادہ نہ کر لوں گا۔ بسم اللہ آپ جا کے کوہبانوں کو بلائیے۔ اور جو فوج مجھے دینی ہو میرے حوالے کیجئے۔"

افشین: "آپ کی ہمراہی کے لئے بہادرانِ فرغانہ سے زیادہ کوئی فوج موزوں نہیں ہے۔"

علی: "تو انہیں تیاری کا حکم دیجئے۔ جب تک چلئے پھوپھی سے پھر مل لیں۔ اب وہ بیدار ہوں گی۔ شاید اُن سے ریحانہ کا کچھ حال معلوم ہو جائے۔ اگرچہ

جہاد خصوصاً بابک کی سرکوبی کے لئے میں ہروقت تیار ہوں۔ مگر جی چاہتا تھا کہ پہلے اُن کا بیان سن لیتا پھر اُس کے بعد روانہ ہوتا۔"

افشین:" یہ آپ صحیح کہتے ہیں۔ اس میں بہت سی مصلحتیں بھی ہیں۔"

اب دونوں فوراً بذ کے منہدم کھنڈروں سے روانہ ہوکے عالیہ کے خیمے میں آئے۔ اور دیکھا کہ وہ جاگتی ہیں۔ اور آہستہ آہستہ شیریں سے کچھ باتیں کر رہی ہیں۔ علی اور افشین کے پہونچتے ہی عالیہ نے منہ پھیر کے انھیں دیکھا، اور مسکرائی۔ علی نے پوچھا۔" پھوپھی جان اب مزاج کیسا ہے؟"

عالیہ:" زندہ ہوں اور اچھی ہوں" پھر اُس نے افشین کی طرف دیکھ کے پوچھا۔ "میں یہاں کیونکر آئی؟"

افشین:" آپ کو یہ یاد ہے کہ آپ کہاں تھیں؟"۔

عالیہ:" خوب اچھی طرح یاد ہے۔ سب باتیں میری نظر کے سامنے ہیں۔ ایک گھنے جنگل میں مار کے ڈال دی گئی تھی۔ خون بہہ بہہ کے نکلا جاتا تھا۔ انتظار کر رہی تھی کہ کوئی درندہ آکے پھاڑ ڈالے گا اور قیامت کو میرا حشر بطون وحوش اور حواصل طیر (وحشی درندوں کے پیٹوں) اور مردار خوار طیور کے پوٹوں) سے ہوگا اور اسی انتظار میں آنکھیں بند ہوئیں تو یہاں آکے کھلیں اور حیران ہوں کہ وہاں سے یہاں مجھے کون اُٹھا لایا؟"

علی:" پھوپھی جان آپ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اپنا حال بیان کریں۔ میرے نزدیک آپ ابھی اس قابل نہیں ہیں۔ اس لئے ابھی دماغ پہ غور و فکر کا بار نہ ڈالئے اور جب خوب طاقت آئے تب بیان کیجئے گا۔"

عالیہ:" بیٹا علی اب مجھ میں سب باتیں کرنے کی طاقت آگئی ہے۔ اور اُن کے ظاہر کرنے سے دماغ پہ بار نہیں پڑے گا۔ بلکہ دل کو تسکین ہوگی۔ اب میرا

علاج یہی ہے کہ کوئی میری سرگذشت سُنے، اور میں جی کھول کے دل کی بھڑاس نکال لوں۔"

جہ جیس: "مگر مجھے اندیشہ ہے کہ مصیبت تکلیف، اور رنج و غم کی باتیں آپ کے دماغ کو صدمہ نہ پہونچا دیں۔"

عالیہ: "جی نہیں اس کا ڈر اُس کے لئے ہو سکتا ہے، جو رنج و غم کا عادی نہ ہو اور اُس پر نئی نئی مصیبت پڑی ہو، میں تو ان باتوں کی خوب عادی ہو گئی ہوں۔"

جہ جیس: "تو شوق سے بیان کیجئے۔ آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ کے لئے کوئی اندیشہ نہیں باقی رہا۔"

افشین: "تو پھر مہربانی کر کے تفصیل سے بیان کیجئے کہ اُس جنگل میں آپ کو کون لے گیا اور کن کن لوگوں نے آپ کے ساتھ یہ سلوک کیا؟"

عالیہ: "(ناطاقتی کے سبب تھوڑے تامل کے بعد) یہ پوچھنے سے کیا حاصل؟ جن لوگوں کا یہ فعل ہے، وہ آپ کی گرفت سے باہر ہیں۔ افسوس کہ مظلوم ریحانہ معصوم صفت خوبصورت قمری کی طرح ظالم شکرے کے پنجے میں پھنسی ہوئی ہے۔ اور کوئی چھڑانے والا نہیں۔ اتنا کہہ کے عالیہ رونے لگی۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

افشین: "ہم اُس خوبصورت معصوم چڑیا کو اس کے پنجے سے چھڑائیں گے... اس کا پورا بندوبست ہو چکا ہے۔ اور علی بن فضل آج ہی ریحانہ کے لانے کو جا رہے ہیں۔ فقط اس کے منتظر ہیں کہ آپ کی زبان سے آپ کے حالات سُن لیں۔"

عالیہ: "میں آپ سے رخصت ہو کے یہاں سے روانہ ہوئی، تو ماہ آفرید

کے ساتھ بذ میں گئی۔ وہاں پہونچتے ہی ماہ آفرید نے مجبور کرنا شروع کیا کہ بابک کے دین کو قبول کرو، اور اس پر ایمان لاؤ۔ اُس کی دوستی نباہنے اور اُسے اپنے موافق رکھنے کے لئے میں نے کبھی سختی کے ساتھ انکار نہیں کیا، بلکہ اُس کے کہنے کو ہمیشہ ٹال دیا کرتی، جس سے وہ سمجھی کہ میں راضی ہوں چنانچہ ایک ایک دن دھوکے میں مجھے بابک کے قدموں پہ لے جاکے گرا دیا اور اُس سے کہا..... "یہ ایک شریف عربیہ خاتون ہیں، جو آپ پر ایمان لائی ہیں، اور مجھ پر ان کا احسان ہے۔ یہ سنتے ہی بابک نے خوش ہوکے مجھے اٹھایا۔ اور اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اُس وقت کی تکلیف مجھے زندگی بھر یاد رہے گی۔ کمبخت مخمور اور شراب کے نشہ میں چور تھا۔ منہ سے شراب کی بدبو آتی تھی اور زبان سے پورے اور صحیح الفاظ نہ نکلتے تھے۔ اسی حالت میں ظالم نے میری پیشانی اور میرے گال چومے..... اور کہا۔ "یہ بوسے میری مہربانی اور الطاف کی اعلیٰ ترین نشانیاں ہیں۔ آج سے تم میرے مخصوص دوستوں میں ہو"!

اب اُس وقت سے میرا کام تھا، کہ اُس کے حکموں پہ لونڈیوں طرح دوڑا کروں۔ لیکن اس وقت تک مجھے ریحانہ سے ملنا نہیں نصیب ہوا تھا ——— ایک دن ماہ آفرید نے کہا "میرے ذمہ دو کام ہیں۔ ایک تو یہ کہ بابک کو شراب پلاتی ہوں، اور اُس کی خلوتیں شریک صحبت ہوتی ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ محل کے عظیم الشان قید خانے میں جو ہزاروں خوبصورت عورتیں اور بچے بند ہیں، اُن کی روز صبح وشام کو جاکے نگرانی کیا کرتی ہوں ——— تم مہربانی کرکے اتنا کرو کہ میرے عوض دونوں وقت جاکے اُن قیدیوں کی نگرانی کر لیا کرو" ——— یہ کہہ کہ

مجھے لیے ساتھ لے چلا کے اُس نے وہ قید خانہ دکھایا۔ کیا کہوں کہ جو بد نصیب عورتیں، اور بچے اُس میں تھے، اُن کی کیا حالت تھی۔ اُن کے پاس پورا لباس تھا، نہ پیٹ بھر کے کھانا ملتا تھا۔ نہ صفائی و طہارت کا کوئی انتظام تھا۔ میں نے گائے بیل کو بھی ایسی ناپاک اور ذلیل حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ اُنھیں میں ایک طرف دیکھا کہ ریحانہ بھی زنجیروں میں جکڑی بیٹھی ہے۔ میری صورت دیکھتے ہی وہ چلا چلا کے رونے لگی۔ اور کچھ کہنے کو تھی کہ میں نے اشارے سے منع کیا اور چلی آئی۔ ماہ آفرید کی یہ خواہش میں نے قبول کر لی۔ اور روزانہ دو وقتہ اُن قیدیوں کی نگرانی کیا کرتی۔ میں وہاں ہر ایک کے ساتھ مہربانی سے پیش آتی۔ سب کی دلدہی کرتی۔ اور اسی سلسلے میں ریحانہ سے بھی دو چار باتیں کر لیا کرتی۔ یہ تو میرے امکان میں نہ تھا کہ اس کی بیڑیوں کو کھولدوں، مگر جب سے میں گئی اُسے غذا کی تکلیف نہیں ہوئی اور میری تسلی و تشفی سے اُس کی مایوسی کم ہو گئی، بابک روز اُس کے پاس جاتا، اور اسے طرح طرح کا لالچ دلاتا، مگر وہ اُس کی صورت دیکھتے ہی آنکھیں بند کر لیتی ــــ اور جواب دیتی کہ مر جاؤں گی مگر تجھ سے بے دین ظالم کی جورو نہ بنوں گی۔"

اب میں اس تجویز میں تھی کہ کسی دن موقع پا کے اُسے بُد سے بھگا لاؤں۔ مگر کوئی تدبیر نہ بن پڑتی تھی۔ یہاں تک کہ مسلمان دھاوا کر کے شہر میں داخل ہو گئے، اور خرمی شکست کھا کے بھاگنے اور قتل ہونے لگے۔ اُس وقت میں قید خانے کے قریب منتظر کھڑی تھی کہ مسلمان لشکر یہاں تک پہونچے تو انھیں وہ قید خانہ دکھا کے اُن مظلوم قیدیوں، اور اپنی ریحانہ کو عذاب سے نجات دلاؤں۔ اتنے میں ماہ آفرید گھبرائی ہوئی آئی اور کہا "اسی وقت قید خانے میں جا کر ریحانہ کو لا کے بابک کے پاس پہونچا دو۔ وہ اپنے زنانے محل کے پچھواڑے

چھوٹے مکان میں ملیں گے۔ یُمہ جاتی..... ہوں اُن کی بیویوں اور حرموں کو اُن کے پاس پہونچا آؤں جنھیں انھوں نے اپنے ساتھ لے جانے کے لئے منتخب کیا ہے۔ تم ریحانہ کو فوراً لاؤ مسلمان اندر داخل ہو گئے اور دم بھر میں قلعے والوں کو شکست دے کے آ پہونچیں گے"۔

مَیں فوراً قید خانے میں گئی ریحانہ کی بیڑیاں کھولیں جن کی کنجیاں ماہ آفرید نے مجھے دی تھیں، اور اُسے لے کے چلی کہ مسلمانوں کے لشکر میں پہونچ جاؤں، جو قریب آ گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ ماہ آفرید سر پہ کھڑی ہے۔ اور کہہ رہی ہے۔ ایں تم اس عباسیہ لڑکی کو بھگائے لئے جاتی ہو۔ میں نے تمہارا اسی لئے اعتبار کیا تھا؟ اور اسی لئے تم کو بابک کے مخصوص لوگوں میں داخل کرایا تھا؟"۔ میں نے یہ خیال کر کے اب یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اُسے ڈانٹا اور کہا " کافرہ اور حرافہ! تو پھر ریحانہ کو ظالم کے پنجے میں دینا چاہتی ہے۔ جو اب ہلاک ہونے کو ہے۔ اُس کے پاس واپس جا اور کہہ دے کہ خدا نے اس مظلومہ کو تیرے دست ستم سے چھڑایا اور انتقام کی تلوار جو تیرے سر پہ پہونچ چکی تجھے ہلاک کرنے کو ہی ہے۔ یہ کہہ کے میں نے اُسے پیچھے ڈھکیل دیا اور آگے بڑھی اتنے میں دس زخمی خرمی بھاگتے ہوئے اُدھر سے گذرے ماہ آفرید نے غل مچا کے اُنھیں بُلایا۔ اور اُن کی مدد سے ہم دونوں کو باندھ کے بابک کے پاس پہونچا دیا۔ بابک نے فوراً اس مکان کی ایک کوٹھری کھولی اور ہم سب کو اور نیز اُن خرمیوں کو جو ہمیں پکڑ لے گئے تھے ساتھ لے کے اس کوٹھری میں اور اس سے ایک تہ خانے میں داخل ہوا۔ پھر اُس کا دروازہ باہر سے بند کر لیا۔ اور زمین کے نیچے اندھیرے میں کامل آٹھ گھنٹے تک بھاگتا چلا گیا۔ اُس کے ساتھ وہ خرمی مجھے اور ریحانہ کو رسیوں میں باندھے اور کھینچتے ہوئے چلے جاتے تھے اور

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم تحت الثریٰ میں چلے جا رہے ہیں۔ کبھی کبھی اوپر روشندان ملتے جن سے کچھ روشنی نظر آ جاتی۔

آخر جاتے جاتے ہم ایک گھنے جنگل میں نکلے۔ جس کے چاروں طرف پہاڑ تھے اور سب کی چوٹیوں تک جنگل چلا گیا تھا۔ اس جنگل میں بھی بڑے بڑے گنجان درختوں کے باہم ملے اور گتھے ہونے کی وجہ سے بہت کم روشنی تھی، سرنگ سے نکلتے ہی جنگل اور جھاڑیوں کے اندر اندر چل کے بابک ہمیں ایک کھوہ میں لے گیا جس کو رہنے کیلئے ایک وسیع مکان بنا لیا گیا تھا۔ اُس میں پہونچ کے بابک نے دم لیا اور کہا "اب میں یہودیوں (مسلمانوں) کی رسائی سے باہر ہوں"!

اس غار نما مکان میں فرش بچھایا گیا۔ روشنی کی گئی جس کا سامان وہاں پہلے سے موجود تھا، اور کھانے پینے کے بعد جب وہ اطمینان سے بیٹھا تو ماہ آفرید نے مجھے اور ریحانہ کو اُس کے سامنے پیش کیا اور کہا "اس عورت کا اگرچہ مجھ پہ احسان ہے۔ مگر آج معلوم ہوا کہ یہ مکار دغاباز اور ہماری دشمن ہے۔ اور اکیلی یہی نہیں ریحانہ بھی قتل کے قابل ہے۔ جو حضرت کی عنایتوں کی کسی طرح قدر نہیں کرتی۔ یہ کہہ کے اُس نے ساری سرگذشت بیان کر دی۔ بابک نے اپنی مخمور اور خونی آنکھوں سے مجھے گھور کے دیکھا، اور کہا "ریحانہ کو تو ابھی زندہ رہنا ہے۔ یہ جب تک میرا کہنا نہ مانے گی یونہی پابہ زنجیر میرے ساتھ رہیگی۔ مگر اس دوسری دغاباز عورت کو جنگل کے کنارے لیجا کے قتل کر ڈالو۔ اس کا حکم ہوتے ہی ہمراہی آدمیوں سے چار خونخوار دیو صورت وحشی مجھے ڈھکیلتے ہوئے جنگل کے کنارے لیگئے جہاں میں پڑی ملی ہوئی اور تلواروں سے کاٹ کے ڈال دیا۔ اپنے نزدیک وہ بیجان کر گئے تھے مگر مجھ میں جان باقی تھی خاموش پڑی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد زیادہ خون بہہ جانے سے بیہوش ہو گئی"۔

تیئیسواں باب

بابک کی سرکشی و سنگدلی

عالیہ کو اپنی یہ سرگذشت سنائے ایک ہفتہ گذر گیا۔ اور سب کے دلوں پر اس کے بیان کا حسرتناک اثر باقی ہے۔ وہ اب اس قدر اچھی ہے کہ آہستہ آہستہ چل پھر سکتی ہے۔ افشین اُسے اور سارے لشکر کو لے کے منہدم و پامال شہر بذ سے نکل کے شہر برزند کے فرحت بخش مرغزاروں میں خیمہ زن ہو گیا، اور علی بن فضل بھی اپنی پھوپھی کے ساتھ ہے۔ جس نے پھوپھی کا بیان سن کے بابک کے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا۔

عالیہ جوں جوں اچھی ہوتی جاتی ہے۔ اُسے ریحانہ کی جدائی کا صدمہ زیادہ محسوس ہوتا جاتا ہے۔ اور ہر گھڑی دل پر کوفت رہتی ہے۔ اُسے ہر وقت مغموم دیکھ کے۔ ایک دن افشین نے کہا۔ "اس جہاد میں کل مجاہدوں، اور ہمارے تمام سپاہیوں سے آپ زیادہ ثواب کی مستحق ہیں۔ جس کا اجر اُس حضرت ربّ العزت کے دربار سے آپ کو ضرور ملے گا۔"

علی:" پھوپھی۔ اب آپ ان تکلیفوں، اور اس مصیبت کو دل سے نکال دیں۔ حکیم صاحب کہتے ہیں کہ اس ناقتی کی حالت میں آپکو ان فکروں میں نہ پڑنا چاہیئے۔

عالیہ۔ کسی تکلیف یا بیماری کا تو مجھے خیال بھی نہیں۔ مگر یہ مصیبت بھلا بھول سکتی ہے؟ اسے یاد کر کے روؤں گی، اور جب تک زندہ ہوں ہمیشہ رویا کروں گی"

افشین:"۔ تو اپنے خیال کو انتقام لینے اور ریحانہ کو بابک کے پنجہ ستم سے چھڑانے کی کوشش کیجئے۔ ہم نے اُس جنگل کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی ہے۔ لوگ گئے ہیں کہ جدھر سے پتہ لگے جنگل میں گھس کے اُسے پکڑ لائیں"

عالیہ:" مگر بابک جہاں چھپا بیٹھا ہے وہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا"

علی:"میں ایک زبردست لشکر لیکے اس مقام پہ جانیوالا تھا جہاں آپ پڑی ملیں۔ مگر آپ کا بیان سُن کے ارادہ ملتوی کر دیا"

عالیہ:" وہاں سے تم ہرگز بابک تک نہ پہونچ سکتے۔ میں وہاں کئی گھنٹے کے بعد پہونچی تھی۔ لیکن ایک تدبیر ہو سکتی ہے جس سُرنگ سے وہ ہمیں لے گیا ہے اس میں سے اگر کوئی جائے تو اُس کے قریب پہونچ سکتا ہے"

افشین:" یہ تو بخوبی ہو سکتا ہے گو کہ وہ مکان جس میں وہ سُرنگ تھی منہدم کر ڈالا گیا۔ لیکن جس جگہ یہ تھا اُس جگہ کو ہم جانتے ہیں۔ وہاں کھدوا جائے سُرنگ ضرور مل جائے گی۔ لیکن جب تک کوئی رہبر موجود نہ ہو سُرنگ کے راستے سے لوگ گئے بھی تو اُسے کیونکر پائیں گے؟"

عالیہ:" رہبری میں کروں گی۔ میں اُس سُرنگ کے راستے سے جا چکی ہوں۔ اس سے نکلتے ہی جنگل کی جس گھاٹی میں وہ غار نما مکان ہے اُسے بھی جانتی ہوں اور وہاں تک پہونچ سکتی ہوں"

افشین ۔ "(ہنس کے) مگر آپ تو ابھی جانے کے قابل نہیں ہیں"۔
عالیہ ۔ "اس کام کے لئے مجھ میں طاقت آ جائے گی"۔
علی ۔ "پھوپھی اگر آپ رہنما نہیں تو میں خود آپ کے ساتھ چلوں گا اور بہت سے بہادر سپاہی ہمارے ساتھ ہوں گے"۔
عالیہ ۔ (افشین سے) "تو آپ کھدوا کے اُس سُرنگ کو نکالئے۔ اس کا پتہ لگنے تک میں اچھی ہو جاؤں گی"۔
عالیہ کی یہ مستعدی دیکھ کے افشین نے تائیہ کو بلوایا جو بدزند میں اُس کے ساتھ تھی، جب وہ آئی تو پوچھا "تائیہ بدز میں تو اب پتھروں اور ملبے کے ڈھیروں کے سوا کچھ بھی نہیں باقی رہا۔ کوئی مکان نہیں موجود ہے۔ لیکن اب بھی تم وہاں جاؤ تو پہچان لو گی کہ بابک کا زنانہ قصر کہاں ہے؟"
تائیہ ۔ "کیوں نہیں؟ کھنڈروں اور در و دیوار کے آثار دیکھ کے پہچان جاؤنگی کہ یہاں پر وہ محل تھا"۔
افشین ۔ "اور اُس چھوٹے مکان کا بھی پتہ لگا لو گی جس کی سرنگ میں سے ہو کے بھاگا تھا؟"
تائیہ ۔ "بیشک۔ اُسی قصر کے پیچھے ارے اور خاص اُس کی دیوار کے نیچے وہ مکان تھا"۔
افشین ۔ "تو ایک کام کرو۔ علی بن فضل کو لے کے وہاں جاؤ۔ حفاظت کے لئے کچھ فوج اور بہت سے مزدور بھی اُن کے ساتھ جائیں گے۔ اس مقام کو خوب کھدوا کے اُس سرنگ کو نکلواؤ۔ اور اگر وہ مٹی اور پتھروں سے اٹ گئی ہو تو مٹی نکلوا کے اُسے صاف کرا دو۔
تائیہ ۔ "بہت خوب"۔ (علی سے) "چلئے"۔
عالیہ ۔ "بیٹا علی جلدی جاؤ۔ اور جیسے ہی سرنگ برآمد ہو مجھے خبر کرو"۔
علی نے فوراً پانچ سو فرزانہ ولے سپاہی اپنی رفاقت کے لئے چن لئے پھر

ایک ہزار جفاکش پہاڑی .... مزدوروں کو اپنے ہمراہ لے کے بذ کی راہ لی۔"

علی بن فضل کے جانے کے بعد افشین عالیہ کے خیمہ سے نکل کے اپنے خیمے کو جا رہا تھا کہ اسلامی فوج کے ایک سوار نے آ کے ادب سے سلام کیا اور ایک خط پیش کیا۔ افشین نے پوچھا "کس کا خط ہے؟" اُس نے ہاتھ جوڑ کے عرض کیا......

"حضور بابک کا خط ہے جسے ابوسعید نے حضور کے ملاحظہ میں بھیجا ہے۔"

افشین "(ایک فوری مسرت کے جوش میں) "ابوسعید نے بابک کو پکڑ لیا؟"

سوار "حضور بابک کا پتہ تو ابھی تک نہیں لگا ہے۔ مگر پرسوں تڑکے نماز کے بعد ابوسعید کو خاص اپنے خیمہ کے سامنے دو خط پڑے ملے۔ اُٹھا کے دیکھا تو وہ بابک کے خط تھے۔ ایک ہمارے سردار ابوسعید کے نام تھا۔ اور دوسرا حضور کے نام۔ جس کے لفافہ پہ لکھا تھا کہ بغیر کھولے حضور کے ملاحظہ میں بھیج دیا جائے۔"

افشین۔ (حیرت سے) "اور ابوسعید والے خط میں کیا لکھا تھا؟"

سوار "حضور اُس میں فقط دھمکی تھی۔ لکھا تھا کہ اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو اپنے گھر جا کے آرام سے بیٹھو۔ ورنہ یاد رکھو کہ میرے خدمی تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو ایسی خاموشی سے فنا کر دیں گے کہ کسی کو پتہ بھی نہ لگے گا کہ کیا ہوئے۔ اور کہاں غائب ہو گئے۔ اس بے وقوفی کے خیال کو چھوڑ دو، کہ تم مجھے گرفتار کر لو گے۔ میں جہاں ہوں وہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ ہر طرف جنوں اور دیووں کا پہرہ ہے۔ جو میرے مطیع فرمان ہیں۔ اور جو کوئی اس جنگل یعنی میرے حرم عظمت کو اپنے قدم سے ناپاک کرنے کی جرأت کرے گا، وہ اُس کے خون کے پیاسے ہیں۔"

یہ سُن کے افشین نے بابک کا خط کھولا۔ اس میں لکھا تھا کہ افشین تمہیں معلوم رہے کہ تم نے بذ اور اُس کے قصر دیوان کو منہدم کر کے خدا کو

بہت ہی ناراض کر دیا ہے۔ جس کا انتقام سرزمین روم میں مسلمانوں سے لیا جا رہا ہے۔ یاد رکھو کہ تم نے میری فوج اور میرے شہر کو فتح کر لیا ہے۔ مگر میرے برحق دین کو تم سے بے دین ہرگز فتح نہیں کر سکتے۔ رہا یہ کہ تم

ھ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ تقریباً چھ مہینے پیشتر جب افشین بابک کے شہر کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ بابک نے اپنے خفیہ جاسوسوں کے ذریعہ سے ایک خط قسطنطیہ کے فرمانروا توفیل بن میخائیل کو لکھا جس میں اطلاع دی کہ معتصم نے اپنی ساری فوج میرے مقابلے پہ بھیجدی جس کو میں اپنے پہاڑوں سے ٹکرا ٹکرا کے فنا کر دوں گا۔ مگر اب اس کے پاس کوئی قوت نہ رہی ہے حتیٰ کہ اس کا درزی (جعفر خیاط) اور باورچی (ایتاخ ترکی) تک بذ کے پہاڑوں میں ہیں۔ آپ کیلئے حملہ کرنے کا اس سے بہتر موقع نہیں ہو سکتا۔ توفیل یہ سنتے ہی پونے دو لاکھ رومی لشکر کے ساتھ بلاد اسلامیہ (ایشیا مائنر) پہ چڑھ آیا۔ بغداد میں خبر بھی نہ ہوئی اور اس نے بے خرخشے بہت سے شہروں کو لوٹا۔ مسلمانوں کا قتل عام کیا بہت سی عورتوں اور بچوں کو پکڑ لیا، جو مسلمان اس کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے۔ ان میں بہتوں کی آنکھیں پھوڑیں۔ بہتوں کے ناک کان کاٹے۔ یہاں تک کہ شام و روم کے تمام مسلمان اس پہ ٹوٹ پڑے اور وہ واپس گیا۔

تھوڑے دنوں کے بعد جب بابک پامال ہو چکا تو معتصم بڑے بھاری لشکر کے ساتھ خود روم میں گیا۔ اور اس کا خوب انتقام لیا، مگر جس وقت افشین نے بذ کو فتح کیا ہے۔ اس وقت شہنشاہ قسطنطیہ ایشیائے کوچک کے شہروں میں مسلمانوں پہ دست و تظلم دراز کر رہا تھا، اور بابک کو اطلاع دے دی تھی۔ تاکہ وہ اور شدت سے دولت عباسیہ کی فوجوں پہ حملہ کرے۔ مگر شہنشاہ قسطنطنیہ کی امید و آرزو کے خلاف بابکیوں کو شکست ہو گئی۔

میری عزت گاہ تک پہونچو یہ امکان سے باہر ہے۔ اسی میں خیریت ہے کہ جو کچھ کامیابی حاصل کرلی ہے اس پہ قناعت کرو۔ اور اپنے یہودی وبددین آقا کے دربار میں سُرخ رُو بنو۔ میں نے تمہارے دونوں پاکی قاصدوں کو قتل کرڈالا۔ جو مفتوح اور تمہارے ہاتھ میں اسیر ہوکے بے ایمان ہوگئے تھے۔ اور اس قابل نہ تھے کہ اُن کے ہاتھ جواب بھیجا جائے۔ انہیں دو میں سے ایک میری جنگلی تفریح گاہ کو جانتا تھا۔ اب دُنیا میں اور کوئی نہیں باقی ہے جو تم کو یا تمہارے کسی پیام کو مجھ تک پہنچا سکے۔

تمہارے خط کے ساتھ میرے بیٹے نے بھی ایک خط بھیجا ہے۔ جس میں وہ مجھے تمہاری اطاعت وصلح کا مشورہ دیتا ہے۔ اُس ناخلف حرامزادے سے کہہ دو کہ اگر تو میرا بیٹا ہوتا تو میرے پاس ہوتا۔ اور یہودیوں کے ہاتھ میں اسیر نہ ہوتا۔ لیکن تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ اور یاد رکھ کہ دولت و عزت کی حالت میں تیری ایک دن کی زندگی غلامی کی ہزار سالہ زندگی سے اچھی ہے ـــــ تو اب غلام ہے اور کافروں کا غلام۔ لہذا تو شریفوں اور آزاد مَردوں میں بیٹھنے کے قابل نہیں۔"

یہ خط پڑھ کے افشیں دیر تک خاموش اور بابک کی سرکشی وطغیان پہ متحیر رہا۔ پھر اسی سوار سے پوچھا "ابوسعید کو کچھ اس کا بھی پتہ لگا کہ بابک کہاں ہے؟"

سوار "حضور اس کا تو یقین ہے کہ ابھی تک وہ وادیِ غیضہ میں ہے۔ کسی اور طرف نہیں گیا۔ مگر یہ کسی کو نہیں معلوم کہ وہ وادی کہاں ہے اور اُسی میں وہ کہاں چھپا ہوا ہے۔ ہمارے سرداروں نے ہر جگہ ڈھونڈا جنگل کے ہر طرف ایک ایک میل تک درختوں سے ٹکرائے اور ٹھوکریں کھاتے ہوئے گئے۔ مگر کہیں سُراغ نہ لگا۔"

افشیں "اُس کے کسی اور طرف نکل جانے کا تو اندیشہ نہیں ہے؟"

سوار :۔ ناکہ بندی تو خوب کردی گئی ہے۔ اور کل راستے رُکے ہوئے ہیں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ وہ ناقابل گزر جنگل ایک ہی سلسلے میں ملا ہوا آرمینیہ اور گرجستان تک چلا گیا ہے۔ اگر اس کے اندر ہی اندر بابک مغرب کی طرف نکل جائے تو کوئی روک نہیں سکتا۔"

افشین :۔ مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ جس جنگل میں بابک گزر سکتا ہے اُس میں تم لوگ کیوں نہیں گزر سکتے۔"؟

سوار :۔ "حضور جنگل کے اندر بعض ایسے راستے اور مقامات ہیں۔ جن کو بابک خوب جانتا ہے وہ یہیں کا رہنے والا اور ہمیشہ اسی فکر میں رہا ہے کہ اس جنگل اور پہاڑوں کے چپے چپے سے واقف ہو جائے۔ اور ہم لوگ بالکل اجنبی ہیں۔

افشین :۔ "تو کیا تمہیں کوئی اُس جنگل کا رہنے والا بھی نہیں ملتا جو رہبری کرے۔"؟

سوار۔ کوئی نہیں اوّل تو سب بھاگ گئے ہیں۔ اس لئے کہ سب خرمی ہیں اور بابک کے معتقد و پیرو۔ قطع نظر اس کے بابک ان لوگوں کے ساتھ ہمیشہ احسان کرتا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے سب اُسی کا دم بھر رہے ہیں۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ اگر کوئی ہمیں راستہ بتانے پر تیار بھی ہو جائے۔ تو ہمیں اُس کا اعتبار نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ کسی خوفناک مقام میں پہونچا کے ہمیں ہلاک کر دے۔"

افشین :۔ "تمہارے انھیں بزدلی کے اندیشوں نے بابک کا اتنا زور بڑھا دیا۔ سینکڑوں تدبیریں ہو سکتی ہیں۔ اور نہیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ تم کسی مشتبہ رہبری کے ساتھ جاؤ۔ مگر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اپنے آدمیوں کو چھوڑتے اور

ٹھہراتے جاؤ تاکہ واپسی کا راستہ قائم رہے۔ مگر اس کا کیا علاج کہ تم سے یہ نہیں ہو سکتا۔ اچھا تم ابو سعید سے جا کے کہہ دینا کہ اگر وہ اور کچھ نہیں کر سکتے تو فقط اتنا کریں کہ بابک کو اور کسی طرف نکل کے جانے نہ دیں۔ وہ جہاں ہے وہیں رہے۔"

یہ کہہ کے افشین نے سوار کو انعام دے کے رخصت کیا۔ اور یہ ساری سرگزشت جا کے عالیہ سے بیان کی۔ پھر اس سے پوچھا۔ "آپ سرنگ میں رہبری کرنے کے لئے تیار ہیں؟ میں نے کوشش کی ہے کہ بابک جہاں ہے وہیں رہے۔ کسی اور طرف نکل کے نہ جانے پائے۔"

عالیہ۔ "وہیں رہا تو میں اُسے گرفتار کرا دوں گی۔ میں اس کام کے لئے اس قدر تیار ہوں اگر کوئی اس وقت چلے تو اسی وقت اُٹھ کھڑی ہوں گی۔"

افشین عالیہ سے رخصت ہو کے اپنے دربار کے خیمے میں گیا۔ اور جو دو خرمی اُس کا خط لے کے بابک کے پاس گئے تھے۔ اور بابک کے ہاتھ سے مارے گئے تھے اُن کی بیویوں کو جو اُن کی روانگی کے ساتھ ہی افشین کی امان میں آ گئی تھیں اپنے سامنے بلوایا۔ اور اُن سے کہا۔ "تمھارے شوہر تمھارے ظالم مقتدا کے ہاتھ سے مارے گئے۔" یہ سنتے ہی دونوں عورتیں زار و قطار رونے اور بابک کو کوسنے لگیں۔ افشین نے انھیں تسلی دی اور کہا۔ "اگر عقل ہے تو اپنے عقیدۂ کفر سے توبہ کرو۔ اور دین اسلام قبول کرو۔ لیکن میں نے جو وعدہ کیا ہے اُس کے پورا کرنے کے لئے ہر حال میں تیار ہوں۔ تم اپنے بال بچوں کے ساتھ جہاں چاہو رہو۔ تم کو سلطنت کی طرف سے پینتیس دینار وظیفہ ملا کرے گا۔ جو تمہیں گے

سرکاری خزانے سے مل جایا کرے گا۔ میں نے امیر المومنین کی خدمت میں سفارش کر دی ہے۔ اور وہاں سے بہت جلد منظوری آجائے گی۔"

یہ کہہ کے دونوں عورتوں کو اُسنے ہزار ہزار درہم دیئے اور کہا۔ اس سے تم اپنے رہنے کا سامان درست کرو۔" اس فیاضی کو دیکھ کے دونوں بے انتہا خوش اور شکر گذار ہوئیں۔ اور اسی وقت دین اسلام قبول کر کے امن وامان کی زندگی بسر کرنے لگیں۔

اب معتصم کے پاس سے اس مضمون کا فرمان بھی آگیا کہ "بابک کے اعزہ واقارب اور کل خرمیوں کو جو اطاعت قبول کریں۔ امان دی جائے۔ اور قتل عام موقوف ہے۔"

چوبیسواں (۲۴) باب

گوہر مقصود ہاتھ آگیا

سامرہ سے فرمان خلافت آتے ہی خونریزی موقوف ہوگئی۔ اور افشین نے حکم دے دیا کہ "اب بجز اُن خرمیوں کے جن سے سرکشی و بغاوت ظاہر ہو اور کسی کی جان نہ لی جائے۔ اور جو خرمی عساکر خلافت کے خوف سے بھاگے ہوئے ہیں رسوا شہر بدّ کے اور تمام شہروں اور بستیوں میں واپس آکے اپنے گھروں میں آباد ہو سکتے ہیں"۔

ان احکام کے جاری ہونے کے دوسرے دن نہایت مخفی طور پر علی بن فضل نے بدّ سے اطلاع کی کہ سرنگ کا دہانہ برآمد ہوگیا۔ اور کل تک بالکل صاف ہو جائے گا۔ افشین نے فوراً جا کے عالیہ کو خبر دی اور وہ اُسی وقت اُٹھ کھڑی ہوئی کہ "چلو میں رہبری کے لئے تیار ہوں"۔

افشین: "مگر یہ دیکھ لیجئے کہ آپ میں جانے کی طاقت ہے یا نہیں۔ بہتر ہو کہ اس نازک سفر کے لئے آپ جبرجنیس سے مشورہ کر لیں۔ اور بغیر اُن کی اجازت

کے نہ جائیں۔"

عالیہ: "وہ تو ابھی مہینوں اجازت نہ دیں گے۔ مگر میں اتنا انتظار نہیں کر سکتی۔ میں نے اپنی طبیعت کا بخوبی اندازہ کر لیا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اس سفر سے میری صحت کو فائدہ پہونچے گا۔ اور جو چند زخم خشک ہونے کو باقی رہ گئے ہیں آپ ہی آپ خشک ہو جائیں گے۔ مجھے فوراً بذ میں جانے دیجئے۔ تاکہ علی کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے۔"

افشین: "تو آپ وہاں اکیلی تھوڑے ہی جائیں گی۔ میں خود اپنے ساتھ آپ کو لے چلوں گا۔ اپنے سامنے آپ کو اور علی کو اُس سُرنگ میں روانہ کردوں گا۔ اور جب تک آپ واپس نہ آئیں میں ٹھہرا رہوں گا۔"

عالیہ: "ہمارے لئے آپ زیادہ تکلیف نہ اٹھائیں۔"

افشین: "یہ تکلیف نہیں میرا فرض ہے۔"

شہر بذ زیادہ مسافت پر نہ تھا۔ دوسرے دن افشین عالیہ کو محمل میں بٹھا کے اور خاص اپنے گارد کے ایک ہزار سوار ہمراہ رکاب لے کے روانہ ہوا۔ اور چار گھنٹوں کے اندر بذ میں تھا۔ علی نے شہر کے کھنڈروں کے باہر آکے افشین اور اپنی پھوپھی کا استقبال کیا۔ اور ساتھ لے جا کے وہ سُرنگ دکھائی۔

افشین نے اُسے خوب غور سے دیکھا۔ چار پانچ سو قدم تک اُس کے اندر گیا اور واپس آیا۔ پھر گرد و پیش کے تمام لوگ ہٹا دیئے گئے۔ اور علی کے خیمے میں بیٹھ کے اس خوفناک سفر کے متعلق مشورہ ہونے لگا۔ علی نے کہا۔ "میں ان پانچ سو بہادران فرغانہ کو اپنے ساتھ لیجاؤں گا۔ جو میرے ہمراہ یہاں آئے ہیں۔"

افشین: (عالیہ سے) "اور آپ اس میں پیدل جائیں گی؟"

عالیہ :- سوا پیدل جانے کے اور کون صورت ہے"؟
افشین :- "میں ایک ایسی محمل بنواتا ہوں جس کو مزدور کندھوں پر اٹھا کے لے جائیں گے۔ ایک سو مزدور میں ساتھ کر دوں گا۔ جن میں سے کچھ آپ کی محمل کو اٹھائیں گے۔ اور کچھ مشعلیں ہاتھ میں لے کے آگے پیچھے رہیں گے"۔
عالیہ :- "بابک کے ساتھ تو میں اور سب لوگ پاپیادہ اندھیرے میں گئے تھے"۔
افشین :- "مگر اب سواری پر اور روشنی لے کے جایئے۔ جب سُرنگ ختم ہو مشعلیں گل کرا دیجیئے گا یا مشعل بردار مزدوروں کو سُرنگ ہی میں رہتے دیجیئے گا"۔
علیؔ اور عالیہ دونوں نے اس تجویز کو منظور کیا اس کے بعد علیؔ نے اپنے خاص رفیقوں نوشگین۔ قباد۔ مہر زاد۔ اور حاتم کو بُلا کے اُن پر اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ وہ سب بھی رفاقت پر آمادہ ہو گئے۔ اور بہادران فرغانہ کو بھی سُرنگ میں جانے کی تجویز بنا کے تیاری کا حکم دیدیا گیا۔
مزدور پہلے ہی سے موجود تھے چند گھنٹوں میں محمل تیار ہو گئی۔ مشعلیں گئیں اور ضرورت کے موافق تیل فراہم کر لیا گیا۔ یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس زیر زمین مہم کی کسی کو خبر نہ ہو۔ اس لئے اسی روز رات کو دس بجے یہ گروہ سرنگ میں داخل ہوا تا کہ صبح ہونے سے پہلے ہی سارے زیر زمین راستے کو طے کرے سب کے آگے چار مشعلچی تھے۔ اُن کے پیچھے علی بن فضل اور اس کے چاروں رفقا تھے۔ اُن کے بعد عالیہ کی محمل تھی جس کے گرد ہر وقت پچاس مزدور موجود رہتے۔ پھر اُس گروہ کے بعد بہادران فرغانہ تھے۔ جن کے بیچ میں آخر تک مشعلوں کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ اور سب تیزی سے قدم بڑھاتے چلے جاتے تھے"۔

سُرنگ خوب کشادہ چوڑی اور بلند تھی جس میں دو تین آدمی برابر برابر چل سکتے تھے۔ زمین صاف اور چکنی تھی جس میں سے ایک قسم کی سیلن کی بو تو ضرور آتی تھی جس کے اثر سے اکثر گزرنے والوں کے سروں میں درد ہونے لگا مگر اس کے سوا اور کسی قسم کی تکلیف نہ تھی۔ ہوا کا مرور کم تھا مگر اُمس بھی نہ تھی۔ اس لئے کہ جا بجا بالائی روشن دانوں سے تھوڑی بہت ہوا پہونچ جاتی تھی۔

یہ لوگ برابر صبح تک گذرتے چلے گئے۔ صبح صادق ہوتے ہی سُرنگ سے نکل کے جنگل کے سرے پر پہونچے۔ اور دم لینے کے لئے ٹھہر گئے۔ علی نے مشعلوں کو سُرنگ سے باہر نکالنے کی اجازت نہ دی۔ اور روز روشن ہوا تو اُن کو گل کرا کے مزدوروں کو حکم دیا کہ سُرنگ کے اندر ہی رہیں۔ اب عالیہ محمل سے اُتری اور کہا اب یہاں سے میں پیدل چلوں گی۔ فاسق و ظالم بابک کے چھپنے کی جگہ دُور نہیں قریب ہی ہے اور اب دیر لگانے کی ضرورت نہیں جلدی چلو۔"

گھنا جنگل تھا اور بڑے بڑے درختوں کے نیچے خار دار جھاڑیاں تھیں۔ جن کی وجہ سے اس میں گذرنا سُرنگ کے اندر چلنے کی بہ نسبت بہت زیادہ دشوار تھا۔ علی نے اپنے چار دل رفقار کو ساتھ لیا۔ پھر فرغانہ والوں سے کہا تم میں کا ایک ایک آدمی آگے پیچھے پانچ پانچ گز کے فاصلے سے میرے پیچھے چلا آئے۔ تاکہ تمھاری اصلی جماعت سے مجھ تک سپاہیوں کا سلسلہ قائم رہے۔ اس ہدایت کے بعد عالیہ آگے ہوئی اور جنگل ہی کے اندر داہنی طرف چلی جدھر درختوں اور جھاڑیوں میں ایک موہوم سی گذرگاہ معلوم ہوتی تھی۔ چار پانچ سو قدم پر جا کے درختوں کی ٹہنیوں کے اندر سے ایک پہاڑ دکھائی دیا۔ جس کی چوٹی تک جنگل چلا گیا تھا۔ اس کے بعد

غور سے درختوں میں جھانک جھانک کے جو دیکھا تو ہر طرف سے پہاڑ گھیرے ہوئے تھے۔ مگر وہ پہاڑ جو پہلے نظر آیا بالکل قریب تھا چنانچہ دم بھر میں یہ لوگ اُس کے دامن میں ایک غار کے پاس پہونچے۔ اور عالیہ نے علی کے کان میں کہا "یہی غار اُس مکان کا دروازہ ہے جس میں بابک مجھے لے گیا تھا"۔ علی بن فضل نے چاہا کہ عالیہ کو یہیں روک دے۔ مگر اُس نے نہ مانا اور قدم بڑھا کے غار کے اندر چلی۔ مگر اُس کے برابر ہی علی تھا۔

بابک اندر موجود تھا اور اُس کا ایک معتقد رفیق غار کے دھانے پر اوڑھے لپیٹے بیٹھا تھا جو پہلے تو گھبرایا۔ پھر بے ساختہ تلوار کھینچ کے جھپٹا کہ ایک ہی وار میں عالیہ کا کام تمام کر دے۔ مگر علی نے ہاتھ بڑھا کے اُس کا وار اپنی تلوار پر لیا اور ساتھ ہی اُس پر تلوار کا ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ سر اڑ کے دور جا گرا۔ اور دھڑ تڑپتا ہوا غار کے اندر چلا گیا۔

اس واقعے سے بابک کو یقین ہو گیا کہ دشمن سر پر آ گئے۔ اُس غار کے پہلو سے بھی ایک راستہ گیا تھا۔ اُس نے فوراً لپک کے ایک عورت کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اُسے کھینچتا ہوا چلا کہ اُس بغلی راستے سے نکل جائے۔ مگر قبل اس کے کہ اُدھر مڑ سکے۔ عالیہ دوڑتی ہوئی قریب جا پہونچی۔ اور اس عورت کا دوسرا ہاتھ مضبوط پکڑ لیا جسے وہ گھسیٹ رہا تھا۔ اتنے میں عالیہ کے چہرے پر بابک کی نظر پڑی دیکھتے ہی سہم گیا۔ اور بے اختیار چیخ ماری "چڑیل! چڑیل! بھوت! بھوت! اُسے پورا یقین تھا کہ یہ وہی عورت ہے جسے میں نے قتل کر ڈالا تھا۔ اور اب چڑیل بن کے آئی ہے۔ مگر خوف کی بدحواسی میں بھی کوشش یہی تھی کہ اس عورت کو اپنے خیال کی اُس چڑیل کے ہاتھ سے چھڑا کے پہلو کے راستے سے بھاگ جائے۔ اتنے میں عالیہ نے

بڑھ کے اُس عورت کو اور مضبوط پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کے بابک نے دوسرے ہاتھ سے چھری نکالی اور ارادہ کیا کہ چھری بھونک کے اُس عورت کا کام تمام کر دے کہ ناگہاں علی نے اُس کا چھری والا ہاتھ پکڑ لیا۔ علی کو اور اُس کے پیچھے اُس کے رفیقوں کو دیکھ کے بابک نے عورت کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ پھر جھٹک کے اپنا ہاتھ چھڑایا اور غار کے دوسرے راستے سے بھاگا۔ علی بھی نہایت ہی تیزی کے ساتھ اُس کے پیچھے دوڑا مگر وہ غار سے نکلتے ہی جنگل میں ہو رہا اور دیکھتے ہی دیکھتے خرگوش کی طرح جھاڑیوں کے اندر غائب ہو گیا۔ علی مجبوراً غار میں واپس آیا۔ اور دیکھا کہ وہ عورت جسے بابک گھسیٹے لئے جاتا تھا ریحانہ ہے۔ مگر اس کش مکش میں اُسے غش آ گیا ہے۔ بے ہوش پڑی ہے۔ غالبہ اُسے جھک جھک کے بار بار پکارتی ہے۔ اور اُس کے رفقا گرد حلقہ کئے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی بولا "ایں یہ ریحانہ تھیں۔ یہ ظالم انھیں کو کھینچتے ہوئے لئے جاتا تھا؟ اس اینچا کھینچی اور مار دھاڑ میں انھیں غش آ گیا ہے۔ اگر ان پر اس کا چھری کا وار پڑ گیا ہوتا تو قیامت ہی ہو گئی ہوتی۔ بڑی خیریت ہوئی۔ فوراً انھیں غار کے باہر کھلی ہوا میں لے چلو۔" یہ کہتے ہی اس نے اپنے چار دل رفیقوں کو حکم دیا کہ دونوں راستوں کو روکے کھڑے رہیں تاکہ کوئی غار سے جاتے یا باہر سے اندر آنے نہ پائے۔ پھر خود ریحانہ کو اُٹھا کے غار کے باہر لایا اور ایک درخت کے نیچے لٹا دیا۔ اور ساتھ والوں سے پانی منگوا کے منھ پر چھینٹا۔ یہاں تک کہ اُسے ہوش آ گیا اور ہوش میں آتے ہی ماں کے سینے سے لپٹ کے رونے لگی۔

اودھر سے اطمینان ہوتے ہی علی نے تمام بہادران فرغانہ

مزدوروں اور مشعلچیوں کو یہیں بلوایا۔ اور غار کے اندر گھس کے جتنے آدمی ملے سب کو گرفتار کر لیا۔ اُس کے بعد حکم دیا کہ سب لوگ چاروں طرف جنگل میں گھس کے بابک کو ڈھونڈیں جو کسی آس پاس کی جھاڑیوں میں چھپا ہوا ہو۔ فوراً ہر طرف لوگ ڈھونڈھتے اور ایک ایک درخت کے نیچے جا کے اور ہر ہر جھاڑی میں گھُس کے بابک کو تلاش کرنے لگے۔ مگر اس کا پتہ نہ تھا۔

اب غار میں جا کے علی بن فضل نے بابک کے مال و اسباب پر قبضہ کیا اور یہ دیکھ کے اُسے بڑی خوشی ہوئی کہ بدُ کا سارا نقدی خزانہ اسی غار میں موجود تھا۔ تمام صندوق اُس غار سے باہر لا کے رکھے گئے۔ اور اُن کو کھول کھول کے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ کروڑوں روپیہ کی دولت بابک نے یہاں لا کے جمع کر لی تھی۔ جو بہت کچھ تو پہلے ہی سے یہاں منتقل کر لی گئی تھی، اور جو باقی رہی تھی وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔ اب قیدیوں کی طرف توجہ کی گئی۔ ان میں سب سے اول تو ماہ آفرید تھی۔ جو اس قدر بدحواس تھی کہ زبان سے کوئی لفظ نہ نکلتا تھا۔ اس کی اگلی درشتی اور اگلا استقلال سب تشریف لے گیا تھا۔ خصوصاً وہ بار بار عالیہ کو دیکھتی اور حیران رہ جاتی کہ کیسے زندہ بچ گئی۔ اس کے علاوہ بابک کی دو بیویاں اور دو حرمیں تھیں۔ اور دس ہمراہی مرد تھے۔ یہ وہی مرد تھے جنھوں نے عالیہ کو گرفتار کیا تھا۔ اور بابک کے ساتھ آئے تھے ان میں سے ایک مار ڈالا گیا اور باقی علی کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے۔ اب علی کو سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ بابک کو ڈھونڈھ کے نکالے۔ اس شوق میں دو روز تک اسی غار میں جو بابک کا مسکن تھا ٹھہرا رہا۔ ہمراہی سپاہیوں اور مزدوروں نے کوئی جھاڑی اور کوئی گھاٹی نہیں چھوڑی مگر کہیں پتہ نہ تھا۔ لیکن ان تین روز کے قیام سے ریحانہ کی طبیعت سنبھل گئی۔ اس آخری

مصیبت اسیری و مظلومی اور بابک کی سختیوں نے اُسے نیم جان کر دیا تھا خصوصاً اس وقت کی اینچا کھینچی میں جب کہ بابک اُس کی جان لینے کے درپے تھا اور عالیہ اُسے چھوڑتی نہ تھی۔ اس کے شکستہ دل کو سخت صدمہ پہونچ گیا تھا مگر آزادی عزیزوں کی ملاقات اور عصمت بچا کے دشمن کے پنجۂ ستم سے نکل آنے کے خیال نے ایسا اچھا اثر ڈالا کہ دو ہی دن میں ہر طرح کی قوت آگئی۔ اور اب خوش اور بشاش ہے۔

تیسرے دن سب نے واپسی کا ارادہ کیا۔ علی نے چاہا کہ بجائے سُرنگ میں سے ہو کے جانے سے باہر ہی باہر جائے۔ مگر راستہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ دو تین کوہستان جو ہمراہ تھے اُن سے معلوم ہوا راستہ تو ضرور ہے مگر باہر کا راستہ ایسی ایسی گھاٹیوں اور پیچیدہ پہاڑوں میں ہو کے گیا ہے کہ چار دن سے کم میں آدمی بدّ میں نہیں پہونچ سکتا۔ مجبوراً وہی زیر زمین راستہ پھر اختیار کیا گیا۔ مشعلیں روشن ہوئیں۔ اور جب تمام سپاہی اور مزدور جو جنگل میں پھیلے ہوئے اکٹھا ہو لئے تو سب دن کے ابتدائی حصے میں ریحانہ کو بھی عالیہ کی محمل میں بٹھا کے سُرنگ میں گھسے اور شام ہونے سے پہلے بدّ میں پہونچ گئے۔

افشین ان لوگوں کے انتظار میں اس وقت تک برزند میں واپس نہیں گیا تھا۔ بلکہ بدّ کے کھنڈروں ہی میں ڈیرے ڈالے پڑا تھا۔ علی کے واپس آتے ہی بے اختیار سجدے میں گر پڑا پھر سر اٹھا کے کہا۔ خدا نے مجھے سرخرو کیا۔ بھیجنے کو تو میں نے آپ کو روانہ کر دیا۔ مگر ہر وقت دل پر ایک ہول سی طاری رہتی تھی۔ اور طرح طرح کے اندیشے اور خطرے آنکھوں کے سامنے پھرتے تھے۔ کبھی ڈرتا کہ ایسا نہ ہو بابک کے بہت سے آدمی آپ کو گھیر کے پکڑ لیں۔ کبھی خوف ہوتا کہ ایسا نہ ہو کہ بابک وہاں سے غائب ہو گیا ہو اور آپ لوگ جنگل میں پھنس کے راستہ بھول گئے ہوں خیر خدا نے

بڑا فضل وکرم کیا۔ اب یہ بتایئے کہ کامیاب و بامراد واپس آئے۔

علی :۔ "الحمد للہ کہ ہمارا یہ سفر کامیاب رہا۔ بابک کو خبر بھی نہ ہوئی اور ہم اُس کے سر پر جا پہونچے۔ ریحانہ کو بڑی مشکلوں سے بچایا اور اُس کے پنجۂ ستم سے چھڑایا۔ اور اُس کے تمام ہمراہیوں کو گرفتار کر لیا۔ مگر افسوس خود بابک ہاتھ سے نکل گیا۔ اور خدا جانے کس جھاڑی میں جا چھپا کہ لاکھ ڈھونڈھا اور دو دن تک اُس کی تلاش میں سرگردان رہے۔ مگر کہیں پتہ نہ لگا۔"

افشین :۔ "ریحانہ کو تو لے آئے۔"؟

علی :۔ "جی ہاں وہ ہمارے ساتھ آئی ہیں۔"

افشین :۔ "اور ماہ آفرید کا بھی کہیں پتہ ہے۔"؟

علی :۔ "اُسے بھی پکڑ لائے ہیں۔"

افشین :۔ "تو کہئے کہ پوری کامیابی ہوئی رہا بابک تو وہ تنہا بھاگا ہے۔ مل ہی جائے گا۔ جنگل میں کب تک بیٹھا رہے گا ایک دن نکلے گا۔ ضرور نکلا اور پکڑا گیا۔"

اب تمام لوگ سرنگ سے باہر نکل آئے تھے۔ افشین نے بڑھ کے عالیہ کو کامیابی پر مبارک باد دی۔ اور ریحانہ کے آگے ادب سے سر جھکایا اور کہا۔ "شاہزادی ریحانہ کی خدمت میں آداب۔ جس کے جبین اقبال پر اس فتح کا سہرا بندھنا چاہیے۔"

یہ رات افشین کے مختصر پڑاؤ میں بڑی مبارک رات تھی۔ سب خوش تھے۔ اور اپنی اقبال مندی و کامیابی پر شاداں و فرحاں تھے علی اور عالیہ نے افشین سے ساری سرگذشت شرح و بسط کے ساتھ بیان کی

اور وہ اُسے نہایت لطف کے ساتھ سنتا رہا۔ یہاں تک کہ کھانا کھا کے سب نے آرام کیا اور صبح ہوتے ہی ان سب لوگوں نے برزندگی راہ لی۔

پچیسواں باب (۲۵)

بابک خانماں

بابک خرمی کا یہ واقعہ ہوا کہ علی بن فضل کے ہاتھ سے چھوٹتے ہی وہ ایک جھاڑی میں جا چھپا اور جھاڑیوں ہی جھاڑیوں کوئی ایک فرلانگ تک چلا گیا۔ اس کے بعد جنگل کے اندر ہی اندر وہ ایک پہاڑ کی بلندی پر چڑھنے لگا۔ اور وہاں ایک غار میں چھپ کے بیٹھ رہا۔ تین چار روز تک اُس نے جنگلی پھلوں پر بسر کی۔ چوتھے دن اسی غار نما مکان کے قریب آیا جسے اُس نے اپنی جائے پناہ قرار دیا تھا وہاں دیکھا تو دروازے پر اُس کے رفیق کی لاش پڑی سڑ رہی تھی۔ جو دشمنوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ غار کے اندر جا کے جو دیکھا تو کوئی چیز نہ تھی۔ جو کچھ نقدی سرمایا اُس کے اندر تھا اُسے حملہ آور لے گئے نہ کوئی رفیق سفر رہا۔ نہ سامان سفر۔ مگر وہ نہایت ہی عاقبت اندیش اور ہوشیار شخص تھا۔ تھوڑی سی اشرفیاں اسی وقت کے لئے غار سے تھوڑے فاصلہ پر ایک جھاڑی کے نیچے

چھپا کے گاڑدی تھیں۔ انھیں کھود کے نکالا کمر سے باندھا اور جنگل کے اندر ہی اندر مغرب کی طرف چل کھڑا ہوا۔

مگر اُسے ریحانہ اور ماہ آفرید سے چھٹنے کا بڑا رنج تھا۔ جہاں تھک کے بیٹھتا دو گھڑی رو لیتا اور دل کی بھڑاس نکال کے آگے کی راہ لیتا۔ یہ رونا بھی اس وجہ سے تھا کہ تنہا تھا اور کوئی دیکھنے والا نہ تھا ورنہ اس قدر ضابط اور مستقل مزاج آدمی تھا کہ مجال کیا کہ کسی کے سامنے وہ کسی بات کا افسوس کرے۔ یا اپنے دل کی کمزوری کسی پر ظاہر ہونے دے۔

اس جنگل میں گذرنا آسان کام نہ تھا۔ ایک میل کا راستہ ایک منزل کے برابر بلکہ اُس سے بڑھ کے معلوم ہوتا تھا۔ اور دن بھر درختوں سے ٹکراتے اور جھاڑیوں میں اُلجھتے رہنے کے بعد اگر دو میل زمین بھی طے ہو جاتی تو بڑی خوش نصیبی تھی۔ اور یہ بھی خاص بابک کے لئے تھا۔ جو اس جنگل کے مقاموں اور اس کی کل گذرگاہوں سے خوب واقف تھا۔

روانہ ہونے کے چوتھے روز وہ جنگل کے اندر ایک چشمے کے کنارے پانی پی کے بیٹھا تھا کہ گرد کے درختوں میں کسی کی آہٹ معلوم ہوئی۔ فوراً اُٹھ کے ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا۔ اور دیکھنے لگا کہ یہ کون ہے۔ دوست ہے یا دشمن؟ اتنے میں دو شخص آئے۔ پانی پیا اور بیٹھنے لگے۔ بیٹھتے وقت ایک کی زبان سے نکلا۔ اے خداوند یزداں بابک منظر! اب تو ظالم یہودیوں نے بہت ستا رکھا ہے۔ ظاہر ہوجیئے، روحانی زور دکھایئے۔ اور ایسا کیجیئے کہ ہمارے دشمن ذلیل و خوار ہوں۔ اور ہم ان سے پورا انتقام لے لیں۔"

دوسرا۔" کاش وہ کہیں اپنا جلوہ دکھاتے۔ اور ہم انھیں اُن کے

بھائی کے پاس پہنچا دیتے جو اُن سے ملنے کے شوق میں بے صبر ہیں۔"

یہ سُن کے بابک کو اطمینان ہوا۔ اپنی صورت متین دیے پردہ بنائی اور سامنے آ کے کہا "تمھاری دُعا قبول ہوئی۔ اور میں تمھاری خواہشیں پوری کرنے کے لئے موجود ہوں۔"

اس کی صورت دیکھتے ہی دونوں خرمی سجدے میں گر پڑے۔ پھر بڑھ کے قدم چومے۔ اور اُس کے حکم سے سامنے دست بستہ کھڑے ہو گئے۔

بابک "کیا چاہتے ہو؟ اور مجھے کیوں یاد کیا؟"

پہلا خرمی "اس لئے کہ حضرت کی برکت سے ہم مسلمانوں سے اپنا انتقام لیں"

بابک "یہ ہو گا۔ اور ضرور ہو گا۔ مگر میری مرضی یوں ہے کہ میں حفاظت سے رومیوں کے ملک میں پہونچ جاؤں اور وہاں سے خروج کر کے ان یہودیوں کا جنھیں سب مسلمان کہتے ہیں خاتمہ کر دوں۔"

پہلا خرمی "میں حضرت کے قدموں سے وابستہ ہوں۔ اور قسطنطنیہ تک خدمت کرتے چلئے تو حاضر ہوں"

دوسرا خرمی "مگر حضور اپنے بھائی بابک کو ساتھ لے لیں۔ جو اسی جنگل میں حضرت کے انتظار میں پاؤں توڑے بیٹھے ہیں۔ اور مجھے حضور کی تلاش میں بھیجا ہے"

بابک "مجھے ان کے پاس لے چلو اور جب پانچ ہزار خرمی میرے ساتھ ہو جائیں گے تو میں اس جنگل سے باہر قدم نکالوں گا۔"

پہلا خرمی "اتنے جاں نثار خرمی تو غالباً اسی جنگل کے اندر تلاش کرنے سے مل جائیں گے۔ مگر جنگل ہی جنگل ہم ارمن تک چل سکتے ہیں۔"

بابک:- ہاں اپنے بھائی ماہک سے مل کے اور انھیں ساتھ لے کے میں ارمن کے علاقے ہی میں چل کے ٹھہروں گا۔ اور جب وہاں پانچ ہزار خرمیوں کی تعداد پوری ہو جائے گی تو آگے قدم بڑھاؤں گا۔

یہ کہہ کے بابک دوسرے خرمی کے ساتھ اُس طرف روانہ ہوا جہاں اُس کا بھائی چھپا ہوا تھا اور دوسرا خرمی روانہ ہوا کہ اس جنگل میں جتنے خرمی ملیں اُن کو ساتھ لے کے ارمن میں اُس کے پاس حاضر ہوں۔

چوتھے روز بابک اپنے چھوٹے بھائی ماہک سے ملا۔ یہاں ماہک کے ساتھ بابک کا دوسرا بھائی شاہک بھی موجود تھا۔ اور ان تینوں کی ماں برجیس وخت بھی چھوٹے بیٹے کے ساتھ آ کے بابک کے پہونچنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اور اُن کے ساتھ دو چار عورتیں اور بارہ تیرہ خرمی بھی اِدھر اُدھر سے آ کے جمع ہو گئے تھے ان لوگوں کے پاس کھانے پینے کا تھوڑا بہت سامان تھا۔ شراب ارغوانی کی چھاگلیں تھیں۔ یہ سب جنگل کے اندر ایک گھاٹی کے گھونگٹ میں مقیم تھے اور بابک کا انتظار کر رہے تھے۔ منجھلا بھائی ماہک بڑے یزدان مظہر بھائی کی صورت دیکھتے ہی اُٹھ کے گلے سے لپٹ گیا۔ اور بھائی کی موجودہ شکستہ حالی و نامرادی دیکھ کر زار و قطار رونے لگا۔ مگر بابک نے اُسے ڈانٹ کے روکا اور کہا رونے کی کون بات ہے؟ تکلیفیں اور مصیبتیں دُنیا میں اچھے لوگوں ہی کے لئے ہیں اور اُن کا کام ہے کہ اُن کو بشاشت و مسرت سے برداشت کریں۔ تم جو اُس حالت کو دیکھ کے روتے ہو۔ یہ تمھاری انسانی کمزوری ہے۔ مگر مجھ میں یزدانی روح ہے۔ میں یزدان پاک نہاد کا مظہر ہوں اس لئے راحت و تکلیف دونوں کیفیتیں

میرے لئے یکساں ہیں۔ میں نہ راحت پا کے خوش ہوتا ہوں نہ رنج و الم سے مجھے غم ہوتا ہے میرے سامنے نہ روؤ اور نہ یہ خیال کرو کہ ان باتوں کو میں ہمدردی سمجھوں گا اگر میرے بھائی ہو تو میرے ساتھ چلو۔ اور خوشیاں مناتے ہوئے چلو اور یاد رکھو کہ اگر میں مظہر یزدان ہوں تو یہودیوں کو اس کفر و طغیان کی سزا دوں گا۔ اور اُن سے اِن مظالم کا انتقام لیا جائے گا۔

اُس کی یہ تقریر سُن کے بابک نے دل سے رنج و الم کو نکال ڈالا۔ شراب کی ایک بڑی چھاگل نکال کے بڑے بھائی کے سامنے پیش کی جسے اُس نے انڈیل کے پینا شروع کیا اور اظہار شکر گذاری کے لئے ماں اور بھائیوں کے جام صحت سے مے کشی کا آغاز کیا۔ اور جب سرور آنے لگا۔ تو دوسرے بھائی اور ماں سے ملا پھر دوسرے رفقا سے دو ایک باتیں کیں اور مے کشی میں ہمہ تن مصروف ہو گیا۔ مسلسل دو دن تک پیتا رہا۔ چوتھے روز جب شراب ختم ہو گئی تو ان سب کو ساتھ لے کے ملک ارمن کی راہ لی۔

چلتے چلتے معلوم ہوا کہ آگے راستہ ایک بستی میں سے ہو کے گیا ہے۔ اپنے ایک رفیق کو بھیجا کہ دیکھو یہاں کوئی دشمن تو نہیں ہے۔ وہ دُور ہی دُور سے اور درختوں کی آڑ سے دیکھ بھال کے واپس آیا اور بتایا۔ کہ دو ہزار مسلمانوں کا ایک پورا رسالہ بستی میں پڑا ہوا ہے۔ مگر وہ سب لوگ راستے سے ہٹ کے ایک مرغزار میں ہیں۔ مگر اُن کے چار سوار عین سر راہ راستہ روکے کھڑے ہیں۔" یہ سُن کے بابک سب کو لے کے درختوں اور پہاڑیوں میں چھپتا ہوا اُن سواروں کے قریب پہونچا اور خود ہی آڑ میں بیٹھ کے اُن لوگوں کی حالت دیکھتا رہا۔ مگر تین دن تک اُن کو ایسا مستعد و ہوشیار پایا کہ نکلنے کی جرأت نہ ہوئی۔ چوتھے دن ٹھیک دوپہر

کے وقت چاروں سوار ایک درخت کے سائے میں لیٹ کے سو گئے یہ دیکھتے ہی وہ تمام رفقار کوے کے جنگل سے نکلا اور بڑی تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا چلا کہ اس دوسرے جنگل میں داخل ہو جائے جو ارمن تک چلا گیا ہے اس گروہ کے جاتے ہی ایک جنگلی جاسوس نے سپاہیوں کو ہوشیار کر کے اُن لوگوں کے گذرنے کی خبر کی اور انھیں یقین ہو گیا کہ بابک کے سوا یہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ فوراً دوڑ کے اپنے سپہ سالار ابو الساج کو خبر کی جو افشین کے حکم سے اس لشکر کو لئے یہاں پڑا تھا۔ ابو الساج نے فوراً تعاقب کا حکم دیا اور سارا لشکر گھوڑوں پر سوار ہو کے مفرین کے تعاقب میں چل کھڑا ہوا۔

بابک یہاں سے جا کے مع اپنے تمام ہمراہیوں کے ایک نہر کے کنارے ٹھہرا تا کہ کچھ کھا پی کے آگے بڑھے۔ ناگہاں دور سے سوار آتے دکھائی دیئے جو سرپٹ گھوڑے دوڑاتے اور ہوا سے باتیں کرتے چلے آتے تھے۔ بابک نے جیسے ہی اُن لوگوں کو آتے دیکھا مع اکثر رفقا کے بے اختیار بھاگا۔ ایک میل کی مسافت طے کر کے اُس جنگل تک جا پہونچا جس میں جانا چاہتا تھا۔ اور اُس کی جھاڑیوں میں چھپتے ہی نظر سے غائب تھا۔ مگر عورتیں نہ بھاگ سکیں اور اُن کے لیجانے کی کوشش میں بابک کا بھائی شابک بھی نہ بھاگ سکا۔ چنانچہ اُن لوگوں کو ابو الساج کے ہمراہی سواروں نے آ کے گھیر لیا۔ اور سب مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر ہو گئے۔ جن میں سب سے زیادہ اہمیت بابک کی ماں اور اُس کے بھائی کو تھی جو پوری حراست کے ساتھ فوراً افشین کے پاس بھیج دیئے گئے۔

اب بابک ارمن کے پہاڑوں میں چھپتا ہوا جا رہا تھا۔ مگر جس جگہ کہیں باہر نکلنے کا قصد کرتا وہیں سنتا کہ دشمن راستہ روکے ہوئے ہیں۔

اور ہر جانب پوری ناکہ بندی ہے۔ آٹھ روز تک پہاڑوں میں ٹکراتے رہنے کے بعد کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا۔ وہ اور اُس کے کل ہمراہی بھوک سے بیتاب ہوئے۔ اتنے میں نظر آیا کہ جنگل کے کنارے ایک کھلے مرغزار میں چند کسان جا بجا بیٹھے اپنے کھلیانوں کی نگہبانی کر رہے ہیں۔ فوراً اپنے ایک باکی رفیق کو کچھ دینار دیئے اور کہا۔ ان سے جا کے غلّہ لے آؤ۔ اور اگر کوئی پوچھے کہ کس نے مانگا ہے تو کہہ دینا کہ ہمارے آقا نے مانگا ہے۔ یہاں کے لوگ مجھے پہچانتے نہیں۔ مجھے دیکھ بھی لیں گے تو مضائقہ نہیں۔"

وہ باکی جو ہتھیار لگائے تھا گیا۔ اور ایک کسان سے غلّہ مانگا۔ اُس کسان کا ایک شریک زراعت دور سے دیکھ رہا تھا اُس نے جو ایک مسلح آدمی کو اپنے رفیق سے مانگتے دیکھا تو دل میں خیال کیا کہ یہ کوئی فوجی آدمی ہے جو میرے شریک سے زبردستی غلّہ چھیننا چاہتا ہے۔ فوراً اُن سواروں کے پاس دوڑ گیا جو اس راستے کے روکنے کے لئے یہاں مامور تھے اور خبر کی ایک سپاہی ہمارا غلّہ لوٹے لئے جاتا ہے۔ یہ سوار فوراً سوار ہو کے چلے۔ اور ایک سوار کو اپنے ارمنی مسیحی حاکم۔ ابن سنباط کے پاس دوڑایا۔ جو افشین کے حکم سے قریب ہی ایک دوسری گذرگاہ روکے پڑا تھا۔

چنانچہ وہ بھی اپنے سواروں کے ساتھ یہاں آپہونچا۔ اور اُس باکی شخص کو پکڑ لیا۔ اُس نے کہا "میں نے تو کوئی جبر و تشدد نہیں کیا قیمت دے کے غلّہ لیا ہے۔"

ابن سنباط "یہ تم کس کے واسطے لئے جاتے ہو؟"

باکی "اپنے آقا کے لئے جو یہاں قریب ہی ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

ابن سنباط ۔" تو ہمیں اُن کے پاس لے چلو تاکہ تمھاری سچائی ثابت ہو۔"
بابکی ۔" چلیئے وہ ایک معمولی شخص ہیں۔ خراسان سے آئے ہیں اور مغرب کے شہروں کو جارہے ہیں۔" یہ کہہ کے وہ ابن سنباط کو بابک کے پاس لے گیا۔
ابن سنباط نے جا کے اُس کے آقا کی صورت دیکھی تو پہچان گیا کہ بابک ہے۔ دیکھتے ہی گھوڑے سے اُتر پڑا۔ دوڑ کے اس کا ہاتھ چوما اور نہایت ہی ادب وعاجزی سے پوچھا:" حضرتؑ نے ادھر کہاں کا قصد کیا ہے ؟"
بابک ۔" (یہ سمجھ کے کہ یہ میرا معتقد اور میرے مذہب کا پیرو ہے) میں سر زمین روم کو جاتا ہوں۔"
ابن سنباط ۔" یہ غلام بھی حضرت کے کفش برداروں میں ہے۔ اور بہ ادب تمام عرض کرتا ہے۔ کہ اس خادم سے زیادہ حق شناس وقدر دان خادم حضرت کو کہیں نہ ملے گا۔ یہ خاکسار فرماں روائے ارمن ہے۔ اور حضرت جانتے ہیں کہ ہماری سرزمین کو خلافت عباسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"
بابک ۔" ہاں مجھے تمھاری آزادی کا حال معلوم ہے اور تمھاری دینداری وعقیدت مندی دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔"
ابن سنباط ۔" اور اس غلام پر کیا موقوف ہے۔ اس علاقے کے تمام سردار حضرت کے خادم اور بابک یزدان مظہر کے حلقہ بگوش ارادت ہیں۔"
بابک ۔" میں ہمیشہ انھیں اپنا دوست سمجھتا ہوں اور ان کے حال پر مہربان ہوں۔"
ابن سنباط ۔" اور حضور کیوں نہ مہربان ہوں گے۔ یہاں کا کون سا گھرانہ ہے۔ جس میں حضرت نے اپنی محبت کی تخم پاشی نہ کی ہو ؟ اور جس میں اپنی آل اولاد نہ پیدا کر دی ہو۔

بابک:- میں اسی طریقے سے یزدانی برکتوں کو اپنی اُمت میں پھیلاتا ہوں۔ یہ فقط محبت با برکت کی تخم ریزی نہیں دین کی تخم ریزی ہے۔ جو ہر ملک اور ہر اُمت میں میرے دینِ برحق کو نشو و نما دیتی ہے۔"

ابن سنباط:- "تو پھر حضور ہم غلاموں کو چھوڑ کے رُوم میں کیوں جاتے ہیں"؟

بابک:- اس لئے کہ وہاں میرے حکم کے مطابق ان یہودیوں سے انتقام لیا جا رہا ہے۔ میں جا کے اس آتشِ انتقام کو اور بھڑکاؤں گا۔ اور ان کافر یہودیوں کو قتل کرتا ہوا یہاں آ کے تمہیں اپنے مذہب برحق کے اوج و عروج کا تماشا دکھاؤں گا"

ابن سنباط:- "اچھا تو حضور ہفتہ دو ہفتہ یہاں قیام فرما کے اور اپنے اس غلام کی عزت افزائی کر کے جائیں۔ میرے لئے یہ کتنی بڑی بدنصیبی کی بات ہے کہ حضور یہاں رونق افروز ہوں۔ اور اس خادم کو اپنے قدم سے محروم رکھیں؟ یہ نہ ہو گا چند روز تو حضرت میرے یہاں مہمان رہیں۔"

الغرض بے انتہا خوشامد کر کے ابن سنباط بابک کو اپنے قلعے میں لے گیا جو وہاں سے قریب ہی تھا۔"

ع بابک نے مزدک کے اس اُصول کو اختیار کیا تھا کہ جس عورت کو پسند کرے چاہے وہ کتنے ہی بڑے معزز گھرانے کی خاتون اور کیسے ہی عالی مرتبہ رئیس کی منکوحہ بی بی ہو اُس پر حلال ہے۔ اس کا ایک مدت سے معمول چلا آتا تھا کہ جس کسی شہر یا قلعے کے حاکم یا رئیس کی جورو کو خوبصورت سنتا بلوا بھیجتا۔ اگر اس نے خوشی سے بھیج دیا تو خیر ورنہ ڈاکہ زنی کے ذریعے سے وہ قتل کرا دیا جاتا۔ اور اُس کی جورو کو بجبر و اکراہ کے قید کر لی جاتی۔ یہ کارروائی اپنے پیروؤں تک محدود نہ تھی۔ ہر مذہب و ہر قوم دونوں کے ناموس پر دست درازی ہوتی۔"

چھبیسواں باب (۲۶)

خود اپنے قیدی کا اسیر

قلعے کے اندر جا کے جب بابک نے دیکھا کہ ابن سنباط اور اس کے تمام سپاہی اور ملازمین میری حد سے زیادہ تعظیم و تکریم کرتے ہیں تو اُسے دل میں یقین ہو گیا کہ یہ میرا سچا معتقد اور میری خدائی کا قائل ہے۔ دوسرے دن اپنی عنایت و شفقت کا بے حد اظہار کر کے کہنے لگا: "میرا ایک معتقد جو یہودی حکومت کے خوف سے بہ ظاہر مسیحی بنا ہوا ہے۔ قلعہ استفنا نوس میں رہتا ہے وہ قلعہ یہاں سے کتنی دُور ہے"؟

ابن سنباط: "زیادہ دُور نہیں حضرت کی مراد غالباً میرے عزیز عیسیٰ بن یونس سے ہو گی۔ جو وہاں کا حاکم ہے"؟

بابک: "ہاں وہی، اُس کی بیوی کو میں نے خوبصورت سُن کے بلوایا تھا اور اُس نے بڑی خوشی سے بھیج دیا تھا۔ اس کی اس بے حد فرمانبرداری سے مجھے یقین ہو گیا کہ دل میں وہ میرا معتقد ہے۔"

ابن سنباط۔" تو اُسے بلا بھیجوں کہ یہاں آ کے قدم بوس ہو"؟
بابک۔" اسے میرے آنے کا حال معلوم ہو جائے گا تو شکایت ہو گی کہ میں اُس سے کیوں نہ ملا اور پھر اپنے یہاں بھی مجھے بلا کے اپنا مہمان کرنا چاہے گا"۔
ابن سنباط۔" تو کیا مضائقہ ہے۔ کم از کم ایک ہفتہ یہاں قیام فرما کے چند روز کے لئے حضرت وہاں بھی چلے جائیں"۔
بابک۔" نہیں فی الحال اتنے دنوں ٹھہرنے کی مجھے فرصت نہیں ہے۔ بہتر یہ ہو کہ بجائے اُسے یہاں بُلانے کے آپ میرے بھائی مابک کو قلعہ استقانوس میں بھیج دیجئے۔ تاکہ کہنے کو ہو جائے کہ وہاں میں اگر خود نہ جا سکا تو اپنے بھائی کو بھیج دیا"۔
ابن سنباط۔" نہایت مناسب ہے اور اس کا میں اسی وقت انتظام کئے دیتا ہوں"۔ چنانچہ دوسرے ہی روز ابن سنباط نے مابک کو عزت و حفاظت کے ساتھ قلعہ استقانوس بھیج دیا ہے۔ خود بابک ابن سنباط کے قلعے میں شرابیں پی پی کے بدمستیاں دکھاتے اور عیش و طرب کی محفلیں گرم کرنے لگا۔

اب بابک کو ابن سنباط کے قلعے میں رہتے چار ہفتوں کے قریب ہو گئے۔ ایک دن ابن سنباط نے اُس سے ادب کے ساتھ ہاتھ جوڑ کے عرض کیا" اس وقت تک حضور قلعے کے اندر ہی عیش و طرب میں مشغول رہے۔ مگر ایک ہی حالت میں پڑے پڑے دل اُکتا گیا ہو گا۔ آج تشریف لے چل کے شکار میں دل بہلائیں تو اچھا ہو خادم شکار کو روز جایا کرتا تھا۔ مگر جب سے حضرت تشریف لائے ہیں۔ نوبت نہیں آئی۔ حضرت تشریف لے چلیں تو جناب کے طفیل میں یہ غلام بھی سیر و شکار کا لطف اٹھائے گا۔

بابک ۔" ضرور چلو ۔ میرا بھی جی چاہتا ہے ۔

اسی دن سہ پہر کو دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کے قلعے سے نکلے اور کوہ صحرا کی طرف چلے اور چند میل طے کئے تھے کہ ایک گھاٹی میں پہونچے اس کے اندر پہونچ کے کیا دیکھتے ہیں کہ اُس گھاٹی سے کٹ کے داہنے بائیں دونوں پہلوؤں پر دو گھاٹیاں گئی ہیں ۔ اور جیسے ہی عین چورا ہے پر پہونچے دونوں طرف سے دو رسالے نکل پڑے جنھوں نے آناً فاناً میں آ کے ابن سنباط اور بابک کو گھیر لیا ۔ مخالفت کی کسی کو کیا مجال تھی ۔ دونوں نے مجبور ہو کے اپنے آپ کو اُن سواروں کے حوالے کر دیا ۔ اب حملہ آوروں میں سے ایک نقاب پوش سوار نے بڑھ کے بابک سے کہا ۔" گھوڑے سے اُتر " بابک نے کہا ۔" پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون لوگ ہو ؟ اور کیا چاہتے ہو " ؟

سوار ۔" میں خلافتِ عباسی کا ایک ادنیٰ خادم ہوں ۔ اور میرے ساتھ یہ افشین کی فوج کے نامور سردار ابوسعید ہیں ۔ ہم فقط تم کو چاہتے ہیں ۔ اور کچھ نہیں ۔"

اس وقت بابک کی نظر ابن سنباط کے چہرے پر پڑی جسے نہایت مطمئن پایا اور قیامت یہ ہوئی کہ وہ مسکرا بھی رہا تھا ۔ فوراً دل میں سمجھ گیا کہ یہ سب اسی ارمنی سردار کی سازش ہے ۔ مجبوراً گھوڑے سے اُترا ۔ اور اُترتے ہی ابن سنباط کی طرف دیکھ کے بولا ۔" دغاباز ابن سنباط سارا فساد تیرا ہے میں نہیں جانتا تھا کہ تو مجھے دغا دے گا ۔ کمبخت بد نصیب تو نے مجھے بہت سستے داموں ان یہودیوں کے ہاتھ بیچ ڈالا ۔ اگر تجھے مال و زر کا لالچ تھا ۔ تو جتنا یہ لوگ دیں گے ۔ اُس کی دونی رقم تو مجھ سے لے لیتا ۔ مگر افسوس تو نے میری قدر نہ کرنے کے ساتھ اپنا نقصان بھی کیا ۔"

ابن سنباط :۔ آپ نے جس قسم کا سلوک اکثر قلعہ داروں اور سرداروں کے ساتھ کیا ہے۔ اُس کا اس سے بہتر معاوضہ کیا ہوسکتا ہے؟ جیسی عزت افزائی آپ ہم لوگوں کی کرتے رہے ہیں اُس سے زیادہ آپ کی قدر افزائی سپہ سالار عرب افشین اور امیر المومنین المعتصم باللہ فرمائیں گے۔"

بابک :۔ (اس نقاب پوش سوار کی طرف دیکھ کے جو اُسے گرفتار کرنا چاہتا تھا) مگر یہ معلوم ہو کہ آپ کون ہیں"؟ نقاب پوش نے یہ سنتے ہی اُس کی طرف منھ کر کے ایک لمحہ بھر کے لئے چہرے پر سے نقاب ہٹائی اور پھر ڈالی۔"

یہ صورت دیکھتے ہی بابک ایک دم کے دم کو مبہوت و متحیر رہا۔ پھر بولا:۔ اگر تم میری گرفتار کرنے والی ہو تو مجھے خوشی سے گرفتار ہونا منظور ہے پہلے بھی تمھاری زلف گرہ گیر کا اسیر تھا۔ اور اب بھی ہوں۔ مگر اتنا کرتیں کہ مجھے اپنے سوا اور کسی کے سپرد نہ کرتیں۔"

نقاب پوش :۔ جتنا تم نے میرے ساتھ کیا ہے اُس سے زیادہ کی مجھ سے اُمید نہ رکھو۔"

بابک :۔ (ایک آہ سرد کے ساتھ) افسوس ریحانہ تم نے میری محبت کی قدر نہ کی میں تمھارا عاشق تھا۔ اور اگر تم میرے کہنے پر چلتیں تو میں تم کو دنیا کی سب سے بڑی صاحب سطوت ملکہ بنا دیتا بغداد میں اگرچہ تم اپنے بادشاہ کی ہم قوم وہم نسب ہو۔ مگر پھر بھی لونڈی ہو اور اپنے ساتھ تم نے مجھے بھی اسکا غلام بنا دیا۔ مگر میرے یہاں سب کی مالک اور سارے عجم کی ملکہ تم ہوتیں۔ میں برائے نام تمھارا سردار ہوتا لیکن اصل میں مجھ پر بھی تم ہی حکومت کرتیں

ریحانہ :۔ بے دین دیے جیا بابک بیہودہ نہ بک اپنی حالت و اصلیت دیکھ اور آسمان سے تارے توڑ لانے کی ہوس (جو خاک میں مل چکی ہے) اپنے دل سے

ذکال عجمی پہاڑوں کا ایک بے دین شرابی اور محترم نسل عباس سے ہمسری کرنے کی ہوس! اور پھر اُس ہوس کے پورا کرنے کا طریقہ یہ کہ بغاوت، ڈکیتی اور چوری کے ذریعے سے عالی نسب جورو حاصل کی جائے۔ تو تو اپنی زندگی پوری کر چکا۔ مگر تیرے واقعے سے تیرے ہم مذہبوں اور ہم وطنوں کو شادی کا پیام دینے اور شریف بی بی حاصل کرنے کا سبق مل جائے گا۔ بس اب زیادہ تضییع اوقات نہ کر۔ اور تیری قسمت میں جو انجام لکھ دیا گیا ہے اُسکی طرف چل۔

اب بابک کے لیے مجال گفتگو نہ تھی اسی عورت کا اسیر بن کے جو اس کے پنجۂ ستم کا شکار رہتی ہوئی تھی برزند کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس کے گرفتار ہونے کا اصلی سبب یہ ہوا کہ ابن سنباط نے ایک طرف تو اُسے فریب دیدے کے بہلا دے میں ڈالا۔ اور اپنے قلعے میں محفوظ رکھا اور دوسری طرف اُسی دن جس روز اس کو اپنے قلعے میں لے گیا افشین کے پاس اپنے سوار دوڑائے اور لکھا کہ آپ اپنے افسروں کو بھیجئے میں بابک کو پکڑوا دوں گا۔

افشین نے فوراً ابوسعید کو روانہ کیا۔ مگر اُس کے چلتے وقت ریحانہ نے اصرار کیا۔ کہ مجھے بھی ابوسعید کے ساتھ جانے دیجئے میں چاہتی ہوں کہ وہ میرے ہاتھ میں گرفتار ہو۔ اور اُسے اپنا اسیر بنا کے میں امیرالمومنین کی خدمت میں لے جاؤں۔ افشین نے پہلے تو اس سے اختلاف کیا۔ مگر جب ریحانہ کی طرف سے زیادہ اصرار ہوا تو اُسے قبول کر لینا پڑا۔

غرض ابوسعید اور ریحانہ برزند سے روانہ ہو کے ایک ہفتے میں ابن سنباط کے پاس پہونچ گئے۔ اُس نے یہ تدبیر بتائی کہ میں بابک کو شکار کے بہانے لا کے فلاں گھاٹی میں پہونچاؤں گا۔ آپ دونوں اپنے سواروں کے ساتھ وہاں پہلے سے موجود رہیں اور جیسے ہی میں اُسے لے کے پہونچوں اُسکو

گرفتار کرلیں۔ چنانچہ یہی ہوا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔"

بابک جب برزند کی طرف روانہ ہوا تو ابن سنباط نے اپنے حقوق کا جتال دلانے کے لئے اپنے بھائی معاویہ کو بھی اس کے ساتھ کر دیا۔ اور زبردست رسالوں کی حراست میں بابک طوق وسلاسل پہنے برزند کے قریب پہونچا۔ ایک سوار ایک منزل آگے بھیج دیا گیا۔ جس نے بابک کے آپہونچنے کی خبر کی۔

افشین نے فوراً برزند کے باہر ایک پہاڑی کی چوٹی پر اپنا تخت بچھوایا اور معزز و نامور سرداروں کے ساتھ وہاں جا کے اپنے نامور قیدی کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ برزند سے اس پہاڑی کے آگے تک سڑک کے دونوں جانب اپنی فوج کھڑی کر دی۔ وہ تمام پیدل اور سوار جو بذ کی فتح میں شریک تھے۔ سب پورے ہتھیار لگا کے اور صف باندھے کھڑے تھے۔ جب بابک اس پہاڑی کے دامن میں پہونچا تو افشین اتر کے اس سے ملا۔ اور حکم دیا کہ جہاں سے عساکر خلافت کا سلسلہ شروع ہوا ہے بابک گھوڑے سے اتار دیا جائے اور برزند تک پاپیادہ جائے۔ فوراً اس حکم کی تعمیل میں بابک گھوڑے سے اتار دیا گیا۔ اور اس کا جلوس یوں چلا کہ سب کے آگے منھ پر نقاب ڈالے ریحانہ تھی۔ پھر ابوسعید اور ابن سنباط کا بھائی معاویہ گھوڑوں پر سوار تھے ان کے پیچھے ہزار سواروں کا ایک رسالہ تھا اس کے بعد بابک خرمی تھا۔ جو آہنی زنجیریں کھڑکھڑاتا اور تنگ بیڑیوں کی وجہ سے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا تھا۔ اور ابن سنباط کے پچاس مسلح سپاہی اس کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے۔ اس کے پیچھے ہزار سواروں کا دوسرا رسالہ تھا۔ یہ دونوں رسالے وہی تھے جنھوں نے ابوسعید اور ریحانہ کے ساتھ جا کے اسے

گرفتار کیا تھا۔

اب قبل اس کے بابک برزند کی شہر پناہ میں داخل ہوا افشین وہاں کے قصر امارت میں جا پہونچا اور دربار کے کمرے میں ایک بلند مسند پر بیٹھ گیا۔ پھر علی بن فضل عالیہ اور ریحانہ جو اعزائے خلافت میں تھے۔ اسی مسند پر افشین کے داہنے بائیں بیٹھے۔ اس کے بعد معاویہ ابن سنباط اور تمام سرداران فوج مسند کے نیچے اپنے اپنے رتبے کے مطابق بیٹھ گئے۔ بہت سے افسران فوج عباسی علم اور تیر اور برچھے ہاتھوں میں لے کے جابجا کھڑے ہو گئے۔ اور اس عالی شان دربار میں بابک مع اپنے ماں اور اسیر شدہ بیٹوں اور بیٹیوں کے لایا گیا۔ یہ سب پابزنجیر تھے۔ اور ان کے زرق برق طوق و سلاسل نے دربار کی رونق بے انتہا بڑھا دی تھی۔ اس کی زنجیر تھامے ہوئے معاویہ ابن سنباط تھا جو گویا اسے افشین کے سامنے پیش کرنے کو لایا تھا۔

بابک نے مسند کے قریب پہونچ کے کہا "السلام علیک" مگر ساتھ ہی دربار کے عرض بیگی نے ڈپٹ کے کہا "ادب سیکھو" اور زبردستی سر جھکا کے زمین بوس کرا دیا۔

افشین: میں اس قابل نہیں کہ کوئی میرے سامنے زمین چومے۔ مگر ایسے باغی و طاغی کی ادب آموزی کے لئے جائز ہے (بابک سے) اب بتا تو مظہر یزدان ہے یا مظہر شیطان؟ خدا ہے۔ یا بندہ؟ آزاد ہے۔ کہ امیر المومنین آل عباس کا غلام

بابک: تجھے اس سے کیا غرض کہ میں کون ہوں؟ مجھے تجھ سے فقط یہ کہنا ہے کہ میرے ساتھ وہی ہو رہا ہے جو ہمیشہ اعلیٰ مظہر یزدان اور ہادیان

دین کے ساتھ ہوتا رہا۔"

افشین نے بابک کی اس درشت مزاجی کو ٹالا اور معاویہ ابن سنباط کی طرف دیکھ کے کہا۔ "تم نے اپنے آقا امیر المومنین المعتصم کی بہت اعلیٰ درجے کی نمایاں قدر خدمت کی ہے۔ میں تمھارے بھائی کی خیر خواہی کا نہایت شکر گذار ہوں۔ اور اُمید ہے کہ امیر المومنین بھی ان کی بہت زیادہ عزت افزائی کریں گے۔ سردست اس موذی ظالم کو یہاں تک لے آنے کے معاوضے اور انعام میں تم کو میں ایک لاکھ درہم دیتا ہوں۔ حکم ہوتے ہی لوگوں نے درہموں کے توڑے لا کے معاویہ کے سامنے رکھ دیئے اور وہ اظہار شکر گزاری میں آداب بجالا کے اور ہمیشہ ایسے ہی خدمات انجام دینے کا وعدہ کر کے داہنی جانب سرداران فوج کے درمیان میں بیٹھ گیا۔ اب افشین کے خدام بابک کو اُس مکان میں لے گئے جو اُس کے قیام کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ اور معاویہ کے ہمراہی خدام درہموں کے توڑوں کو اُٹھا اُٹھا کے لے جانے لگے۔

اب افشین نے پھر معاویہ کی طرف رُخ کیا اور کہا۔ "یہ انعام خاص تمھارے لئے ہے۔ اپنے دوست ابن سنباط کی نذر کے لئے میں نے دس لاکھ درہم کی رقم اور ایک مرصع ڈاب اور معزز ترین البطریقوں کے پہننے کا مرصع تاج تجویز کیا ہے۔ کل تمھارے ساتھ ہی یہ سب چیزیں لے کے میرے آدمی جائیں گے۔ اور وہاں پہونچ کے اُن کی خدمت میں پیش کریں گے۔ اس کے بعد امیر المومنین اپنی عنایت سے جو کچھ مرحمت فرمائیں گے۔ وہ ان حقیر ہدیوں کے علاوہ ہوگا۔

اس کارروائی کے بعد افشین نے قلم دوات منگوا کے بابک کی گرفتاری

کا حال المعتصم کو لکھا۔ اور ایک خط لکھ کے مسیحی حاکم قلعہ استقنانوس عیسٰی بن یونس کو بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ بابک کے بھائی شاہک کو فوراً لا کے حاضر کرو۔"

یہ دونوں خط روانہ کر کے افشین نے تمام سرداران فوج کی طرف دیکھ کے کہا "میرے بہادرو دو سال کی محنتوں جفاکشیوں اور طرح طرح کی مصیبتوں کا ثمرہ آج ہاتھ آیا۔ خدا نے ہماری ان سب تکلیفوں کو رفع کر کے ہمیں اپنے سامنے اور اپنے آقا امیر المومنین کے دربار میں سرخرو کیا۔ مگر آپ سب خوب یاد رکھیں کہ آپ کی ان جانکاہی کی کوششوں سے آج دنیا کے ایک سب سے بڑے فتنے کا خاتمہ ہو گیا۔ جس کی وجہ سے خلافت اسلامی کی قوت ہی نہیں خود اسلام کی عظمت و حرمت اور توحید کی نعمت و برکت خطرے میں تھی۔ بابک جو اس وقت زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اس نے خدا کے بندوں لوگوں کے عقیدے خراب کئے تمام حدود شرعی کو توڑ دیا۔ شراب شیر مادر ہو گئی۔ زنا اور حرام کاری حلال ہو گئی۔ بدکاری دین و دینی عام ہو گئی۔ چوری و ڈاکہ زنی ہر طرف پھیل گئی۔ اور ان اطراف کے شریفوں اور معزز لوگوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کی دولت لٹ نہ گئی ہو گی۔ اور جس کی بیوی کی عفت و حرمت پر حملہ نہ ہوا ہو۔ کفر و طغیان اور ظلم و جور کے ایسے عالمگیر شعلے تمام شہر دل اور گاؤں میں بھڑک رہے تھے۔ جن کو تم نے آب شمشیر سے بجھایا۔ یہ فتنہ مسلسل بیس سال سے قائم تھا۔ اور اس مدت کے اندر اس ظالم مدعی الوہیت نے جیسے جیسے مظالم کئے ہیں تاریخ میں کبھی نہیں سنے گئے۔ گذشتہ بیس سال میں اس نے بیس لاکھ پچپن ہزار پانچسو آدمیوں کی جانیں لیں۔ اس لئے تم دل میں سوچو کہ تم نے اپنی سلطنت اپنے ملک اپنی قوم اور اپنے دین کی کتنی بڑی خدمت کی ہے۔ اگرچہ امیر المومنین کی فیاضی سے تمہیں بہت کچھ صلہ و انعام

ملا۔ اور اس سے زیادہ اب ملے گا۔ مگر تمہاری کوششوں اور جانکاہیوں کے مقابلے میں یہ کچھ نہیں ہے۔ اصلی معاوضہ و انعام تم کو خدا کے دربار لم یزلی سے ملے گا۔ اب میں اتنی ہی مدت یہاں اور مقیم ہوں کہ قلعۂ استقنانوس سے بابک کا بھائی آجائے اور اُدھر امیر المومنین سے مجھے دارالخلافت میں حاضر ہونے کی اجازت ملے۔ تاکہ ان سیہ کار روبے دین اسیروں کے ساتھ ہم خاندان عباسی کی شاہزادیوں عالیہ اور ریحانہ کو اور شاہزادۂ علی بن فضل کو امیر المومنین کی آرزو و تمنا کے مطابق شان و شکوہ اور عزت و حرمت سے لے جا کے اپنے آقا ہشتم آل عباس سے ملائیں۔"

اپنی یہ تقریر ختم کر کے افشین نے دربار برخاست کیا۔ اور تمام لوگ واپسی وطن کی تیاریاں کرنے لگے۔"

(۲۷) ستائیسواں باب

ماہ آفرید سے آخری ملاقات

گزشتہ واقعۂ دربار افشین کو ڈیڑھ مہینہ گزر گیا اور ملک میں ہر طرف امن وامان قائم رہے۔ قافلوں کی آمد ورفت جاری ہوگئی۔ خراسان وترکستان کے تاجر اور ممالک مشرق کے تجار اطمینان وفارغ البالی سے سفر کرنے لگے۔ اور اُن کے متعدد قافلوں کو بیرزندی وادیوں سے گزرتے دیکھ کے افشین بہت خوش ہوا اور بھاگی ہوئی رعایا اپنی اپنی بستیوں میں آکے پھر آباد ہو گئی۔

افشین کو اب دارالخلافت میں جانے کی جلدی تھی۔ خصوصاً اس لئے کہ بابک خرمی کی ماں بیٹے بھائی اور اُس کی بیٹیاں اور جورو ئیں جو گرفتار تھیں۔ اور ماسوا ان کے جو تین ہزار تین سو نو نامی خرمی گرفتار ہوئے تھے۔ اُن سب کی حراست کا نہایت سختی اور بیدار مغزی سے انتظام کرنا پڑتا۔ اور ہر گھڑی اندیشہ لگا رہتا کہ یہ لوگ پہرے والوں کو جُل دے

کے بھاگ نہ جائیں ۔ یا ان کے طرف داروں کا کوئی گروہ کسی وقت ناگہان حملہ کر کے ان کو چھڑا نہ لے جائے ۔

مگر خرابی یہ تھی کہ سات ہزار چھ سو شریف عربی و عجمی شہزادے عورتیں اور بچے جو بابک کی قید سے آزاد کرا دیے گئے تھے ۔ اُن کا اُس وقت تک کوئی انتظام نہیں ہو سکا تھا ۔ ان سب کو آزاد کراتے ہی افشین نے خاص اپنی اور عالیہ کی حمایت میں نہایت آرام سے رکھا ۔ مشرق و مغرب کے تمام شہروں میں اشتہار دیدیا گیا کہ اتنے مظلوم لڑکے اور عورتیں بابک کی قید سے چھوٹے جو اپنے خاندان و وطن کا پتہ یہ بتاتے ہیں ۔ اُن کے اعزہ و اقارب اور ان کے ولیوں اور شوہروں کو چاہیے کہ فوراً آ کے انھیں لے جائیں ۔ اُس کے علاوہ اُن سب کے عزیزوں اور قرابت داروں کو خاص طور پر خطوط بھیجے گئے ۔ اور خود اُن کی طرف سے بھی بھجوا دیے گئے ۔ ان کارروائیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف سے لوگ جوق جوق آتے اور جس عورت یا بچے کو اپنا عزیز بتاتے اسے شہادتیں پیش کر کے اور اپنے تعلقات کا ثبوت دے کے بلا تامل لے جاتے کئی مہینے تک یہ سلسلہ برابر جاری رہا ۔ کہ روز لوگ آ کے بہت سے بچوں اور عورتوں کو لے جاتے مگر پھر بھی اُن کی بہت سی تعداد باقی تھی جن کا نہ کوئی والی پیدا ہوا نہ وارث اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اُن کی نسبت کیا کارروائی کی جائے ۔

افشین اسی فکر ہی میں تھا کہ بابک کا بھائی مابک قلعہ استقفانوس سے وہاں پہنچا مسیحی اور ارمنی سپاہیوں کی حراست میں آ گیا جسے افشین نے اپنے قلعے میں بھیج کے اُس کے لانے والے اور بھیجنے والے حاکم استقفانوس کو بڑی دریا دلی سے انعام دیا ۔ اور مابک کو بھی زنجیروں میں جکڑ کے بابک کے پاس بٹھا دیا ۔ سب کاموں سے فراغت ہوئی اور کل باتوں کا انتظام ہو گیا ۔ مگر باقی ماندہ

مسلمان عورتوں اور بچوں کی وجہ سے اب بھی اسے سامرہ کی طرف جو المعتصم کا دار السلطنت تھا کوچ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی آخر علی بن فضل نے کہا "ان مظلوم خانماں برباددں میں سے جتنے باقی رہ جائیں ان کی کفالت و پرورش کا بار میں اپنے ذمے لیتا ہوں۔"

افشین :۔ مگر لاوارث یتیموں اور بیواؤں کے والی تو امیر المومنین ہیں۔"

علی :۔ امیر المومنین سب ہی کی جان و مال کے مالک ہیں۔ اور انھیں کی اجازت سے میں ان کو اپنی حمایت میں لونگا۔ میرا اصلی مقصد یہ ہے کہ اب ان کے عزیزوں کے انتظار میں یہاں پڑا رہنا مناسب نہیں ہے ان کو سب کو ساتھ میں لے چلیے اور امیر المومنین ان کے بارے میں جو کچھ حکم فرمائیں گے اس پر عمل ہوگا۔

افشین :۔ آپ کا یہ منشا ہے تو مجھے بھی عذر نہیں امیر المومنین سے واپسی کی اجازت ملتے ہی روانگی کا قصد کروں گا۔ الحمد للہ کہ اب ہم پوری طرح کامیاب ہیں۔ بابک خرمی اور اس کے تمام اعزہ وحواری گرفتار ہو گئے ریحانہ کو خدا نے اس کے ہاتھ سے آزادی دلائی اور بڑی خوشی کی یہ بات ہے کہ اس عباسیہ شہزادی کے ناموس میں کسی قسم کا دھبہ نہیں لگا۔ اس کی محترم والدہ عالیہ بھی اگرچہ سخت زخمی ہوئی تھی۔ مگر خدا کے فضل و کرم امیر المومنین کے اقبال اور میری خوش قسمتی سے اچھی ہو گئیں اور پھر اس کے ساتھ بابکیوں کا قلع وقمع ہو گیا اور جتنے بے گناہ زن و مردان کے ہاتھ میں اسیر تھے آزاد ہو گئے۔ غرض ہم ہر طرح کامیاب بامراد ہو کے آستان خلافت پر حاضر ہوں گے۔"

علی :۔ تو رہا چل کھڑے ہونے میں یہ مصلحت بھی ہے کہ یہ علاقہ خاص بابکیوں کا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کا کوئی نیا سر غنا اٹھ کھڑا ہو۔ پہاڑوں کے دردں

ہیں وہ کوئی نئی جماعت جمع کرے اور ناگہاں حملہ کر کے بابک کو چھڑا لیجانے کی کوشش کرے۔ اس دائم الخمر بے ایمان کا یہاں رکھنا ہرگز مناسب نہیں۔"
افشین :" بجا ہے اور مجھے آپ کی رائے سے بالکل اختلاف نہیں مگر جب تک فرمان خلافت نہ آجائے روانگی مناسب نہیں ہے۔ دربار خلافت میں بہتیرے ایسے لوگ ہیں جن کو ہماری کامیابی پر حسد ہو گا۔ انھیں اگر ہماری کارگزاریوں پر خاک ڈالنے کا کوئی ادنیٰ بھی موقع ملے تو اٹھا نہ رکھیں گے۔ میں نے امیرالمومنین کی خدمت میں لکھ بھیجا ہے کہ یہ مہم کامیابی کے ساتھ ختم ہو گئی اور فقط یہ باقی ہے کہ وہاں حاضر ہو کے آستان بوس ہوں جس کے لئے اجازت کا امیدوار ہوں"
علی :" تو بیشک بغیر اجازت کے کوچ نہ کرنا چاہیئے۔"
افشین :" آج جی چاہتا ہے کہ ماہ آفرید کو بلا کے اس سے کچھ باتیں کروں۔ وہ جس دن سے گرفتار ہو کے آئی ہے۔ مجھے اتنی بھی فرصت نہ ہوئی کہ کبھی اسے اپنے سامنے بلاتا۔"
علی :" ضرور بلوائیے۔ اس نے سب سے زیادہ فریب دیا۔ مجھے پہلے تو اس سے چنداں پرخاش تھی۔ مگر پھوپھی عالیہ کے ساتھ اس نے جو سلوک کیا وہ معافی کے قابل نہیں ہے۔"
افشین :" اسی پر کیا موقوف ہے۔ میرے نزدیک تو اسکا کوئی فریب درگزر کے قابل نہیں ہے۔ مگر میں نے اس پہ محبت کا اظہار کیا تھا۔ اس پر بھروسا کر لیا تھا اور یہ نہ جانتا تھا کہ مجھے جُل دے گی اس لئے اس کو بلاتا ہوں کہ دیکھوں اب وہ کیا فقرہ بناتی ہے۔ یہ کہہ کے اس نے ایک معتبر سپاہی کو بھیج کے اسے قیدخانے سے بلوایا۔ بابک کے تمام رفقا مرد ہوں یا عورتیں

اس اندیشہ سے کہ فریب دے کے بھاگ نہ جائیں۔ سر سے پاؤں تک زنجیروں میں جکڑے اور نہایت سخت پہرے میں رکھے گئے تھے۔ چنانچہ سونے چاندی کے زیور کے عوض فولادی زنجیریں کھڑکھڑاتی ہوئی وہ آئی اور افشین وعلی اس کو اپنے ایک خلوت کے خیمے میں لے۔

اب ماہ آفرید میں نہ وہ اگلی ہوشیاری وچالاکی تھی اور نہ وہ پہلا سا بانکپن بناتا۔ سامنے آکے خاموش کھڑی ہوگئی اور آنکھیں نیچی کر لیں۔ افشین نے بلا کے پاس بٹھا لیا اور جو سپاہی اسے اپنی حراست میں لائے تھے انھیں حکم دیا کہ خیمے کے باہر جا کے ٹھہریں۔ ان سپاہیوں کے چلے جانے کے بعد افشین نے کہا "ماہ آفرید۔ ادھر دیکھو۔ ذرا چار آنکھیں کرو۔"

ماہ آفرید "(آنکھیں نیچی کئے ہوئے) بیوفاؤں اور بے رحموں سے چار آنکھیں کرنا مجھے نہیں آتا۔"

افشین "(مسکرا کے) بے وفا بے رحم تم ہو یا میں؟"

ماہ آفرید "محبت کا دعویٰ اور یہ سلوک کہ میں پابہ زنجیر ہوں اور طوق وسلاسل پہنے۔ دنیا میں کس عاشق نے محبوبہ کو یہ زیور پہنایا ہے؟"

افشین "تجھے محبت تھی مگر اب نہیں رہی تم نے میری محبت کی جیسی قدر کی ویسا ہی سلوک بھی دیکھ رہی ہو۔ میں نے سمجھایا کہ قلعہ بذ ہمارے ہاتھوں فتح ہوگا۔ اور بابک جس کی رفاقت والفت کا تم دم بھرتی ہو ایک دن ہمارے ہاتھ میں ضرور گرفتار ہوگا۔ مگر تم نے سماعت نہ کی۔ میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ تم بابک سے بیوفائی کرو اتنا چاہتا تھا کہ میری دوست بن جاؤ۔ وہیں بابک کے پاس رہو۔ مگر دل سے میری دوست ہو جاؤ۔ مگر تم نے بالکل پروا نہ کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے بھی اپنا دل

تمھاری طرف سے پھیر لیا تم دو بار گرفتار ہوکے آئیں اور دونوں بار میں نے تمھیں عزت اور محبت سے بٹھایا۔ زنجیریں کھلوا دیں اور تمھارے حسن کا اس قدر جادو مجھ پر چل گیا۔ کہ تمھاری مرضی کے مطابق بے تکلف تمھیں تمھارے بے ایمان آقا کے پاس پہنچا دیا۔ میرے اس محبت کے سلوک کا یہی معاوضہ تھا جو تم نے کیا؟"

ماہ آفرید۔" میں یہ مانتی ہوں کہ بابک کو چھوڑ کے میں آپ کے پاس نہیں چلی آئی۔ یا آپ کی خواہشوں کو میں نے منظور نہیں کیا۔ مگر یہ دنیا کے سارے معشوق کرتے ہیں۔ سچی محبت تو معشوق کی ان باتوں کو ناز و انداز خیال کرتی ہے آپ کے یہاں شاید اسے دشمنی سمجھتے ہوں گے۔ لیکن میرے دل میں آپ کی محبت اسی دن پیدا ہو گئی تھی جس دن پہلی بار آپ سے ملی ہوں۔ مگر کیا کرتی معتقد تھی کہ بابک میں خدائی قوت ہے۔ نہ کوئی انھیں پکڑ سکتا ہے اور نہ کوئی ان کے پنجے سے چھوٹ سکتا ہے۔ میرے دل میں اندیشہ تھا کہ جہاں جاؤں گی اور جہاں رہوں گی ان کے موکل وہاں سے مجھے پکڑ لائیں گے۔ اور مار ڈالی جاؤں گی۔ اس دھڑکے پر بھی میں نے آپ کو کونسا ضرر پہنچایا ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ میں نے محبت کا بڑا معاوضہ کیا ہے؟"

افشین۔" اب میرے دل میں ذرا بھی تمھاری محبت نہیں ہے اور مجھے عشق نے ویسا اندھا نہیں رکھا ہے جیسا پہلے تھا۔ اب تمھاری حرکتوں اور تمھاری دغابازیوں کی طرف سے آنکھیں نہیں بند کر سکتا۔ سچ سچ بتاؤ دریچہ آنہ کو قصر شیریں سے بابک کے کون سے موکل لائے تھے؟"

ماہ آفرید۔" وہی جو ان کے موکل ہیں لائے تھے۔"

افشین:- "تم تو ان میں نہ تھیں؟"

ماہ آفرید:- "ذرا تا قتل کے بعد۔" وہاں میں بھی ریحانہ نے غالباً آپ سے کہا ہوگا؟ لیکن ہوا یہ کہ بابک نے موکل جو کوہ قاف کی دیواروں پری زاد ہیں۔ جب پتہ لگا کے آئے اور ان کے لینے کو گئے تو بابک نے حکم دیا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لیتے جائیں تاکہ میں انھیں دل دہی اور تشفی سے لے آؤں اور ان موکلوں کو دیکھ کے وہ سہم نہ جائیں۔

افشین:- "مگر تم نے مجھے ہی بتا دیا ہوتا۔"

ماہ آفرید:- "یہ بابک کا راز تھا۔ میں اسے کیسے بتا دیتی۔"

افشین:- "بیشک تم بابک کی بدمعاشیوں میں اس کی راز دار رہی ہو اسی وجہ سے میں نے سنا کہ نہ کوئی جن تھا نہ کوئی دیو۔ بلکہ چند بدمعاشوں کو ساتھ لے کے تم گئی تھیں اور چوروں کی طرح ریحانہ کو لے آئیں۔"

ماہ آفرید:- "یہ آپ سے کسی نے غلط کہہ دیا ہے۔"

افشین:- "ثبوت چاہتی ہو؟"

ماہ آفرید:- "ہاں میرے نزدیک تو اس کا کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا۔"

افشین نے تابیہ کو پہلے سے بلوا کے دوسرے خیمے میں بٹھا لیا تھا۔ اس کا اشارہ ہوتے ہی لوگوں نے اسے سامنے لا کے کھڑا کر دیا۔ اور افشین نے کہا۔ "دیکھو یہ تمھارے ملحد اور شرابی مقتدا کی محرم راز جاویدان پرست ہیں اور اب سچے دل سے خدا و رسول پر ایمان لا چکی ہیں۔ جھوٹ نہیں بول سکتیں۔"

جاویدان پرست کی صورت دیکھتے ہی ماہ آفرید کا خون خشک ہو گیا چہرہ زرد پڑ گیا اور حسرت کے ساتھ اس کی صورت دیکھنے لگی افشین

نے اس عورت کی طرف دیکھ کے کہا: "تم اب مسلمان ہوگئی ہو۔ اور جھوٹ بولنے اور ہر قسم کے گناہوں سے توبہ کرچکی ہو۔ اس لئے ایمانداری کے ساتھ سچ سچ بیان کرو کہ ریحانہ کو قصرِ شیریں سے بذین کون لایا؟ اور وہ کس طرح لائی گئی۔

جاویدان پرست نے جواب تابیہ کے نام سے نامزد تھی کہا: "حضور میں جھوٹ نہ بولوں گی اور جو کچھ ہوا ہے سچ سچ بلا کم و کاست بیان کردونگی یہ کہہ کے اس نے قسم کھائے وہ سارے واقعات بیان کردیے جو افشین سے بیان کیئے گئے تھے اور آخر میں کہا: "حضور اس قسم کے کاموں کا اہتمام یا میرے متعلق تھا یا انھیں ماہ آفرید کے جو سامنے کھڑی ہیں عام لوگوں میں تو شہرت دی گئی تھی کہ بابک کے موکل جسے وہ حکم دیں اٹھا لایا کرتے ہیں اور بابک کو غیب کی باتوں کی خبر ہو جایا کرتی ہے۔ لیکن اس شہرت کی تصدیق جن واقعات سے کرائی جاتی وہ ہم ہی دونوں کے ہاتھوں سے انجام پاتے اور ہمارا فرض تھا کہ اصلی راز کو کبھی نہ ظاہر نہ ہونے دیں۔

افشین: "ماہِ آفرید۔ اب تو شاید تم مان لوگی کہ میں نے تمھاری محبت جو اپنے دل سے نکال ڈالی تو بے جا نہیں کیا۔؟"

ماہ آفرید: (خوف سے کانپتے ہوئے) "بے شک میں بدقسمت ہوں اور آپ کی عنایت کے قابل نہیں۔ لیکن فیاض بہادر جس سے محبت کرتے ہیں اس کے قصور کو معاف بھی کر دیا کرتے ہیں۔

افشین: "لیکن جب ایک ہی قصور ہو۔ عالیہ کو تم بہن بنا کے اور دوستی و ہمدردی کا وعدہ کرکے اپنے ساتھ لے گئیں۔ لیکن اس وقت جب وہ ریحانہ کو بابک کے قید خانے سے نکال کے لے چلی تو تم اس

کی اور ریحانہ کی دونوں کی دشمن ہو گئیں۔"

ماہ آفرید:۔ اس پر میں مجبور تھی جب بابک کی معتقد اور ان کے دین میں تھی۔ ان کے حکم سے ریحانہ بلوائی گئیں، تاکہ وہ انھیں ساتھ لے جائیں۔ میں نے عالیہ کو بھیجا کہ انھیں لے آئیں۔ مگر انھوں نے کوشش کی کہ انھیں لے کر آپ کے لشکر میں پہونچا دیں۔ ایسی حالت میں بھلا کیسے ممکن تھا کہ میں ان کو گرفتار نہ کرا دیتی ؟"

افشین۔ بابک کی بدمعاشیوں اور مکاریوں کا راز جب تم پر کھلا ہوا تھا تو یہ غیر ممکن ہے کہ تم دل سے اس کی معتقد ہو یا اسے اچھا سمجھتی ہو۔ یہ کیوں نہ کہو کہ تم بھی بدمعاش اور مکار تھیں اور اس کی بدمعاشی و مکاری میں شریک تھیں اور مکاری و کیا دی اور بدکاری نے تمہارے دل کو اس قدر سیاہ اور سخت کر دیا ہے کہ تمھیں بے گناہ ریحانہ کی مظلومی پر ترس آیا نہ وہ عہدِ وفا یاد آیا جو تم نے عالیہ کے ساتھ کیا تھا۔ اور اپنی قلبی قساوت سے دونوں کی جان لینے کے درپے ہو گئیں۔"

ماہ آفرید:۔ (دہشت زدہ ہو کے) "مگر یہ اس لئے تھا کہ اس وقت تک میں بابک کی پیرو اور خرمی مذہب کی پابند تھی۔ لیکن اب اس مذہب سے توبہ کر کے آپ کے ساتھ سچی محبت وفاداری کا وعدہ کرتی اور دینِ اسلام میں داخل ہوتی ہوں۔"

افشین:۔ کوئی اور خرمی کہتا تو میں مان لیتا۔ مگر تم تو بابک کی حیلہ سازیوں میں شریک اور اس کی مکاریوں سے واقف تھیں۔ ایسی عورت کے ساتھ میں محبت کر سکتا ہوں اور اس کا قصور معاف کرنا میرے اختیار میں ہے ؟"

ماہ آفرید:۔ (یاس کے لہجے میں)، تو پھر میری نسبت کیا ہو گا ؟ اور مجھے کیا

سزا دی جائے گی؟"

افشین: " تمہیں بابک سے سچی محبت ہے۔ ایسی محبت کہ اُس کے عیب جانتے اور اُس کے اندرونی حالات سے واقف ہوتے ہوئے بھی اُسی کا دم بھرتی تھیں۔ اور ہمارے دین کا قطعی فتویٰ یہ ہے کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (ہر مرد اُسی کے ساتھ ہے۔ جس سے اُسے محبت ہو) لہٰذا تم آخر تک بابک کے ساتھ رہو گی۔ اور جو اُس کا حشر ہو گا وہی تمہارا بھی ہو گا۔"

ماہ آفرید: " یہ حکم جو آپ نے فرمایا مردوں کے لئے ہے۔ اور میں تو عورت ہوں۔"

افشین: (ہنس کے) یہاں مرد سے مراد انسان ہے۔ مرد ہو یا عورت تمہارا یہ لطیفہ بہت دلچسپ تھا۔ کاش مجھے تم سے محبت ہوتی کہ مجھے اس لطیفے میں مزہ آتا۔ اب تمہارے لئے آخری فیصلہ یہ ہے کہ مجھے تمہارے معاملے میں کوئی اختیار نہیں۔ تم ہشتم آلِ عباس امیر المومنین معتصم باللہ کے دربار میں جاؤ گی۔ اور وہ جو حکم دیں گے اس پر عمل ہو گا۔ میں نے فقط یہ کہنے کے لئے تم کو یہاں بلایا تھا۔ کہ تمہارے وہ دعوے کیا ہوئے کہ بابک کو کوئی روک نہیں سکتا۔ گرفتار نہیں کر سکتا۔ وہ ہر بندش اور قید سے نکل جاتے ہیں۔ اور اُن کے شہر بذ پر قبضہ پانا غیر ممکن ہے۔ اُس وقت تو میں سمجھتا تھا کہ تمہارا اعتقاد یہی ہے۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ جیسا وہ حقیقت میں تھا ویسا ہی تم اُسے جانتی تھیں۔ اصل میں تمہیں خود اپنے مکر و فریب پر غرہ تھا کہ کوئی اُسے پا نہیں سکتا۔ مگر مسلمان بہادروں کی شجاعت و جاں بازی نے تمہارے اس طلسمی قلعے کو ڈھا دیا۔ آج بابک ہماری قید میں ہے۔ اس سے جا کے کہو کہ اگر اس میں کوئی قدرت ہے تو اپنی خدائی قوت دکھلا کے اس قید سے نکل جائے۔ اور تمہارا

شہر بذ جسے تم ناممکن الفتح بتاتی تھیں ہماری تلواروں سے فتح ہو گیا۔ اور اینٹ سے اینٹ بج گئی آئندہ نسلیں جانیں گی بھی نہیں کہ وہ کہاں تھا۔ اب تم پھر جا کے اپنے پیر اور آقا کے پاس بیٹھو اور اس سے تقاضا کرو کہ اپنے آپ کو اور تمہیں اس عذاب سے بچائے جو اس کے سر پہ نازل ہونے والا ہے

اب ماہ آفرید خاموش تھی اور مایوس آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور چاہتی تھی کہ افشین کے قدموں پہ گر کے اپنا قصور معاف کرائے کہ ترکی سپہ سالار تھا اس وقت کے حکم سے لوگ اسے واپس لے گئے اور بابک خرمی کے پاس بٹھا دیا اس کے جانے کے بعد علی نے افشین سے کہا "اس کے ساتھ آپکے پہلے برتاؤ سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ آپکو واقعی اس سے محبت ہے مگر آج کھلا کہ اس محبت کو ایک حربی حسن تدبیر کہنا چاہیئے"۔

افشین (مسکرا کے) یہی بدگمانی میری انیس زندگی شیریں کو بھی ہے اور لطف یہ کہ ان کی لونڈی کیوان دخت کا بھی یہی خیال تھا۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ ایسی جانی دشمن فاحشہ کے ساتھ کسی کو کیسے محبت ہو سکتی ہے؟ دراصل میں چاہتا تھا کہ اس عورت کو دوست دھمرا (بنا) کے قلعے کے اندر کے حالات خصوصاً ریحانہ کی حالت معلوم کروں۔ اور اس کی ظاہری بے عقلی کی باتوں سے خیال ہوتا تھا کہ یہ میری دوست ہو جائے گی۔ مگر یہ مجھ سے زیادہ ہوشیار ثابت ہوئی۔ مجھے فریب دیا۔ اور جن باتوں کو دریافت کرنا چاہتا تھا ان میں سے ایک بھی نہ بتائی۔ خیر اب جب اپنے کیفر کردار کو پہنچے گی۔ اس وقت سب کو معلوم ہو جائے گا کہ مجھے اس کے ساتھ کیسی محبت والفت تھی"۔

اس کارروائی کے بعد افشین علی سے رخصت ہو کے زنانے خیمے میں گیا اور علی یہاں سے اٹھ کے اپنی پھوپھی عالیہ کے پاس گیا کہ یہ واقعات بیان کرے۔

اٹھائیسواں باب

پا بزنجیر خدا

اس واقعے کو ایک ہفتہ گزرا تھا کہ سامرہ سے جبتی الحال دار الخلافت عباسیہ اور ترکی افواج کا کیمپ قرار پا گیا تھا معتصم باللہ کا فرمان آیا کہ افشین مع اپنے تمام قیدیوں اور اپنے ہمراہی لشکروں کے واپس آئے افشین اور علی دعامہ سے زیادہ اس حکم کا انتظار لشکریوں کو تھا۔ جیسے ہی یہ خبر مشہور ہوئی کہ بارگاہ خلافت سے واپسی کا حکم آگیا۔ لوگوں کی جان میں جان آگئی ہر طرف خوشی کے چرچے تھے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہا تھا۔

سب سے زیادہ مسرت افشین کو تھی کیونکہ اُس کے اسلحہ اور اس کے حسن تدبیر سے خلافت کو اپنے دشمنوں پر اور رینڈروں کو بے دینوں پر اتنی بڑی فتح حاصل ہوئی تھی جو قیامت تک یادگار رہے گی خصوصاً المعتصم نے اُس کی ایسی قدر کی کہ آج تک کسی شاہی سردار کی اتنی قدر نہیں ہوئی تھی غرمان خلافت جاری ہوا کہ افشین جس روز برزند سے روانہ ہو اس دن سے جس روز تک

وہ سامرہ میں داخل ہو ہر منزل پر اسے ایک خلعت گراں بہا اور ایک اعلیٰ درجہ کا گھوڑا مع سازو یراق کے عطا کیا جائے چنانچہ افشین کے روانہ ہوتے ہی ہر منزل پر اس کا انتظام ہو گیا تھا۔ وہ دن بھر سفر کر کے شام کو جہاں پڑاؤ ڈالتا دارالخلافت کا کوئی عہدیدار استقبال کے لئے موجود ہوتا جو امیر المومنین کی جانب سے اسے خلعت اور اسپ صبا رفتار عطا کرتا۔

جب سامرہ ایک منزل رہ گیا اور وہ نہر حذیفہ کے پلوں پر پہونچا تو خلیفہ معتصم کا بیٹا اور ولی عہد خلافت مروق واثق مع دیگر معزز اعزائے شاہی کے اس کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ یہ لوگ بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آئے اور خلافت کی جانب سے خلعت اور گھوڑا اس کے سامنے پیش کیا اور دوسرے دن بڑے تزک و احتشام اور کروفر سے اسے اور اس کے تمام لشکر کو خاص اپنی مشایعت سے اور اپنے جلوس کے ساتھ لیجا کے سامرہ میں داخل ہوئے۔

سامرہ آج کے دن دولھن بنا ہوا تھا۔ سارے شہر کی آراستگی کی گئی تھی اور رات کو تمام سڑکوں پر اور ہر گلی کوچے میں روشنی کا انتظام تھا جا بجا دولت ہاشمیہ، عباسیہ کے سیاہ علم ایک پراثر ہیئت اور رونق و جبروت سے تمام عالیشان عمارتوں اور شاہی قصروں پر لہرا رہے تھے۔ شہر کے تمام امراؤ اراکین دولت کل شاہی غلام جن کا شمار تیس ہزار سے زیادہ تھا اور شہر کی تمام موجودہ فوجیں زرق برق وردیوں اور لباسوں سے آراستہ اور اپنی اپنی برقوں میں بیٹھی افشین کے استقبال کو نکلیں اور اس کے داخلے کا تماشہ خود معتصم نے اپنے قصر کے بالائی برجوں سے دیکھا۔"

اس مہم کے فتح مند سپہگر افشین کے ساتھ ایوان خلافت کے سامنے پہونچے بیرونی پھاٹک کے قریب پہونچتے ہی سب نے زور و شور سے نعرہ لگایا کہ اقبال

خلافت بلند ہو۔" اس کے بعد افشین گھوڑے سے اتر کے معتصم کے دربار میں حاضر ہوا۔ اور "السلام علیک یا امیر المومنین" کہہ کے نذر دکھائی۔ معتصم نے بڑے اظہار مسرت کے ساتھ اُسے پانچ خلعت اور پانچ عربی گھوڑے عطا کئے۔ اور کئی لاکھ اشرفیاں اس کے علاوہ مرحمت کیں۔ پھر اس مہم کے تمام سرداروں اور سپاہیوں کو جن کی شجاعت و دلیری کی افشین نے تعریف کی حسب درجہ وکارگزاری خلعت وانعام دیا گیا۔

اب افشین نے عرض کیا "اجازت ہو تو بابک اور اُس کے ہمراہی اسیر حاضر کئے جائیں۔" اس کے جواب میں معتصم نے کہا "بابک سے میں آج نہیں ملونگا وہ اُس کے تمام اعزہ و رفقاء خاص میرے محل میں جدا جدا کمروں میں ٹھہرائے جائیں گے جس کے لئے میں نے محل کو خالی کروا دیا ہے۔ سنتا ہوں وہ بڑا ہوشیار اور بڑا منطقی ہے۔ اور میں جاہل ان پڑھ ہوں۔ میں پہلے کسی عالم کو بھیج کے اُس سے بحث کرا دوں گا۔ اور اس کے بعد خود ملونگا۔" یہ کہہ کے معتصم نے افشین کو رخصت کیا۔ اور دربار برخاست کر کے خلوت کے کمرے میں قاضی القضاۃ دولت اسلامیہ قاضی ابن ابی داؤد کو بلا کے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ مجھ سے پہلے آپ بابک کو دیکھیں اور اُس کی حالت کا اندازہ کریں پھر آپ کے کہنے کے بموجب میں اس بے دین باغی سے ملوں گا۔"

ابن ابی داؤد معتزلہ کے سرگروہ اور معتصم کے نفس ناطقہ تھے۔ اور تمام علمائے اہل حدیث سے مسئلہ خلق قرآن میں انھیں سے مناظرہ ہوا کرتا تھا۔ بہ ظاہر عالم بے بدل اور فی الحقیقت بہت بڑے پالیٹیشن اور مدبر سلطنت تھے اُسی دن رات کو وہ بابک خرمی کے دیکھنے کو آئے۔ جس کمرے میں بابک تھا اُس کے برابر والے ایک بالائی کمرے میں خاموش بیٹھ گئے۔ جہاں سے بابک کے تمام حرکات و سکنات نظر

آ سکتے تھے۔ پھر اپنے چند شاگردوں کو بھیجا۔ جو بابک سے نہایت اخلاق کے ساتھ ملے مزاج پرسی کی اور اُس کے خیالات و عقائد پوچھے۔ بابک کو زندگی سے یاس تھی۔ موت آنکھوں کے سامنے نظر آ رہی تھی کہنے لگا "آپ مجھ سے یہاں کیا پوچھتے ہیں؟ اسیر ستم ہوں اور موت کا آرزومند۔ آپ بدیں آ کے مجھ سے ملتے تو میں آپ کو اپنا مذہب بتاتا۔ اپنے عقائد کی تعلیم دیتا۔ اور اپنے ہر دعوے کے برحق ہونے کا ثبوت دیتا۔ سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ میں بغیر شراب پئے سچائی کو ظاہر نہیں کر سکتا۔ بادۂ گلفام دخشور فرخ نہاد جمشید کی وہ سنت ہے اور جس یکجہتی توجہ اور دھن کی ضرورت عبادت اور یزداں پرستی کے لئے ہے۔ وہ بغیر شراب آتش لباس کے انسان کو نہیں نصیب ہو سکتی۔ مجھے شراب پلاؤ۔ مست مخمور کر دو۔ اور بادۂ وحدت کے جتنے جام کہو تمہیں بھر بھر کے پلا دوں"

ایک شاگرد "تو کیا شراب احمر کا پینا عبادت ہے۔"

بابک "سب سے بڑی عبادت اور ذریعہ عبادت تم لوگ عبادت کیلئے وضو و طہارت کی شرط لگاتے ہو۔ مگر تمہاری طہارت فقط ظاہری اعضاء اور جلد کو پاک کرتی ہے۔ بمقابل اس کے بادہ حمری کا جام جسم کے اندر ہر رگ و پے اور روح تک کو پاک و صاف کرتا ہے۔ اُس کے پینے ہی گرم جوشی پیدا ہوتی ہے۔ یکجہتی اور تقائم ہوتی ہے۔ عبادت کے لئے نیت درست ہو جاتی ہے۔ نہایت ہی سچا خلوص پیدا ہو جاتا ہے اور دل ہر عبادت میں بالکل محو ہو جاتا ہے۔ اور عبادت الٰہی ہی پر موقوف نہیں بغیر بادۂ گلفام کے کوئی کام سچا اور درست نہیں ہو سکتا۔"

شاگرد "لیکن شراب کے نشے میں تو دیوانگی و بے عقلی پیدا ہوتی ہے۔ اُسے آپ کیا سمجھتے ہیں؟"

بابک "وہ دیوانگی و بے عقلی بھی اچھی جس میں خلوص اور دھن ہو۔"

شاگرد: "شراب کے اثر سے بڑے جذبات کو حرکت ہوتی ہے اور بداخلاقی کی خواہش پیدا ہوتی ہیں۔"

بابک: "پیدا ہوں مضائقہ نہیں جن بُرے جذبات اور نفسانی خواہشات میں سچائی ہو وہ بھی اچھے میری شریعت میں ہر کام جو دل سے اور سچے ارادے سے کیا جائے اچھا ہے۔ اور جس میں نیت و عمل میں اختلاف ہو وہ گناہ و معصیت۔"

یہ چند باتیں کر کے قاضی ابن داؤد کا شاگرد بابک سے رخصت ہو کے چلا گیا اور قاضی صاحب بھی بابک کی تقریر سن کے اور اس کے اوضاع و اطوار کا اندازہ کر کے اس پوشیدہ کمرے سے نکلے جہاں چھپے بیٹھے تھے۔ پھر شاگرد سے مل کے کہا "یہ تمھاری اور بابک کی گفتگو تو میں نے سُنی مگر یہ بتاؤ کہ اس شخص کی نسبت تمھاری کیا رائے قایم ہوئی ہے؟"

شاگرد: "حضرت ہمیں تو وہ بہت ذی ہوش اور صاحب علم نظر آیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ بدکار شہوت پرست اور نفس کا بندہ ہے۔ ملحدانہ عقائد رکھتا ہے اور ایسے شخص کو قائل کرنا دشوار ہے۔"

قاضی صاحب: "میرا بھی یہی خیال تھا کہ وہ ایران کا رند مشرب شاعر ہے اور رندانہ و شاعرانہ خیالات پر اپنے عقائد کی بنیاد قایم کی ہے" دوسرے دن یہی واقعات انھوں نے معتصم سے بیان کر دیئے اور کہا کہ خود آپ اس سے گفتگو نہ کریں بلکہ اپنے دربار کے فلسفیوں اور حکمت یونان کے جاننے والوں کو جمع کریں۔ میں بھی حاضر رہوں گا اور اگر وہ کوئی نامعقول بات کہے گا تو اس کا جواب دیدیا جائے گا۔

دوسرے دن المعتصم نے دربار کیا جس کے لیے سارا شہر سامرہ آراستہ کیا گیا۔ شہر کے پھاٹک سے قصر خلافت کے دروازے تک تمام مکانوں پر جھنڈے نصب

کر گئے۔ دونوں جانب ہر گھر سیاہ عباسی بیرقوں اور پرچموں سے سجا دیا گیا، اور اوّل سے آخر تک فوجیں زرق و برق وردیاں پہن کے کھڑی ہو گئیں۔ جابجا بلند مقاموں پہ اُمرا و اعیان سلطنت اپنے رسالوں اور سپاہیوں کے ساتھ ٹھہرے۔ محل سے تقریباً ایک میل تک ترکوں کی زبردست فوج تھی۔ جس میں ہر ایک چمکتے ہوئے اسلحہ لگائے تھا۔ اور بجائے خود پہلتنی کا دعویٰ رکھتا تھا۔ قصر کے پھاٹک سے خاص دربار کے مکان تک معتصم کے کمسن خوبصورت زنگی غلام تھے۔ جن کے کانوں میں موتیوں کے گوشوارے پڑے تھے۔ حریر سُرخ کے پاجاموں پہ زرّیں قبائیں پہنے تھے۔ کمروں میں مرصع پٹکے کسے ہوئے تھے۔ اور ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے آبدار نیچے تھے۔ فوج کی صفوں کے پیچھے سامرہ اور گرد و نواح کی تمام خلقت ٹھٹ لگائے کھڑی تھی۔

جب یہ سب انتظام ہو چکا تو بابک اُس کی ماں۔ اُس کے بھائی بیٹے بیٹیاں اور تمام اعزہ در رفتار قصر کے زنداں سے نکال کے شہر کے باہر لے جائے گئے۔ جہاں سے سب کو علیحدہ ہاتھیوں پہ بٹھا کے قوی تن اور مسلح حبشیوں کی حراست میں ایوان خلافت کی طرف روانہ کیے گئے۔ جس ہاتھی پہ بابک سوار تھا سب سے اونچا تھا اور اُس کی سونڈ مستک۔ اور کانوں پہ مختلف رنگوں سے اعلیٰ درجے کے نقش و نگار بنائے گئے تھے۔

قصر کی ڈیوڑھی پہ پہونچا تو اُس عہد کے نامور شاعر محمد بن عبد الملک الزیات نے اُس کی شان میں فی البدیہہ یہ دو شعر پڑھے جو سارے ممالک عرب میں مشہور ہو گئے۔

قد خضب الفیل کعاداتہ — یحمل شیطان خراسان

والفیل لا تخضب اعضاؤہٗ — الا لذی شان من الشان

(حسب معمول ہاتھی کے اعضا رنگے گئے ہیں۔ خراسان والا شیطان اُس پہ سوار ہے۔ اور ہاتھی کے اعضا جب ہی رنگے جاتے ہیں۔ جب اُس پہ

کسی خاص شان والا آدمی سوار ہو۔)

اب بابک اور اُس کے ساتھی ہاتھیوں سے اُتار کے پابہ زنجیر معتصم کے سامنے حاضر کئے گئے۔ معتصم نے بہت غور سے اُس کی صورت دیکھی۔ اور کہا "اس شیطان میں کون سی چیز ہے جس پہ لوگ گرویدہ ہوئے۔ اور اُس کے ہاتھوں سے اتنا بڑا فتنہ پیدا ہو گیا۔؟" بابک اب نہایت مرعوب تھا۔ جس استقلال نے زندگی بھر کسی نازک سے موقع پہ بھی اُس کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ آج رخصت ہو گیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبان میں بات کرنے کا یارا نہ تھا۔ معتصم کی بات کا جب اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو قاضی ابن ابی داؤد نے دست بستہ عرض کیا" امیر المومنین جتنی باتیں شیطان میں ہیں سب اس میں موجود ہیں۔ پھر لوگ کیوں نہ گرویدہ ہوں؟"

اس وقت ایک محترم عالم حدیث نے جو اس وقت دربار میں تھے قدم بڑھا کے عرض کیا اس کے لئے ابھی تک در توبہ بند نہیں ہوا۔ اگرچہ عقائد فاسدہ اور اپنی بے دینی سے توبہ کرے تو امیر المومنین قصور معاف فرمادیں۔"

ابن ابی داؤد۔" یہ مرتد ہے۔ اور مرتد کا قصور نہیں معاف ہو سکتا یہ قطعاً واجب القتل ہے۔"

معتصم:۔ بے شک اس کی توبہ کا اعتبار بھی نہیں۔ جب اپنے پیرووں میں پہونچے گا۔ پھر شیطنت شروع کر دے گا۔ ایسے ملحد بے دین کو شرع ہرگز نہیں معاف کر سکتی۔ (افشیں سے) تم اس کے سیاف وجلاد کو حاضر کرو۔ جس نے اس کے حکم سے ہزاروں بے گناہوں کی جانیں لی ہیں۔ افشیں نے فوراً اُس کے سیاف کو آگے بڑھا دیا۔ جو بابک کے ہمراہیوں میں پیچھے کھڑا تھا۔

معتصم " (بابک کے جلاد سے) تو تمہیں اپنے اُس بے ایمان آقا کو موت کی سزا دو..... جس کے حکم سے ہزاروں لاکھوں بیگناہوں کو قتل کر چکے ہو۔ کیا اچھا ہو کہ اپنے یا بہ زنجیر خدا کے حق میں بھی تم ہی فرشتۂ عذاب بنو۔ جلاد سہم گیا۔ اور شامل وستردد تھا کہ دربار کے حاجب وعرض بیگی نے ڈپٹ کے حکم خلافت کے بجا لانے پہ مجبور کر دیا۔

انتیسواں باب

خاتمہ وانجام

اب سارے دربار پہ عبرت طاری تھی۔ اپنے پرائے سب سہمے ہوئے تھے۔ اور علماء و اتقیاء جو ایسا خونی منظر دیکھنے کی تاب نہ لا سکتے تھے، وہ بھی مجبور تھے کہ اس جانفشانی کے خوفناک تماشے کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ ہر شخص کا دل دھڑک رہا تھا۔ خصوصاً خرمی اسیروں اور ان میں بھی بابک کی ماں اور اُس کے بھائیوں بیٹیوں بیٹوں پہ تو بغیر کسی مرض کے نزع کا عالم طاری ہو گیا۔ سب کا خون خشک تھا۔ اور اپنا بھی یہی انجام خیال کر رہے تھے۔

اتنے میں دربار کے بیچوں بیچ میں چمڑے کا خونیں فرش بچھا دیا گیا۔ جلاد زرہ دست تیغا سنبھال کے بابک کے قریب پہونچا۔ اور اُسے زور سے

کھینچ کے وار کرنے ہی کو تھا کہ معتصم نے کہا ۔" ٹھہرو ۔ یوں معمولی طرح قتل ہونے سے اُن مظلوموں کا دل نہ ٹھنڈا ہوگا، جن کے مال و دولت اور عزت و ناموس کو اس خونخوار ڈاکو اور سیہ کار شرابی کے ہاتھ سے نقصان پہونچا ہے۔ پہلے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کے دھڑ سے جدا کرو۔ جلاد کی مجال نہ تھی کہ حکم خلافت پناہی کی تعمیل میں ذرا بھی کوتاہی کرتا۔ بابک کے دونوں ہاتھ شانوں کے پاس سے کاٹ کے جدا کئے، اور اُن کو خونیں فرش پر ڈال دیا پھر دونوں ٹانگیں جڑ سے کاٹ کر الگ کیں، اور دھڑ کے پاس رکھ دیں۔ اب چاروں ہاتھ پاؤں چھپکلی کی دم کی طرح چاروں طرف پھڑک رہے تھے۔ اور اُن کے درمیان میں بے ہاتھ پاؤں کا دھڑ۔

یہ بے ہاتھ پاؤں کا دھڑ چلاتا ۔ شور کرتا اور روتا تھا۔ اور اس میں بھی عاجزی کے ساتھ رحم کے لئے التجا کر رہا تھا۔ مگر معتصم نے اس کی آہ وزاری پر ترس کھانے کے عوض جلاد سے کہا: "ابھی تھوڑی دیر اسے یوں ہی پڑا رہنے دو۔ تاکہ مرنے سے پہلے اسے یقین ہو جائے کہ یہ خدا نہیں بندہ اور قادر نہیں مجبور ہے۔ بابک کی ماں بہ جیس دخت نے جو بیٹے کو اس حال میں دیکھا تو نہ رہا گیا اس طرح تڑپ کے آگے آئی کہ اس کے طوق وسلاسل کے شور نے سارے دربار کو چونکا دیا۔ وہ معتصم کے سامنے زمین پر گر کے بولی :" امیرالمومنین جلاد کو حکم ہو کہ پہلے مجھے قتل کرے پھر میرے بیٹے کو جس کی یہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی "۔

معتصم :" وحشی عورت تو اُس کی خدائی کی قائل تھی یا نہیں!"

بہ جیس دخت :" تھی اور کیوں نہ ہوتی اپنے بیٹے میں ربانی قدرت اور یزدانی قوت دیکھ رہی تھی!"

معتصم :۔ "تو پھر تجھے یہ تماشہ دیکھنا بھی ضروری ہے۔ جس خدا کو تو نے جیا تھا اُسے یوں لیے دست و پا تڑپتے دیکھ یاد کر کہ وہ خدا نہ تھا۔ بلکہ ایک مکار دو غا باز بد معاش تھا۔ بہر حال مرنے سے پہلے اپنا عقیدہ درست کر لے۔"

خدام دربانے بہ جبیں وحشت کو ڈھکیل کے پیچھے کر دیا۔ اور معتصم نے جلاد سے کہا۔" اب اسے ذبح کر کے اس کا سر جدا کر دے تاکہ یہ شور و غل موقوف ...... ہو۔ جس نے تمام حاضرین دربار کو پریشان کر رکھا ہے۔ اور سب کے کان اُڑا دیے ہیں۔" اور جلاد نے جیسے ہی یہ خدمت انجام دی معتصم نے افشیں کی طرف دیکھ کے کہا۔" میری بنت عم عالیہ، اور ان ظالموں کی اسیر ستم ریحانہ کہاں ہیں۔ فوراً اُنھیں میرے سامنے لاؤ۔

دونوں خاتونیں برقع میں چھپی ہوئی ایوان خلافت کے ایک کمرے میں تھیں، فوراً حاضر ہوئیں۔ معتصم اُن کو آتے دیکھ کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں کو تعظیم سے اپنے برابر بٹھایا اور ریحانہ سے کہا۔" ان خونخوار لٹیروں کے ہاتھ میں اسیر ہوتے وقت تم نے مجھے پکارا تھا اور تمہاری وہ صدائے دردناک سن کے میں نے "لبیک" کہی تھی۔ مگر آج تم سے مل کے کہتا ہوں کہ میں ...... تمہاری فریاد کو پہونچا۔ دیکھو جن ظالموں نے تمہیں ستایا تمہارے سامنے پابہ زنجیر موجود ہیں اور جس نے تمہاری آبرو پہ حملہ کرنے کا قصد کیا تھا۔ اس کا انجام بھی دیکھ لو۔ میں نے افشیں سے سنا کہ بابک کو تمہیں نے جا کے گرفتار کیا۔ اور اس پہ بہت خوش ہوا مگر اصلی خوشی ہم سب کو اب ہوئی ہے جب کہ دنیا اس ناپاک دعویدار

ربوبیت سے پاک اور اس کے فتنوں سے خالی ہو گئی۔

اس کے بعد معتصم نے جلاد سے کہا:" اب اس کا پیٹ پھاڑ کے وہ تمام مادۂ فاسد نکال ڈالو۔ جو اس کے پر کینہ سینے میں بھرا ہوا ہے؟ اس حکم کی بھی تعمیل ہو چکی تو حکم دیا کہ بابک کا سر خراسان میں بھیج کے وہاں کے شہروں میں نیزے پہ رکھ کے پھرایا جائے اور یہ ہاتھ پاؤں کا دھڑ سامرہ کی سب سے بڑی شاہراہ عام پہ مصلوب کر دیا جائے۔ تاکہ عرب اور عجم میں سب کو عبرت ہو۔ اور جن جاہلوں کے دل میں اب بھی اُس کی خدائی کا کچھ خیال باقی ہو اُن کو معلوم ہو کہ اُن کے مصنوعی خدا کا کیا حشر ہوا۔

خود بابک کی قسمت کا یہ فیصلہ کر کے معتصم نے باقی قیدیوں کی طرف توجہ کی اور کہا:" بابک کے بھائیوں میں سے ایک بغداد میں میرے بھتیجے اسحق بن ابراہیم کے پاس بھیجا جائے۔ اور ایک خراسان میں اور دونوں جگہ عام لوگوں کے سامنے دونوں کے ساتھ وہی کارروائی کی جائے جو میں نے بابک کے ساتھ یہاں کی ہے، رہے اُس کے بیٹے اور تمام اعزا اور رفقا وہ سب بلا استثنا کل صبح کو پھاٹک کے سامنے قتل کر کے شہر پناہ پہ مصلوب کر دیئے جائیں عورتیں کی نسبت حکم ہوا کہ وہ افشیں کے ہمراہیوں میں سے درشت مزاج اور سخت گیر سرداروں اور سپاہیوں میں تقسیم کر دی جائیں، اور لوگوں کو تاکید کر دی جائے کہ ان کو نہایت ذلت سے رکھیں اور ہمیشہ سختی سے پیش آئیں۔

ان کاموں سے فراغت ہوتے ہی معتصم نے افشیں کو بلا کے اُس کے گلے میں بیش بہا موتیوں کے دو ہار پہنا دیئے۔ دو کرور دینار انعام میں

عطا کئے۔ ایک بہت بڑی جاگیر دی، اور شعرا کو حکم دیا کہ اس کی مدح
کے قصیدے دربار میں سامنے آ کے سنائیں۔ بہت سے شاعروں نے
خصوصاً انہوں نے جو افشین کے دوست تھے اُس کی مدح میں خوب
خوب زورِ طبع دکھایا تھا۔ موقع پاتے ہی انہوں نے دربار میں قصیدے
خوانی شروع کر دی۔ اور خود معتصم سے دادِ سخن کے ساتھ صلہ و انعام پایا۔

اب دربار برخاست ہوا اور معتصم عالیہ اور ریحانہ کو ساتھ لے
کے حریمِ خلافت میں گیا۔ وہاں اُن کو اپنی تمام قرابت دار خاتونوں
اور خاص اپنی بیویوں سے ملایا۔ محل کے متصل ہی انہیں رہنے کو ایک
عالی شان قصر دیا۔ اور کہا ”خدا نے میری تمنا پوری کر دی اور مجھے
بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ میری یہ تمنا تمہارے ہی ہاتھوں سے
پوری ہوئی۔ اب تم دونوں کی جو تمنا ہو بتاؤ کہ اُسے بھی پورا کر دوں“
عالیہ ”امیر المومنین کی تمناؤں کے ساتھ ہماری سب تمنائیں بر آئیں
ہمیں کسی بات کی ہوس نہیں۔ میرے بھتیجے علی نے اس مہم میں بڑے بڑے
کام کئے ہیں اور بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں۔ اس کی اس محنت و جانبازی کا
معاوضہ یہ ہے کہ ریحانہ کے ساتھ اُس کی شادی کر دی جائے۔ اگر
یہ کام امیر المومنین کے مبارک ہاتھوں سے پورا ہو تو ہماری بڑی
خوش نصیبی ہے!“

معتصم نے عالیہ کی درخواست بڑی خوشی سے قبول کی عالیہ کو
اپنی بیٹی بنا کے ریحانہ کے ساتھ اپنے محل میں رکھا۔ اور اسحٰق بن ابراہیم
کو جو تمام عباسیوں میں ممتاز تھا اور بغداد میں رہتا تھا بلوا کے علی
کو اُس کے سپرد کیا اور کہا ”میری خوشی ہے کہ علی کو تم اپنا فرزند

بٹھا کے اپنے پاس رکھو۔ میں اس کے ساتھ ریحانہ کو بیاہ دوں گا۔ جسے میں نے اپنی بیٹی بنایا ہے اور اپنی تمام بیٹیوں سے مجھے زیادہ عزیز ہے۔ تم سے جہاں تک ہو سکے اپنے بڑی دھوم دھام اور نہایت کروفر سے برات لانا۔ اور میں بھی اپنے حوصلہ کے مطابق جہیز دے کے ریحانہ کو رخصت کروں گا۔ بابک کی شرارتوں اور بے دینی کی حرکتوں سے میرے دل کو بڑے بڑے صدمے پہونچے ہیں، اور ان صدموں کو یہی خاندانی تقریب دور کر سکتی ہے۔ اسحٰق نے معتصم کی یہ تجویز بڑی خوشی سے قبول کی اور اسی وقت شادی کا اہتمام ہونے لگا۔ چنانچہ دو ہی ہفتوں کے بعد اہل سامرہ و بغداد نے ایک بڑے بھاری جشن طرب سے لطف اٹھایا۔ اور ایسے شان شکوہ سے شادی ہوئی کہ لوگوں کو اس کا لطف مدتوں یاد رہا۔